پری خالہ اور لینن

(سوویت افسانے)

مترجم:

مہدی عابدی

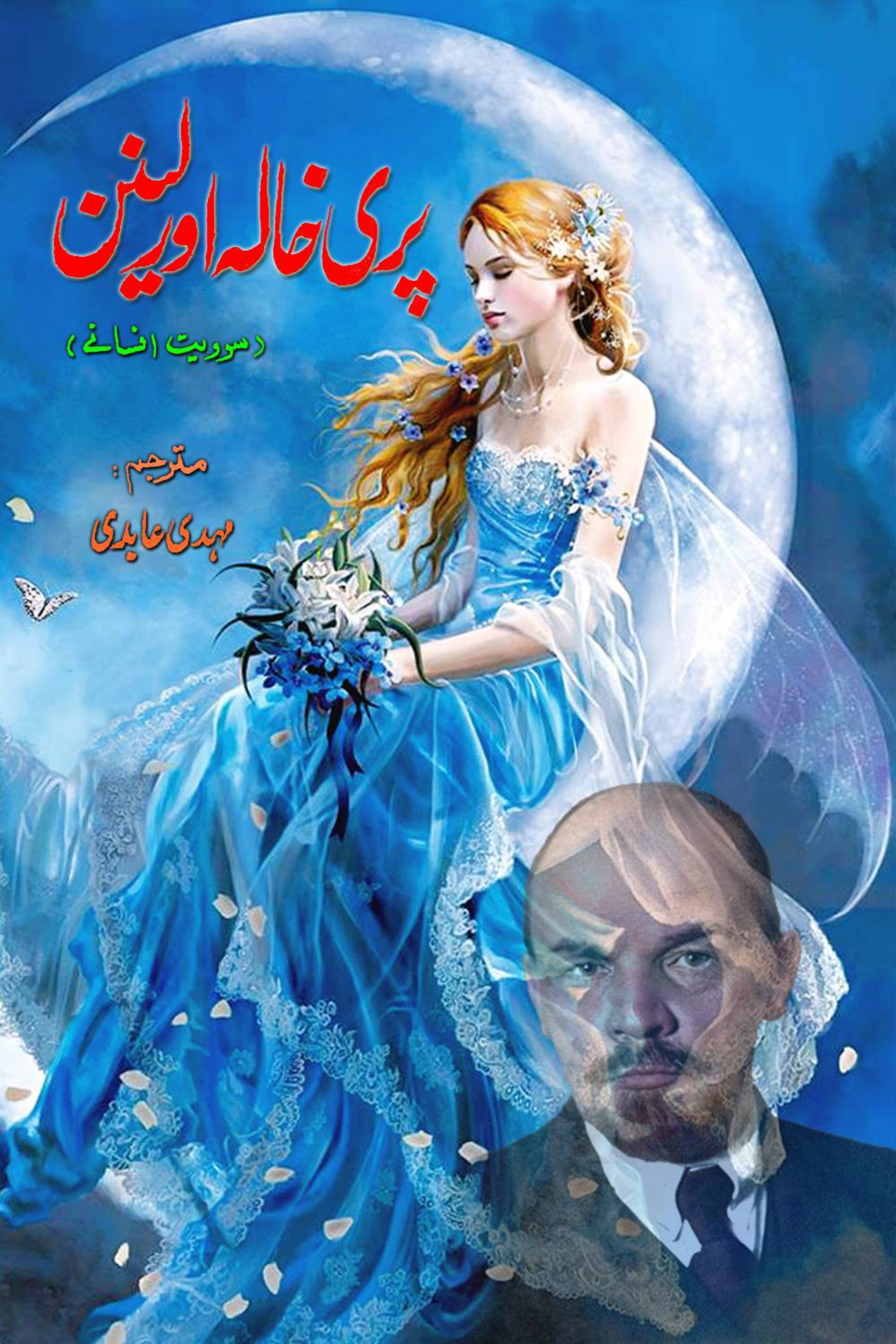

www.taemeernews.com

(سوویت افسانے)

پری خالہ اور لینن

مترجم: مہدی عابدی

قیمت: ۵ روپے

کتابت: سید حسن علی نقوی
طباعت: اعلیٰ پرنٹنگ پریس۔ گلی سوداگران۔ بلی ماران دہلی
طابع اور ناشر: شفیق صدیقی گلی قاسم جان۔ بلی ماران۔ دہلی

ملنے کا پتہ:-
شمیم فیضی۔ ۱۔ اجے بھون۔ ۱۵۔ کوٹلہ روڈ نئی دہلی ۱

www.taemeernews.com

نذرِ عوام

ہندستان کی آزادی کی ۲۵ - ویں سالگرہ، سوویت یونین کے قیام کی ۵۰ - ویں سالگرہ اور امن دوستی اور تعاون کے تاریخی ہند-سوویت معاہدے کی پہلی سالگرہ کے اس مُبارک و مسرت آگیں موقع پر خوشی اور فخر کے احساس کے ساتھ ہندستان اور سوویت یونین کے محنت کش عوام کی خدمت میں یہ تحفہ پیش کرنے کی عزت حاصل کرتا ہوں۔

مہدی عابدی

اپنے عزیز دوست

ڈکٹر فلیمینوف کے نام

جو

اُردو کے پرستار ہیں۔ اہلِ زبان کی طرح سلیس اور شستہ اُردو بولتے، لکھتے اور پڑھتے ہیں۔ اُردو کو بڑی رسیلی، نکھری ستھری، مال دار اور شریف زبان سمجھتے ہیں اور اس اہتمام سے اُردو میں بات چیت کرتے ہیں کہ اگر آپ روانی میں کوئی انگریزی لفظ استعمال کریں تو وہ انتہائی نرم لہجے میں پوچھتے ہیں: "کیا اس کے لئے اُردو میں کوئی متبادل لفظ نہیں ہے؟"

www.taemeernews.com

دودھیا اندھیرا	۹	زدیا دوسکریسنسکایا
۲۴ راکتوبر	۴۶	ایم سفو فانووا
شکار	۵۳	ایوان ارامیلیف
قاتلانہ حملہ	۸۸	اسٹیفن گل
پری خالہ اور لینن	۱۰۳	مرزا ابراہیموف
وہ دونوں	۱۶۱	ویرا دوبدزو

www.taemeernews.com

وی۔ آئی۔ لینن سے متعلق اُردو میں کتابوں کی بہت کمی ہے۔ لینن کی تصانیف کے تراجم بھی بہت کم شائع ہوئے ہیں لیکن ایسی کتابوں کی تو شدید قلت ہے جن میں "لینن بہ حیثیت انسان" کو موضوع بنایا گیا ہو۔

کون نہیں جانتا کہ لینن دُنیا کی سب سے پہلی سوشلسٹ ریاست کے خالق، سوویت یونین کی کمیونسٹ پارٹی کے بانی اور قائد اور عالمی پرولتاریہ کے دوست، فلسفی اور رہنما ہیں۔ لینن کی تعلیمات مینارہ نور ہیں جس کی روشنی میں آج دُنیا کے ایک درجن سے زیادہ ممالک سوشلزم کی منزل پر پہنچ چکے ہیں اور دوسرے کئی ملکوں کے عوام اس منزل کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ لیکن دُنیا کو اور عالم

www.taemeernews.com

انسانیت کو منزلِ مقصود سے روشناس کرانے والے لینن کی ذاتی اور نجی زندگی کیسی تھی؟ عام لوگوں سے اُن کا برتاؤ کیسا تھا اور انسانی تعلقات کے بارے میں اُن کا رویّہ کیا تھا؟ اُردو میں ایسی کتابیں نہ ہونے کے برابر ہیں جن میں لینن کی زندگی کے اِن پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی ہو۔ "پری خالہ اور لینن" اس اہم ضرورت کو پورا کرنے کی ایک کامیاب کوشش ہے۔ جس کے لئے مہدی عابدی، لائقِ مُبارکباد ہیں۔

پری خالائیں ہندستان کے کئی گھروں میں مل جائیں گی۔ اور لینن سے بھی تقریباً سب واقف ہیں اِس لحاظ سے پری خالہ اور لینن اجنبی نام نہیں۔ لیکن جب یہ دونوں نام مل کر عنوان بن جاتے ہیں تو اُس انقلاب کی پوری داستان سامنے آجاتی ہے جو عظیم اکتوبر سوشلسٹ انقلاب کے زیرِ اثر وسطی ایشیا کے مسلم علاقوں میں پروان چڑھ رہا تھا اور بالآخر فتح مند اور کامران رہا۔ آذربائیجان کی ایک غریب دیہاتی خاتون پری خالہ جنہوں نے غریبوں کی حکومت قائم کرنے والے رہنما کی حیثیت سے لینن کا صرف نام سُنا تھا اُن کے کارنامہ سے اس قدر مُتاثر تھیں کہ لینن

www.taemeernews.com

کو نجات دھندہ تصوّر کرنے لگی تھیں۔

اور دن رات یہی سوچا کرتی تھیں کہ لینن وہ طاقت اور وسائل کہاں سے لائیں گے جو سارے غریبوں کا پیٹ بھر سکیں۔ سارے دکھیوں میں سُکھ بانٹ سکیں لیکن انھوں نے بہت جلد اس حقیقت کو پالیا کہ لینن کی یہ طاقت اور وسائل تو خود عوام ہی ہیں۔

لینن کے پیغام پر پیری خالہ نے کس طرح عمل کیا۔ جاگیردارانہ مظالم کا کس طرح مقابلہ کیا، کس طرح انقلابی جد وجہد میں حصّہ لیا اور اُس کی رہنمائی کی۔ اور پھر لینن سے مُلاقات کرنے کی اُن کی آرزو کس طرح پوری ہوئی اور لینن سے اُنھوں نے کیا بات چیت کی۔ یہ ساری داستان بڑی ولولہ انگیز ہے۔

لینن سے متعلق کہانیوں کے اس مجموعہ میں لینن کی نجی زندگی کا مُرقع پیش کیا گیا ہے۔ لینن کی رُوپوشی کی زندگی، کارخانوں میں مزدوروں کے جلسوں سے خطاب، کریملین میں غیر ملکی مُدبّرین اور قائدین سے ہی نہیں بلکہ مزدوروں اور کسانوں کے نمائندوں سے مُلاقاتیں اور بات چیت، انقلاب کے لیڈر، دلکش، لاجواب اور منکسرالمزاج انسان کی حیثیت سے لینن کی شخصیت، ان تمام باتوں کا ان کہانیوں میں احاطہ کیا گیا ہے۔

www.taemeernews.com

مہدی عابدی جنہوں نے اِن کہانیوں کا ترجمہ کیا ہے کُہنہ مشق جرنلسٹ ہیں۔کمیونسٹ پارٹی کے ترجمان اُردو ہفتہ وار "حیات" کے ایڈیٹر ہیں۔نظرِ انتخاب اور لَوا حساس دونوں تیز ہیں۔اس لئے اُنھوں نے ایسی ہی کہانیوں کا انتخاب کیا ہے جو لینن کی زندگی کے اُس رُخ کو جو اُردو داں عوام کے سامنے نہیں آیا ہے پوری طرح وضاحت سے اور منھ بولتی تصویر کی صورت میں پیش کرتی ہیں۔ترجمہ کی خوبی اور زبان کی چاشنی نے اس تصویر کو بہت جاندار بنا دیا ہے۔چونکہ وہ عوامی کارکن رہے ہیں اس لئے اُنھوں نے زبان اور اندازِ بیان کو ادق اور عالمانہ بنانے کی بجائے اس کا بطور خاص خیال رکھا ہے کہ اُردو پڑھنے والے عام لوگوں کو کوئی دُشواری نہ ہو۔جن کہانیوں کا انتخاب کیا گیا ہے وہ بڑی دلچسپ ہیں۔ترجمہ کی خوبی اور روانی نے دلکشی میں اضافہ کر دیا ہے۔

لینن کو ہندستان کی آزادی سے گہری دلچسپی اور ہمدردی تھی ان کے افکار نے ہندستان کی تحریکِ آزادی کو متاثر کیا ہے۔دوسری طرف وہ ہندستانی مجاہدینِ آزادی جو انقلابِ رُوس کے بعد مہاجرین کی حیثیت سے روس گئے تھے بعض مقامات پر انقلاب دشمنوں کے خلاف رُوسی انقلابیوں" کے دوش بدوش لڑے تھے۔اب جبکہ آزادیِ ہند کی ۲۵ ویں سالگرہ منائی جا رہی ہے اور کچھ عرصہ بعد سوویت یونین کی ۵۰ ویں سالگرہ منائی جائیگی ہندستان اور سوویت یونین کے عوام کیلئے "پری خانہ اور لینن" کو ایک موزوں تحفہ تصوّر کیا جائیگا۔

غلام حیدر

www.taemeernews.com

دودھیا اندھیرا

دسمبر کی ایک اندھیری رات تھی۔ ہواؤں کے جھکڑ سمندر سے گھنے بادلوں کو ہانکتے ہوئے لا رہے تھے اور ان کے ساتھ برف کے خشک گالے چلے آ رہے تھے جن سے سارا شہر ابو ڈھک گیا تھا۔ سمندر کی چنچل موجیں گھاٹ سے اٹکھیلیاں کر رہی تھیں اور ساحل پر ان کے تھپیڑوں کی ہلکی ہلکی آواز اس سنسان چھوٹی سی گلی میں بھی سنائی دے رہی تھی جس کا ایک سرا گرجا کے قبرستان کی پتھر کی دیوار پر ختم ہوتا تھا۔ سب لوگ میٹھی نیند سو رہے تھے اور فضا پر ایک ایسی خاموشی، ایک ایسا گمبھیر سناٹا چھایا ہوا تھا جیسے کہ یہ گلی غیر آباد ہو ... جیسے کہ یہاں کوئی رہتا ہی نہ ہو۔ البتہ تاجر والٹر بورگ کے گھر کی ایک کھڑکی سے روشنی چھن چھن کر باہر آ رہی تھی

ھیوگو اور سوین اپنے والد کے کمرے میں ایک تکیہ دار تخت پر بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کے لباس سے معلوم ہو رہا تھا کہ وہ ابھی ابھی کہیں باہر سے آئے ہیں۔ گرم چھوٹے کوٹ، دبیز جوتے۔ ٹوپیاں گھٹنوں پر رکھی ہوئیں۔ والٹر بورگ

www.taemeernews.com

بڑی بے چینی اور اضطراب کے عالم میں یوں اِدھر سے اُدھر ٹہل رہے تھے جیسے کہ کوئی اُلجھن اُنھیں ستا رہی ہو۔

"ایسا ہو ہی نہیں سکتا۔ تم لوگ برف کی گولیوں سے کھیلنے میں اتنے محو ہو گئے ہو گے کہ ٹرین آئی اور چلی بھی گئی؟"۔۔۔

"جی نہیں۔ ابا! ۔۔۔ ہم آپ سے بالکل سچ کہہ رہے ہیں"۔ بڑے لڑکے ھیوگو نے کہا۔ "میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ آپ کے دوست اس ٹرین سے نہیں آئے۔ ہم نے چھ نمبر کے ڈبے سے اُترنے والے ایک ایک شخص کو اچھی طرح دیکھا ہے۔ آپ کے دوست نہیں تھے"۔۔۔

"ہاں! ہاں! چھ نمبر کے ڈبے سے ۔۔۔۔۔" سوین اپنی بات پوری بھی نہ کرنے پایا تھا کہ والٹر بورگ بیچ میں بول پڑے۔

"لیکن ابھی ابھی تو تم لوگوں نے کہا تھا کہ اس ڈبے کے پاس کئی روسی آئے تھے؟"

"جی ہاں! ان روسیوں نے پہلے تو دو آدمیوں سے سلام علیک کی اور پھر ایک دم ان پر برس پڑے"۔ ھیوگو نے کہا۔ وہ لوگ روسی میں بات کر رہے تھے۔ سوین اور میں، ان کی گفتگو کا ایک لفظ بھی نہیں سمجھ سکے لیکن ہم نے ایک بھی ایسا شخص نہیں دیکھا جس کے سیدھے ہاتھ میں اخبار اور بھورے رنگ کا بیگ ہو۔ اس ڈبے میں ایسا کوئی مسافر نہیں تھا ۔۔۔"

"ناممکن!" بورگ نے گرج کر کہا۔ "مجھے تو تمہاری بات پر یقین نہیں آتا۔ شہر سے ان کی روانگی کے بعد ھیلسنگفورس سے ٹیلفون پر مجھ کو اطلاع دی گئی۔ پھر وہ کہاں چلے گئے؟"

ھیوگو اور سوین نظریں نیچی کئے خاموش بیٹھے رہے۔

"اب جاؤ اور سو جاؤ!" بورگ نے کہا۔ "تین گھنٹے کے بعد میں پھر تمہیں

www.taemeernews.com

جگاؤں گا اور تمہیں صبح کی ٹرین کے لئے دوبارہ اسٹیشن جانا ہوگا۔ سمجھے"!

دونوں بچے منھ لٹکائے ہوئے اپنے سونے کے کمرے میں چلے آئے۔ باپ کی ڈانٹ ڈپٹ نے ان کے دلوں کو افسردہ اور بوجھل بنا دیا تھا۔ والٹر بورگ بھی تخت پر لیٹ گئے اور نیند کے انتظار میں کروٹیں بدلنے لگے لیکن نیند کا کوسوں پتہ نہیں تھا۔ انھوں نے شیلف سے ایک کتاب نکالی مگر وہ بھی پڑھ نہ سکے۔ پھر وہ تخت سے اُٹھ کر میز پر جا بیٹھے اور اپنی فرم کے حسابات اور کاروباری مراسلت اُلٹنے پلٹنے لگے۔ شکر کی ایک تلف شدہ کھیپ کے ہو جانے کا دعویٰ پیش کرنے کی کل آخری تاریخ تھی۔ ان کو اپنے سپلائی کنندہ سے اس معاملہ کو نمٹانا تھا ورنہ ان کی فرم والٹر بورگ اینڈ سنس" کو نقصان برداشت کرنا پڑتا لیکن اس کام میں بھی ان کا دل نہیں جما۔

"جہنم میں جائے یہ شکر"! اُنھوں نے جھنجلا کر کاغذات دُور کھسکا دئے اور منھ ہی منھ میں بڑبڑانے لگے۔ اس وقت ان کے دماغ میں صرف یہی ایک سوال گردش کر رہا تھا: "اولیانوف آخر کہاں جا سکتے ہیں؟ کیا یہ بچے ٹرین کے وقت پر اسٹیشن نہیں پہنچے"؟ "کہیں اولیانوف ابو کی گلیوں میں بھٹکتے تو نہیں پھر رہے ہیں؟"

ابھی وہ اسی فکر میں ڈوبے ہوئے تھے کہ باہر کے پھاٹک کھلنے کی چرچراہٹ سنائی دی۔ پھر قدموں کی چاپ .... ان کے کان کھڑے ہو گئے۔ کوئی زینے چڑھتے ہوئے چلا آرہا تھا۔ بورگ جھپٹ کر برآمدے میں پہنچے اور تیزی سے دروازہ کھول دیا۔

"ارے! آپ .... کامریڈ اولیانوف!" بورگ کی باچھیں کھل گئیں۔ "آخر میرے بچے آپ کو لینے کے لئے اسٹیشن نہیں آئے تا — میں تو پہلے ہی سمجھ گیا تھا کہ ایسا ہی ہوا ہوگا! لیکن یہ تو بتائیے کہ آپ اتنی دیر تک رہے کہاں؟" بورگ نے اپنے مہمان کو کوٹ اُتارنے میں مدد دیتے ہوئے پوچھا۔

www.taemeernews.com

"لیکن آپ کے بچے بیکار اسٹیشن گئے۔ کیا وہ اب تک نہیں سوئے؟" اولیانوف نے کمرے کے اندر داخل ہوتے ہوئے سرگوشانہ انداز میں پوچھا ـــــ "ارے بھئی! ھیلسنگفورس سے پولیس کے سُراغرساں میرا پیچھا کر رہے تھے لیکن ہم بھی تو قیامت کی نظر رکھتے ہیں" ـــــ اولیانوف کے چہرے پر ایک شوخ ـــــ مسکراہٹ پھیل گئی ـــــ "ہم بھی تاڑ گئے کہ یہ لوگ ابو میں ہمارا شاندار استقبال کرنے والے ہیں۔ چنانچہ ہم ابو سے ایک اسٹیشن پہلے .... کیا نام ہے اس کا؟"

"لتوائنین اسٹیشن؟"

"ہاں! ہاں! وہی ـــــ بالکل وہی!" "اسی اسٹیشن پر میں نے ان پولیس کے سُراغرسانوں کو ایسا چکمہ دیا ـــ کہ وہ بھی کیا یاد کریں گے! جب ٹرین چل پڑی تو میں جھوٹ موٹ جہازوں کی آمد و رفت کا ٹائم ٹیبل پڑھنے میں منہمک ہو گیا اور وہ لوگ بڑے اطمینان سے اپنے ڈبے میں جا بیٹھے۔ میں نے چپکے سے اپنا بیگ اٹھایا اور چلتی ٹرین سے نیچے کود پڑا..... حُسنِ اتفاق سے پشتے کے کنارے برف بڑی گہری ہے..... اور جانتے ہو! وہاں سے پیدل چلا آ رہا ہوں....."

اولیانوف کمرے میں ٹہلتے ہوئے بورگ کو تفصیلات سُنا رہے تھے، اور اپنے کانوں کو ہتھیلیوں سے مسلسل رگڑے جا رہے تھے۔ ہوا اور برف سے ان کی آنکھیں سُوجھ سی گئی تھیں اور رُخسار سوزش سے تمتما رہے تھے۔

فراٹے بھرتی ہوئی ریل سے چھلانگ لگانا اور وہ بھی رات کے وقت ـــــ اس تصور ہی سے بورگ کے جسم میں ایک کپکپی دوڑ گئی۔ "افوہ! ـــــ کتنا جوکھم مول لیا تھوں نے! ـــــ وہ تو خیر ہوئی کہ ہڈی پسلی ٹوٹی نہیں"۔

"غضب کر دیا آپ نے تو!" ـــــ بورگ نے کہا ـــــ "میں ابھی آپ کے لئے گرم آشام شراب لاتا ہوں۔ آپ وہ پیتے ہی سو جائیے!"

www.taemeernews.com

"لیکن آپ پہلے مجھے یہ بتایئے کہ آپ نے سویڈن کو میری روانگی کا انتظام کیا بھی ہے یا نہیں؟"

"ذرا صبر کیجئے، کامریڈ اولیانوف! میں ایک لمحہ میں آپ کو سب کچھ بتا دوں گا پہلے آپ کے لئے گرم آشام شراب تو لا دوں ورنہ آپ کو سردی لگ جائیگی۔"

"معاف کیجئے! آپ یہ بھول رہے ہیں کہ اس وقت میں ڈاکٹر ممّلو ہوں۔" لینن نے اُنگلی کے اشارے سے بورگ کو جتاتے ہوئے کہا ——— "اور آپ کی معلومات کے لئے یہ بھی بتا دوں کہ میں ایک ارضیات داں ہوں۔ حال ہی میں آپ کے ملک پہنچا ہوں اور یہاں ابو کے چونے کے پتھر کا تحقیقاتی مطالعہ کرنے کے لئے آیا ہوں میرا ارادہ یہاں ایک دو دن ٹھیر کر اپنی مادرِ وطن کو لوٹ جانے کا ہے سمجھ گئے نا آپ!" ———

بورگ نے گردن ہلا کر اثبات میں جواب دیا۔

"اور جناب کو یہ بھی بتا دوں کہ میں گرم آشام شراب نہیں پیتا، البتہ گرم چائے مل جائے، تو انکار نہیں کروں گا" ——— اولیانوف نے کہا

بورگ چائے تیار کرنے کے لئے چلے گئے اور لینن صدری کے اندر دونوں ہاتھ ڈھانکے ہوئے کمرے میں ٹہلنے لگے۔ ان کا سر قدرے جھکا ہوا تھا اور وہ دماغ ہی دماغ میں فن لینڈ کی سرحد پار کرنے کا نقشہ تیار کر رہے تھے۔ وہ سوچ رہے تھے کہ بورگ ان کی کیا مدد کر سکتے ہیں؟ سمندری جہاز سے جانے کا تو کوئی سوال ہی نہیں۔ بندرگاہ پر پولیس کی کڑی نگرانی ہے۔ پھر یہاں سے سویڈن اور سویڈن سے سوئٹزر لینڈ کو کس طرح جانا چاہیئے؟ وہ ٹہلتے ٹہلتے دیوار پر لٹکے ہوئے نقشہ کے پاس کھڑے ہو گئے اور اس کو غور سے دیکھنے لگے "ٹھیک ہے! ایک صورت تو یہ ہو سکتی ہے کہ شمال کو جائیں اور وہاں سے برف کو پار کرتے ہوئے سویڈن میں داخل ہو جائیں۔

www.taemeernews.com

ورنہ ماہی گیری کی کشتی لیں اور اس راستے سے سرحد پار کریں جو برف توڑ جہاز نے بنایا ہے ——— یا پھر پیدل ہی خلیج بوتھنیا کے کنارے کنارے چل پڑیں لیکن یہ فاصلہ تو ۷ سو ورسٹ[1] سے کم نہیں ہے۔"

اتنے میں والٹڑ نے چائے، روٹی اور پنیر لا کر میز پر رکھ دی تھکے ماندے اولیا نوف پر جب بھی ان کی نظریں پڑتیں، ان کا تر و تازہ چہرہ، فکر و پریشانی کا آئینہ دار بن جاتا ———

والٹڑ بورگ ابو کے ایک دیانتدار اور قابل بھروسہ تاجر کی حیثیت سے مشہور تھے اور اپنے ساتھیوں میں عزت و احترام کی نظروں سے دیکھے جاتے تھے لیکن انھوں نے اپنی زندگی اور اپنا سارا کاروبار سوشیل ڈیموکریٹک پارٹی کے مقاصد اور مفادات کی تکمیل کے لئے وقف کر دیا تھا اور اب اپنے دونوں بیٹوں کو بھی مزدور طبقہ کی خدمت کے لئے تیار کر رہے تھے۔

"اچھا، میرے پیارے کامریڈ والٹڑ! یہ تو بتایئے کہ آپ مجھے کس طرح اسٹاکھوم بھیجنے والے ہیں؟"

"آپ فکر نہ کیجئے۔ میں نے ایک جہاز کے کپتان سے بات چیت کر لی ہے"

"نہیں! نہیں! مجھے جہاز سے نہیں جانا چاہیئے" ولادیمیر ایلیچ نے کہا۔ مجھے تو ساحلی پہاڑیوں کے راستے، پیدل اور کشتی کے ذریعہ جانا ہوگا۔"

"تب تو مجھے فن لینڈ کے ایک سرگرم کارکن سے مشورہ کرنا پڑے گا۔ یہاں ایک طالب علم رہتا ہے۔ لڈوم لینڈ اسٹروم، وہ سویڈن کے مزدوروں کی یونین کا رکن ہے۔ رات کی رات آپ آرام لے لیجیئے۔ کل ہم دونوں اس کے

---

[1] روس کا مسافت کا پیمانہ جو تقریباً دو تہائی میل کے برابر ہوتا ہے۔

www.taemeernews.com

پاس چلیں گے"۔۔۔۔

"نہیں! نہیں! کل نہیں، ابھی ۔۔ اسی وقت"۔ اولیانوف نے اصرار کے ساتھ کہا۔۔۔ "مجھے یقین ہے کہ ابو میں پولیس میری تلاش کر رہی ہے۔ ہمیں پولیس کو اس بات کا موقع نہیں دینا چاہیئے کہ وہ مجھے آپ کے مکان سے ڈھونڈ نکالے۔ ہمیں ابھی بہت کام کرنا ہے، کامریڈ والٹر"۔۔۔۔

"ٹھیک کہتے ہیں، آپ۔ چلیئے۔ میں تیار ہوں"۔

اور پھر وہ دونوں برف سے پٹی ہوئی سڑک پر نکل پڑے۔

رات ابھی باقی تھی کہ لڈوگ لِند اسٹروم برف گاڑیوں کے اڈے میں داخل ہوا اور گاڑی بان سے بات چیت کرنے لگا۔

"ارے بھیّا۔ تازہ دم گھوڑوں کا جوڑا چاہیئے۔ جرمن پروفیسر مُلر کو جزیرہ کرجالا جانا ہے"۔

"اتنی رات گئے کون وہاں جانا چاہتا ہے بھائی! سب لوگ سوئے ہوئے ہیں"۔ گاڑی بان بڑبڑانے لگا۔ "ابھی تو گھوڑوں نے بھی پوری طرح آرام نہیں لیا ہے"۔

"لیکن پروفیسر بہت جلدی میں ہیں۔ گھوڑے فوراً چاہئیں"۔ طالب علم پُرجوش انداز میں اصرار کرنے لگا۔ خود پروفیسر بھی ہاتھ میں بیگ لئے اس کے بازو کھڑے تھے۔

"ماننا پڑتا ہے بھئی۔ یہ جرمن لوگ واقعی وقت کے قدردان ہوتے ہیں"۔ گاڑی بان نے پروفیسر کی چبھتی ہوئی نگاہوں کے سامنے گھوڑوں کو جوتتے ہوئے کہا۔۔۔۔ "دیکھو نا! یہ وہ کوئی لمحہ بھی ضائع کرنا نہیں چاہتے"۔

---

www.taemeernews.com

دوپہر کے لگ بھگ دونوں مسافر ساحلی پہاڑیوں کے علاقہ میں پہنچ گئے۔ برف کے گالوں میں اٹے ہوئے گھوڑے ایک بڑی عمارت کے سامنے کھڑے تھے جس کی پھاٹک پر ــــــ "فریڈرکسن اینڈ سنس" کی تختی آویزاں تھی۔ یہ ایک سرائے تھی۔ اس وقت دروازے ہی پر بوڑھا مالک فریڈرکسن اپنے مہمانوں کو مل گیا۔ چوڑا چکلا سینہ۔ چھوٹی ہلکی رنگدار آنکھیں، جہاں دیدہ چہرہ ــــ لِنڈ اسٹروم نے سرگوشانہ انداز میں "شناختی لفظ" کہا۔

"آداب عرض ہے۔ خوش آمدید!" فریڈرکسن نے دبی آواز میں کہا۔ "تشریف لائیے! تشریف لائیے"ــــ

اندر ایک وسیع کمرے میں میز کے گرد فریڈرکسن کی بیوی، بیٹا اور بہو بیٹھے ہوئے تھے۔ اولیانوف نے "ڈاکٹر مُلر" کی حیثیت سے اپنا تعارف کراتے ہوئے ہر ایک سے ہاتھ ملایا۔

ــــــــ فریڈرکسن اور ان کے بیوی بچوں نے مہمانوں کو بھی اپنے ساتھ کھانے میں شریک ہونے کی دعوت دی اور مچھلی اور آلو کے پُلاؤ[1] سے ان کی تواضع کی۔ کھاتے وقت کسی قسم کی بات چیت نہیں ہوئی۔ فن لینڈ کے لوگ یوں بھی بڑے کم سخن ہوتے ہیں اور خاص طور پر کھانے کے دوران تو شاذ و نادر ہی بات کرتے ہیں۔

دوپہر کے کھانے کے بعد فریڈرکسن دونوں مہمانوں کو اپنے سونے کے کمرے میں لے گیا کیوں کہ کسی بھی لمحے مسافر خانے میں کوئی اجنبی آسکتا تھا۔

"دیکھئے ہمیں اسٹاکھوم تک پہنچنے میں پروفیسر کی مدد کرنی چاہئے"ــــ لِنڈ اسٹروم نے کہا ــــ "آپ کے پاس کوئی گائیڈ ہے؟"

---

[1] ایک قسم کا مغربی کھانا۔

www.taemeernews.com

"ایک مہینے سے پہلے تو آپ کو ہمارے پاس کوئی "گائیڈ" نہیں مل سکے گا" ———— فریڈرکسن نے کچھ دیر توقف کے بعد جواب دیا۔

"لیکن پروفیسر بہت جلدی میں ہیں"۔ طالب علم نے وضاحت کی۔ "گائیڈ و معاوضہ دیا جائے گا"۔

"دیکھو، ان سے زیادہ کا وعدہ نہ کرو"۔ پروفیسر نے یہ محسوس کرتے ہوئے کہ ان دونوں کے درمیان روپیہ پیسے کی بات ہو رہی ہے، طالب علم کو آگاہ کیا۔ "میرے وسائل بہت محدود ہیں"۔

لنڈاسٹرڈم نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ جانتا تھا کہ اس کے ہاتھ میں ابھی ترپ کا ایک پتہ باقی ہے۔

ان دونوں کے درمیان تفصیلی بات چیت کے بعد یہ طے ہوا کہ رات میں خود فریڈرکسن ساحلی پہاڑیوں میں جائے اور اسٹاکھوم جانے والا کوئی امکانی راستہ تلاش کرے۔

"اچھی بات ہے! لیکن مجھے اندیشہ ہے کہ آپ کو وہاں گرمائی بنگلہ میں ٹھیرنا پڑے گا" ———— فریڈرکسن نے کہا

جب فریڈرکسن باہر جانے لگا تو طالب علم نے بڑے رازدارانہ انداز میں بتایا کہ پروفیسر روس کے زار کا ایک طاقتور اور ذہین دشمن ہے۔ یہی اس طالب علم کے ترپ کا پتہ تھا جو کام کر گیا اور فریڈرکسن تیزی کے ساتھ پہاڑیوں کی طرف چل پڑا۔

روشنی کی کرنیں کواڑوں سے چھن چھن کر کمرے میں آ رہی تھیں لینن کچھ لکھنے میں مشغول تھے اور ان کی کاپی پر روشنی پڑ رہی تھی تھوڑی تھوڑی دیر کے

www.taemeernews.com

بعد وہ اُٹھ کر تیز تیز ٹہلنے لگے۔ لڈوگ کھڑکی کے بازو بیٹھا ہوا ایک کتاب پڑھنے کی کوشش کر رہا تھا لیکن کمرا اتنا ٹھنڈا اور غیر آرام دہ تھا کہ وہ سردی کے مارے پڑھ نہیں پا رہا تھا۔ وہ تصویر حیرت بنا ان ہموار سطروں کو دیکھنے لگا جو پروفیسر کے قلم سے صفحہ قرطاس پر بکھرتی جا رہی تھیں۔ ایک گھنٹہ سے زیادہ وقت گزر چکا تھا اور وہ جیسے کہ سب لکھتے ہی جا رہے تھے۔ تیز تیز جیسے کہ کوئی انھیں لکھا رہا ہو۔ تحریر کا سلسلہ صرف اسی وقت رکتا جب انھیں قلم کو دوات میں ڈبونا یا ورق الٹنا ہوتا۔ یہاں تک کہ کاپی کا آخری صفحہ بھی ختم ہو گیا۔ وہ خاموشی سے اٹھے اور اپنے بیگ میں سے ایک نئی کاپی نکال کر پھر میز پر آ بیٹھے۔ گردپوش کے ایک کونے پر انھوں نے بہت ہی مدھم خط میں ۲۴ کا عدد لکھا اور پھر لکھنے میں مشغول ہو گئے۔ طالب علم نے دل ہی دل میں کہا: "ہونہہ! یہ ان کی ۲۴ ویں کاپی ہے" وہ یہ دیکھ کر اور بھی دنگ رہ گیا کہ پروفیسر نے پچھلی کاپی میں سلسلہ دیکھے بغیر ہی نئی کاپی میں لکھنا شروع کر دیا۔ "علمی مضامین اور اتنا تیز تیز لکھنا کمال ہے"۔۔۔ لڈوگ سوچتا ہی رہ گیا۔

شام ہو چکی تھی۔ فریڈرکسن کی بہو ان دونوں کا کھانا لیکر آئیں۔ کچھ چٹنک روٹی۔ تلی ہوئی مچھلیاں۔ سرخ بیبری کی شراب۔۔۔ لڈوگ نے کھڑکی بند کر کے چراغ اور ولادیمیر ایلئچ نے بڑی خوش اسلوبی کے ساتھ آتشدان میں لکڑیاں لگائیں۔ پھر دونوں نے مل کر رات کا کھانا کھایا۔ اس کے بعد اولیانوف نے کچھ دیر ٹہلنے کی خواہش ظاہر کی۔

"مجھے بچپن ہی سے روزانہ ٹہلنے کی عادت ہے"۔۔۔ انھوں نے کہا

لڈوگ کو پروفیسر کے ساتھ چہل قدمی میں بے حد لطف آیا۔۔۔ وہ اولیانوف کو بڑے زور کے ساتھ جرمن زبان بولتے ہوئے سن کر مزے لے رہا تھا!

www.taemeernews.com

اور خود بھی ان کے لہجے کی نقالی کی کوشش کر رہا تھا۔ اس کو پروفیسر کے کئی سوالات کے جوابات دینے کے علاوہ چند ضروری سوویٹی الفاظ کے معنی بھی سمجھانے پڑے۔

اولیانوف نے بات چیت کے دوران اپنی روانگی میں تاخیر پر کچھ اضطراب کا اظہار کیا تو لڈوگ بڑی سادہ لوحی کے ساتھ پروفیسر کو تسلی دینے لگا کہ انھیں فکرمند ہونے کی کوئی ضرورت نہیں۔ وہ امن و چین کے ساتھ فن لینڈ میں رہ سکتے ہیں کیوں کہ "فن لینڈ" کا دستور ان کی حفاظت کریگا"۔ لنڈ اسٹرم کو اس بات پر فخر تھا کہ فن لینڈ میں دنیا کا ایک انتہائی جمہوری دستور نافذ ہے۔ وہ اس حقیقت کو تو تسلیم کرتا تھا کہ دسمبر ۱۹۰۵ء کے انقلاب میں روسی مزدوروں ہی نے فن لینڈ کے عوام کے لئے یہ دستور حاصل کیا ہے۔ پھر بھی اس کا یہ خیال تھا کہ چاہے کچھ بھی ہو یہ دستور بہر حال فن لینڈ کا دستور ہے۔

"آپ اس دستوری تحفظ سے استفادہ کر سکتے ہیں"۔ اس نے ولادیمیر ایلیچ سے کہا "میں جانتا ہوں کہ آپ ہی وہ پہلے روسی ہیں جنھوں نے قوموں کے اپنے مستقبل کا آپ فیصلہ کرنے کے حق کو تسلیم کرنے کا مطالبہ کیا ہے۔ بلاشبہ آپ ہمارے عوام کے حقیقی دوست ہیں۔۔۔۔"

"لیکن آپ کے بورژوازی کا نہیں"۔ ولادیمیر ایلیچ نے پرجوش لہجے میں کہا "فن لینڈ کا بورژوازی روسی انقلاب سے خوف زدہ ہو گیا ہے۔ اس کی بھی نیندیں اڑ گئی ہیں۔ وہ آنکھ میچ کر روسی انقلابیوں کو زار کے حوالے کر دیتے ہیں محض اس امید میں کہ ان کی یہ بہی خواہی ان کو زار شاہی ظلم و استبداد سے محفوظ رکھے گی لیکن نہ ایسا ہوا ہے اور نہ کبھی ہو سکتا ہے۔ بغرار نے تو فن لینڈ کے دستور کو کاغذ کا ایک پرزہ بنا کر رکھ دیا ہے"۔

اس رات بہت دیر تک لڈوگ سو نہیں سکا۔ تنہائی میں طرح طرح کے

www.taemeernews.com

خیالات اس کے ذہن میں اُبھر رہے تھے۔ "کیا یہ ہو سکتا ہے کہ میرے ہم وطن اس پروفیسر کے ساتھ غداری کریں؟ ناممکن!۔ یہ تو بڑی شرمناک بات ہوگی۔ زار روس اپنی رعایا سے انتقام لے رہا ہے لیکن فن لینڈ والے آخر کیوں زار روس کا ہاتھ بٹائیں؟" پروفیسر فن لینڈ کے عوام کو مزدور اور بورژوازی میں بانٹ رہے تھے لیکن لڈوگ لنڈاسٹروم تو فن لینڈ کے سارے باشندوں کو ایک قوم اور ایک ہی خاندان کے ارکان سمجھتا تھا۔ لیکن کیا اس کا یہ خیال سچ ہے؟ کیا یہ خاندان فی الواقعی متحد ہے؟۔ اب خود لڈوگ کو اس کا یقین نہیں رہا تھا۔

تیسرے دن صبح ہی صبح، جب شدید برفباری ہو رہی تھی، فریڈرکسن ساحلی پہاڑیوں سے واپس لوٹا اور آتے ہی ——— پروفیسر اور طالب علم کو نیند سے جگا دیا۔

"اُٹھئے! اُٹھئے! ہمیں فوراً یہاں سے نکل چلنا چاہئے۔" اس نے کہا۔ "پولیس ساحلی پہاڑیوں تک پہنچ چکی ہے اور یقیناً اس جگہ کی بھی تلاشی لی جائیگی۔ فن لینڈ کی پولیس کو روسی انقلابیوں کی گرفتاری کے احکام دے دیئے گئے ہیں۔"

فریڈرکسن نے برفانی گاڑی اور گھوڑے لانے کی ہدایت کی اور پروفیسر سے کہنے لگا۔

"لیکن ہم ہمارے ساتھ چلے گا ہمارے بڑے صاحبزادے کارل صاحب تو ایک اہم شخصیت ہیں۔ وہ ہادی ہیں اور صرف خانوادہ شاہی کے ہمراہ جایا کرتے ہیں۔" ——— اس کے لہجے میں مزاح کے ساتھ ساتھ یک گونہ فخر بھی چھلک رہا تھا۔

پَو پھوٹ رہی تھی اور اُفق کے پیچھے سے مدھم مدھم اُجالا سر نکال رہا تھا۔

ولادیمیر الیچ نے لنڈاسٹروم سے ہاتھ ملایا اور اس کی مدد کا شکریہ ادا

www.taemeernews.com

کرتے ہوئے اس کے لئے تمام تر نیک تمناؤں کا اظہار کیا:

"آپ کو بھی اپنے مقصد میں قدم قدم پر کامیابی نصیب ہو"۔۔ طالب علم نے جذباتی لہجے میں کہا۔ "آپ نہیں جانتے کہ آپ کے ساتھ قیام میرے لئے کتنا متاثر کن اور مفید ثابت ہوا اور آپ نے میری فکر کو کتنی گہرائی عطا کی"۔۔

ولادیمیر ایلیچ طالب علم سے رخصت لیکر برف گاڑی میں فریڈرکسن کے بازو بیٹھ گئے اور ولھیم نے گھوڑوں کو چابک لگا دی۔

برگان گاؤں میں انھیں ایک محرومی سے دو چار ہونا پڑا۔ یہاں سے جو شخص پروفیسر ملر کو آگے لیجانے والا تھا، اس وقت گھر پر موجود نہیں تھا۔ اس کی بیوی نے کچھ کہے سُنے بغیر ان کے بیٹھنے کے لئے دو کرسیاں میز کے قریب رکھ دیں اور میز پوش کی سلوٹیں صاف کرنے کے بعد باہر چلی گئی۔ پروفیسر نے اپنی چھوٹی سی لغت نکالی اور اس کی مدد سے فریڈرکسن کے ساتھ بات چیت کرنے کی کوشش کی لیکن وہ پروفیسر کا مطلب نہیں سمجھ سکا۔ وہ اپنی سفید پلکیں مارتے ہوئے گردن ہلا ہلا کر انہیں غور سے گھورتا جاتا اور بیچ بیچ میں اچانک پوچھ بیٹھتا:

"کیا؟ کیا فرمایا آپ نے؟"——

یوں ہی تقریباً دو گھنٹے گزر گئے۔ فریڈرکسن اپنی جگہ سے اُٹھ کھڑا ہوا اور ولادیمیر ایلیچ سے کچھ کہنے لگا۔ پروفیسر اس کی ساری بات چیت سے صرف اتنا سمجھ سکے کہ اب وہ یا اس کا بیٹا اور زیادہ دیر تک نہیں ٹھیر سکتے کیوں کہ سرائے میں کوئی بھی مرد آدمی نہیں ہے۔

فریڈرکسن نے پروفیسر کو ایک تصویر کا ٹکڑا دیا جو ناہموار طور پر کترا ہوا تھا۔ ولادیمیر ایلیچ نے وہ تصویر اپنی جیب میں رکھ لی۔

اتنے میں مالکن کافی اور کچھ چوکور بسکٹ لئے ہوئی آئی جن پر "جابج بورمن"

www.taemeernews.com

کا نام کندہ تھا۔ ولاد یمیرا ایلیچ نے اپنی میزبان خاتون کے ساتھ بات چیت شروع کرنے کے لئے لغت کی مدد سے ایک جملہ بنانے کی کوشش کی۔ سویڈی زبان میں کوئی فقرہ بنا لینا، کچھ مشکل نہ تھا لیکن پریشانی یہ تھی کہ اس کا تلفظ کس طرح کیا جائے؟۔ ناقروکین نے انھیں کچھ ابتدائی سبق پڑھائے تھے لیکن ظاہر ہے کہ بات چیت کرنے کے لئے اتنی جانکاری تو کافی نہیں ہوتی۔

بازو کے کمرے سے ایک مردانی آواز سنائی دی۔

"بالآخر مالک مکان آ ہی گیا"—— ولاد یمیرا ایلیچ نے دل ہی دل میں یہ سوچ کر اطمینان کی ایک گہری سانس لی۔

بات چیت کے انداز سے یوں جان پڑتا تھا کہ وہ شخص کچھ پوچھ رہا ہے اور عورت اس کے سوالات کا جواب دے رہی ہے۔ اچانک کمرے کا دروازہ کھلا۔ فینی یولیس کا ایک جوان، پروفیسر کے سامنے کھڑا تھا اور وہ سوالیہ نظروں سے اس کو دیکھے جا رہے تھے۔

"وکٹر کارلسن"!۔ پولیس جوان نے کھٹ سے جوتیوں کی ایڑیوں کو ملاتے ہوئے اپنا تعارف کرایا۔ "دروازے پر گھوڑے بالکل تیار ہیں۔ ہم چل سکتے ہیں"

"کیا میں گرفتار کر لیا گیا ہوں یا——؟" ولاد یمیرا ایلیچ نے دل ہی دل میں سوچا اور پھر فوراً ہی پولیس جوان سے مخاطب ہو کر کہا: "میں توثیق چاہتا ہوں"۔

"یہ لیجئے"۔ پولیس جوان نے اپنی وردی کی جیب سے ایک تصویر کا ٹکڑا نکالا یہ ٹکڑا بھی ناہموار طور پر کترا ہوا تھا۔ ولاد یمیرا ایلیچ نے خوب غور سے اس کو دیکھا پھر اس ٹکڑے کے ساتھ جوڑا جو فریڈرکسن نے انھیں دیا تھا۔ یہ دونوں ٹکڑے مل کر ایک مکمل تصویر بن گئے۔ ایک سنہرے بالوں والی خوبصورت لڑکی اور ایک تیز نظر گرجدار بادلوں جیسے

www.taemeernews.com

پنکھوں والا عقاب۔ اس تصدیق کے بعد ولادیمیر ایلیئچ کا اندیشہ دور ہو گیا۔ پولیس جوان ڈاکٹر کارلسن فن لینڈ کے سرگرم انقلابیوں کی ایک خفیہ تنظیم کا رکن تھا اور فن لینڈ کی آزادی کے لئے لڑنا اس خفیہ تنظیم کا مقصد تھا۔ فن لینڈ کے یہ سرگرم انقلابی روس کی زار شاہی سے ٹکرانے والے مجاہدوں کی ہر ممکنہ مدد کیا کرتے تھے۔

دو گھوڑ سوار ایک پہاڑی پر اونچی نیچی چٹانوں کے درمیان ایک چھوٹے سے لال مکان کے سامنے پہنچ کر رک گئے۔ سفید برفانی پس منظر میں بکار تنہا کھڑا ہوا مکان بڑا دلکش نظر آ رہا تھا اور اس وقت تو غروب آفتاب کی آتشیں سرخی نے اس کے دریچوں کو بھی گلنار بنا دیا تھا۔

"لیجئے! ہماری منزل آ گئی"۔ کارلسن بڑی شان سے یہ اعلان کرتے ہوئے زین سے کود پڑا اور ایک چوبی ستون سے گھوڑے کو باندھنے کے بعد دروازے کی طرف بڑھا۔ دروازہ اندر سے بند نہیں تھا چنانچہ ذرا سا دھکیلتے ہی دونوں پٹ کھل گئے۔

اس نے مالک مکان کے ساتھ کانوں ہی کانوں میں کچھ بات چیت کی اور پھر اس کی بیوی کو سر کے اشارے سے سلام کرتے ہوئے پلٹ کر چلا گیا۔ اس کو نوکری پر جانا تھا اور وہ نہیں چاہتا تھا کہ دیر حاضری ہو۔

ولادیمیر ایلیئچ اپنے میزبان کے بازو ہی ایک بنچ پر بیٹھ گئے۔ وہ ایک مچھیرا تھا۔

"بھیا! مجھے جلد سے جلد اسٹاکھوم پہنچنا ہے۔ آپ کچھ بتائیں گے کہ اس کے لئے ہمیں کیا کرنا ہوگا؟" انھوں نے سویڈش میں پوچھا۔

مچھیرے نے کچھ جواب نہیں دیا۔ وہ اپنے پائپ میں انگوٹھے سے دبا دبا کر تمباکو بھرے جا رہا تھا اور بڑے اطمینان کے ساتھ اتنی توجہ میں جٹا ہوا تھا۔ پائپ بھی بھرے اور بات بھی کرے ۔۔۔ ایک وقت میں دو دو کام ۔۔۔ نا بابا نا۔۔

www.taemeernews.com

جب پائپ اچھی طرح بھر گیا تو اس نے بڑے اطمینان سے اس کو سلگا کر دو چار لمبے لمبے کش کھینچے اور پھر اپنے مہمان کو سر سے پیر تک یوں گھور گھور کر دیکھنے لگا جیسے کہ وہ اس کے رگ پٹھوں کے کس بل اور دم خم کا اندازہ کر رہا ہو۔

"کچھ نہیں کہا جا سکتا۔" اس نے کہنا شروع کیا۔ "کوئی سڑک نہیں ہے۔ نہ پیدل جا سکتے ہیں نہ کشتی میں۔۔۔۔ جب تک برف جم کر سخت نہ ہو جائے، آپ کو انتظار کرنا پڑے گا۔"

ولادیمیر ایلیچ نے اپنی نعت نکالی اور کچھ ورق الٹنے کے بعد پوچھا:

"تو یہ برف کب سخت ہو گی؟"

"خدا جانے!"

"سو تو ٹھیک ہے لیکن ابھی آپ نے کہا تھا نا کہ ہم نہ پیدل جا سکتے ہیں۔ نہ کشتی میں ۔۔۔ جی! ۔۔۔ کہا تھا نا آپ نے؟ لیکن اگر ہم دونوں طریقوں سے سفر کریں تو کیسا رہے گا؟ یعنی پیدل بھی اور کشتی میں بھی! ۔۔۔ آپ میرا مطلب سمجھ گئے ہوں گے برف پر کشتی دھکیلتے ہوئے پیدل چلیں پانی ملے تو کشتی میں بیٹھ جائیں۔ ہو سکتا ہے نا ایسا؟ میں نے ایک مرتبہ خلیج فن لینڈ میں اہی گیروں کو ایسا کرتے ہوئے دیکھا ہے۔"۔۔۔

ولادیمیر ایلیچ ہاتھوں کے اشاروں سے بھی اپنا مفہوم سمجھاتے جا رہے تھے۔

"نہیں، جناب! کہہ تو دیا نا میں نے کہ نہیں ہو سکتا۔" مچھیارے نے اٹل لہجے میں کہا: برف اتنی سخت نہ ہو گی کہ آدمی کا وزن سہار سکے۔ رہی کشتی ۔۔۔ تو وہ پانی پر جمی ہوئی برف میں چل نہیں سکے گی۔ برف سخت ہونے تک تو انتظار کرنا پڑے گا۔"

مچھیارے نے اپنے مہمان کو ایک چھوٹے سے کمرے میں ٹھہرایا اور وہیں ان کے سونے کا انتظام کر دیا۔

دوسرے دن صبح جب وہ نیند سے بیدار ہو کر رسوئی میں منہ ہاتھ دھو رہے تھے

www.taemeernews.com

تو انھوں نے محسوس کیا کہ دو بڑی بڑی آنکھیں لگا تار انھیں گھور رہی ہیں۔
"دُور کیوں کھڑے ہیں، جناب؟ یہاں آیئے نا ..... ہو جائے آپ کی ہماری دوستی ....."
چولھے کے پیچھے سے ایک ننھا سا لڑکا آیا اور سر جھکا کر اپنا نام بتاتے ہوئے کہا: "ڈلھو"
"اور مجھے مُلّو کہتے ہیں"۔ ولاد یمیر ایلیچ نے بھی اسی طرح سر جھکا کر اپنا تعارف کرایا۔
مچھیارے کی بیوی نے بڑے پیار سے اس بچے کے سفید بالوں کو سہلاتے ہوئے پروفیسر کو بتایا کہ یہ اس کا بھانجا ہے اور اس کے ماں باپ یہاں سے دور ایک جزیرے میں رہتے ہیں لیکن وہاں کوئی اسکول نہیں ہے۔ اس لئے یہ بچہ یہاں چلے آتا ہے اور مقامی اسکول میں پڑھتا ہے
"اچھا! تو بابو! آج بھی آپ اسکول جا رہے ہیں؟ پروفیسر نے اپنی لغت میں دیکھنے کے بعد پوچھا۔
ولھو نے پنجوں پر کھڑے ہو کر بلند آواز میں جواب دیا: نہ ..... ہیں! میں صرف ہفت ..... تے میں تی ..... ن بار پڑھ ..... تا ہو ..... ں!"
"لیکن تم اتنا چیخ کیوں رہے ہو؟"
"اس لئے کہ آپ میری بات اچھی طرح سمجھ سکیں"۔
"خاموش رہ!" ولھو کی خالہ تا ہمی نے گھُر کا اور اس کا خالو دا اُنو ناراض نظروں سے اس کو دیکھنے لگا لیکن پروفیسر لڑکے کے اس بھولے بھالے انداز سے اتنے لطف اندوز ہوئے کہ ہنستے ہنستے پیٹ میں بل اور آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ جب ہنسی کم ہوئی تو انھوں نے آنکھیں پونچھیں اور حسب معمول لغت دیکھ کر کہنے لگے:

www.taemeernews.com

"بالکل ٹھیک کہتے ہو، ولھو! جب ایک شخص اناڑی پن سے کوئی بدیسی زبان بولتا ہے تو وہ ایک گونگے اور بہرے آدمی ہی کے برابر ہوتا ہے"۔

ابھی یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ میزبان خاتون نے بھنی ہوئی مچھلیوں سے لبالب ایک بڑا کٹورہ لاکر میز پر رکھ دیا اور اس کے شوہر نے ایک تپائی پر چڑھ کر سوکھی روٹی کے چند ٹکڑے کاٹے۔ روٹی لوہے کی طرح سخت تھی کیوں کہ مہینے میں صرف ایک بار حسبِ ضرورت روٹی پکائی جاتی تھی اور پھر اس کو سکھانے کے لئے اور اس لئے بھی کہ کسی کا ہاتھ آسانی سے اس تک نہ پہنچے، چھت کے قریب ایک ستون پر ٹانگ دیا جاتا۔۔۔

"ساری دُنیا میں ان داتا کسان ...... اسی طرح اپنی روٹی محفوظ رکھتا ہوگا!" والدیمیرا یلیچ سوچنے لگے۔

ماہی گیر نے شائد اپنے مہمان کے ذہن کو پالیا اور کہنے لگا:

"دیکھئے نا۔ یہ سمندر ہمیں مُفت میں مچھلیاں دیتا ہے اور روٹی ۔۔ اس کے لئے آپ کو یہاں چٹانوں میں اناج اگانا پڑے گا۔ اس کی ایک ایک بالی کی دیکھ بھال کرنی ہوگی۔۔۔"

"ناشتہ کیجئے پروفیسر!" میزبان خاتون نے کہا

کھانے سے فارغ ہونے کے بعد والدیمیرا یلیچ ایک چھوٹے سے کمرے میں چلے گئے اور میز پر ترتیب سے کچھ جدول رکھے۔۔۔ پھر انھیں دیکھ دیکھ کر ایک بڑے کاغذ پر اعداد و شمار ترتیب دینے لگے۔

ننھا ولھو دروازے سے لگا انھیں پرشوق نگاہوں سے دیکھے جا رہا تھا

ماہی گیر نے آواز دیکر اس کو قریب بُلایا۔

"دیکھ! تجھے جتائے دے رہا ہوں۔ کسی کو یہ نہ بتانا کہ ہمارے گھر میں کوئی

www.taemeernews.com

مہمان ٹھہرا ہوا ہے۔ اگر کوئی کھوج کر کے پوچھے بھی تو انجان بن جانا اور کہہ دینا کہ نہیں! ہمارے گھر میں کوئی بھی نیا آدمی نہیں ہے۔ سمجھ گیا نا؟"۔۔

"کاہے کو؟" دلھو نے بڑی معصومانہ حیرت سے پوچھا۔ "میں کیوں نہ کہوں کہ ہمارے پاس ایک مہمان آیا ہے؟"

"اس لئے کہ لوگ ہم سے جلنے لگیں گے۔ اور سن! تو یہ اڑجتی چھوڑ دے ورنہ چند صیا صاف ہو جائے گی۔ سمجھا!" ماہی گیر نے اپنے بھانجے کو گھڑکی دی ۔" ہر بات میں کیا؟ کیوں؟ کاہیکو؟ نٹ کھٹ کہیں کا! ـــــ چل نکل یہاں سے اور جا کر اپنا سبق یاد کر ـــــ خبردار جو انھیں تنگ کیا۔۔۔۔"

دلھو منھ لٹکائے وہاں سے چلا گیا اور ایک کتاب لیکر پڑھنے لگا ــ مچھیارے اپنا جال نکالا اور رسوئی ہی میں بیٹھ کر بڑی چابک دستی سے اس رپنے لگا۔ اس کی متجسس نگاہیں بار بار مہمان کے کمرے میں جھانک رہی تھیں اور اس کے دماغ میں کارلسن کی باتیں گونج رہی تھیں۔ وہ سوچ رہا تھا: "کیا یہ آدمی زار کا طاقتور ترین دشمن ہو سکتا ہے؟ یہ تو ایک معمولی مدرس دکھائی دیتا ہے۔"

ولادیمیر ایلیچ اپنی کتاب "زرعی پروگرام" کا آخری باب شروع کر چکے تھے اور اب ۲۶ ـ ویں کاپی ختم ہونے کو آگئی تھی۔ گزشتہ چند ہفتوں کے دوران وہ ۴ سو سے زیادہ صفحات لکھ چکے تھے۔ اگر انھیں اس اثنا میں نقل مقام کرنا نہ پڑتا تو وہ اس سے بھی زیادہ لکھ سکتے تھے۔

آخری کاپی بھی ختم ہو گئی۔ وہ اپنے کمرے سے نکل کر رسوئی میں چلے آئے اور میزبان سے پوچھنے لگے کہ کیا وہ ان کے لئے مقامی دوکان سے کچھ کاپیاں خرید کر لا سکتا ہے۔

دلھو تپائی سے اچھل کر کھڑا ہو گیا اور اپنے بستے میں سے ایک کاپی نکال کر

www.taemeernews.com

مہمان کی طرف بڑھا دی۔

"یہ لیجئے! میں آپ کو ایک کاپی دیتا ہوں۔"

"لیکن بابو! ایک سے تو میرا کام نہیں چلے گا۔" ولاد یمیر ایلیچ نے سر ہلاتے ہوئے کہا

ولھونے کچھ اور کاپیاں نکالیں۔ اس کے باپ نے اس کو سال بھر کے لئے کاپیاں خرید دی تھیں۔ یہ معمولی مشقی کاپیاں تھیں جن کے نیلے گرد پوش کے بیچوں بیچ سفید پٹیاں لگی ہوئی تھیں۔

پروفیسر کو بچوں کی مشقی کاپیوں میں لکھا ہوا دیکھ کر ننھا ولھو بڑی حیرت میں پڑ گیا۔

شام کا دھندلکا گہرا ہو چکا تھا اور الفاظ بالکل پڑھے نہیں جا رہے تھے صفحہ پر صرف ایک کالی لکیر سی نظر آنے لگی تھی۔ ننھے ولھو نے مہمان کے کمرے میں جھانکا اور پوچھنے لگا:

"سنئے! آپ اتنا زیادہ کیوں لکھتے ہیں؟"

"اس لئے کہ میں کچھ مشکلات حل کرنے کی کوشش کر رہا ہوں۔" پروفیسر نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

"آپ ان کو حل کر لیں گے؟"

"کیوں نہیں؟ یقیناً حل کریں گے۔"

"ہم ایک بات کہیں؟" ولھو پروفیسر سے کھسر پھسر کرنے لگا: "آپ نے اسٹاکھوم کا راستہ پوچھا تھا نا! — دیکھئے! برف پر نہ چلئے۔ آپ اس میں دھنس جائیں گے۔ موسم بہت خراب ہے اور برف ابھی بہت پتلی ہے۔ آپ ابو کو واپس

www.taemeernews.com

جائیے اور وہاں سے جہاز میں اسٹاکھوم جائیے۔ سمندر میں جہاز پر سفر کرنے سے بڑا مزہ آتا ہے یہ پرانی پردے والی کشتیاں، تو ایک دم انجر پنجر ڈھیلے کر دیتی ہیں۔"

"اچھی بات ہے۔ میں ضرور سوچوں گا" — ولادیمیر ایلیچ نے بڑی شفقت سے بچے کے سر کو تھپتھپاتے ہوئے کہا اور پھر چراغ جلا کر دوبارہ لکھنے میں مشغول ہو گئے۔ بتی جلاتے ہوئے انھیں اپنا سبز پوش والا چراغ یاد آ گیا۔

تھوڑی دیر بعد ہی سب اہلِ خانہ رات کے کھانے کے لئے اکٹھا ہو گئے۔

"کھانا تیار ہے، پروفیسر"

شاید ولادیمیر ایلیچ نے مہمان کا بلاوا نہیں سنا۔ وہ بدستور گردن نیچی کئے بایاں شانہ کچھ جھکا ہوا، لکھنے ہی میں مشغول رہے۔

"کھانے کے لئے تشریف لائیے، پروفیسر" — بچے نے ذرا بلند آواز سے کہا۔

"شکریہ! ابھی آیا" — ولادیمیر ایلیچ نے گھوم کر دیکھا اور کچھ سستاتے ہوئے کرسی سے اٹھ کھڑے ہوئے۔

رسوئی میں میزبان خاندان کے ساتھ کھانا کھاتے وہ ان لوگوں کے دکھ درد، ان کے مفادات اور پریشانیوں کے بارے میں سوچنے لگے۔ انھوں نے برگمین سے کئی سوالات پوچھ ڈالے۔ وہ اس پتھریلے ساحل پر کس طرح اناج اگاتا ہے؟ کس قسم کا اناج استعمال کرتا ہے؟ کتنی مچھلیاں پکڑتا ہے؟ گھر کی آمدنی کیا ہے؟ خرچ کیسے چلایا جاتا ہے؟ اس کی چھوٹی سی زمین کا لگان کتنا ہے؟ اور نہ جانے کیا کیا — ان کی ملنساری اور غمخواری اتنی پُرتاثیر تھی کہ مچھیارے کی شرمیلی اور کم سخن بیوی بھی ان سے گھل مل کر باتیں کرنے لگی۔ ایک دو دن ہی میں گھر کا گھر ان سے یوں مانوس ہو گیا جیسے کہ وہ بھی اس خاندان ہی کے ایک رکن ہوں۔

www.taemeernews.com

"میرے لہجے میں زبان کی خوش الحانی تو آگئی ہے۔ یہ لوگ میری بات سمجھنے لگے ہیں۔" ولادیمیر اپنی لغت کو دیکھتے دیکھتے سوچنے لگے۔

"آپ کو فینی زبان آتی ہے؟" — ولادیمیر نے مچھیارے سے پوچھا

"جی نہیں!"

"آپ سویڈی ہیں؟"

"جی نہیں! میں فینی ہوں۔ میرے باپ دادا بھی فینی تھے۔ چھ صدیوں تک ہم سویڈن کے غلام بنے رہے اور اس سارے عرصے میں ان لوگوں نے ہم سے ہماری زبان تک چھین لینے کے لئے دُنیا بھر کے پاپڑ بیل ڈالے۔ زور ظلم سب کچھ ہم پر آزما لیا گیا۔ اب لگ بھگ ایک سو برس سے روس کا زار بھی یہی کوشش کر رہا ہے مگر وہ کامیاب نہیں ہوگا۔ بولونڈ پروفیسر! فن لینڈ کو اس کی کھوئی ہوئی آزادی کب نصیب ہوگی؟ کیا زار اس کو آزادی دیدے گا۔

اس کی بیوی بھی قریب کھسک کر بیٹھ گئی۔ اس سوال سے اس کو بھی دلچسپی تھی۔

"ہاں! ہاں! — فن لینڈ ضرور آزادی حاصل کرے گا، عزیز برگمین! اس میں ذرا بھی شبہ نہیں ہونا چاہئے" — ولادیمیر ایلیچ نے مچھیارے کو غور سے دیکھتے ہوئے کہا — "لیکن یہ آزادی زار عطا نہیں کرے گا، میرے دوست! دُنیا میں صرف ایک ہی طاقت فن لینڈ کو آزادی دلا سکتی ہے اور وہ طاقت ہے روسی مزدوروں کی فتح" —

"لیکن جب روسی مزدور فتح حاصل کرلیں گے تو ہمیں بھول جائیں گے۔ ہمارے عوام کی ایک کہاوت ہے کہ اپنا وطن استابیری کی طرح میٹھا اور دوسرے کا ملک بلبیری کی طرح کڑوا کسیلا ہوتا ہے۔"

"نہیں، میرے پیارے ساتھی! آپ کا یہ خیال صحیح نہیں ہے۔ مزدور طبقے کے مفادات بہت زیادہ وسیع ہیں۔ روسی مزدوروں کے پروگرام میں صرف اپنے

www.taemeernews.com

لئے آزادی حاصل کرنا ہی نہیں بلکہ فینی، پولستانی اور دوسرے عوام کے لئے بھی آزادی حاصل کرنا شامل ہے۔

"اللہ ان مزدوروں کی مدد کرے"۔ مچھیارے کی بیوی نے منھ ہی منھ میں دعا دی۔

"لیکن یہ تو بتایئے کہ اب برف کا کیا عالم ہے؟" ولادیمیر ایلیچ نے بڑے اشتیاق سے پوچھا

"ہمیں کچھ اور انتظار کرنا پڑے گا۔ ابھی پانی بہت ہے"۔۔۔

ولادیمیر ایلیچ جانتے تھے کہ ساحلی پہاڑیوں میں پانی کی اونچی سطح نسبتاً معتدل موسم کی یقینی علامت ہوتی ہے۔ نہ زیادہ سردی نہ بارش ۔۔۔ لیکن جب پانی اترتا ہے تو شمالی ہوائیں شروع ہوتی ہیں اور ان کے ساتھ سردی بڑھتی ہے اور برف جم جاتی ہے۔

کھانے کے بعد و نیھو نے اپنے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر اشاروں سے پروفیسر کو کھڑکی کے پاس بلایا اور انگریزی سگار کا ایک پرانا ڈبہ نکال کر انھیں بتانے لگا۔ اس ڈبے میں اس کا سارا بیش قیمت خزانہ محفوظ تھا جو اس نے دُنیا کی نگاہوں سے بچانے کے لئے تنور کے پیچھے چھپا رکھا تھا سب سے پہلے اس نے ایک بھورے رنگ کے لمبے سانپ کی کھال نکالی اور اپنی گردن میں ٹائی کی طرح باندھتے ہوئے فخریہ انداز میں کہنے لگا:

"پروفیسر! یہ سانپ خود میں نے مارا ہے ۔۔۔۔۔۔ یہاں چٹانوں میں کتنے بہت سے سانپ ہیں! ۔ ارے باپ! رے باپ! ۔۔۔۔ اور اگر کسی کو سانپ دِکھ جائے تو پھر اس کو مار ڈالنا انسان کا فرض ہے ۔ کیوں ہے نا! پروفیسر؟ ۔۔۔۔"

www.taemeernews.com

اس کھال کے علاوہ ڈبے تھے، مختلف ہتھیار کیلئے، مچھلی پکڑنے کے کانٹے اور تار کول چڑھی ہوئی ڈوریاں بھی تھیں۔

"مجھے یقین ہے کہ آپ سانپوں سے نہیں ڈرتے"۔ ولودیا نے وثوق کے ساتھ کہا ۔۔۔ "خالو جان میری خالہ اتی سے کہہ رہے تھے کہ آپ زار کے سب سے بڑے دشمن ہیں۔ کیوں، صحیح ہے نا؟"

"تمہارے خالو غلطی پر ہیں۔ کوئی بھی تنہا آدمی زار کو ہرا نہیں سکتا کیوں کہ سارے امیر لوگ اس کے ساتھ ہیں۔ اس لئے ضرورت اس بات کی ہے کہ سارے مزدور اور کسان ایک ہو کر زار اور امیر لوگوں کے خلاف اٹھ کھڑے ہوں ۔۔۔"

"اور مچھیارے؟"

"ہاں! وہ بھی ۔۔۔"

"اور پھر وہ سب لوگ مل کر زار کو ہرا دیں گے؟"

"یقیناً" ۔۔۔

ولادیمیر ایلیچ کو دنیا سے کٹے ہوئے کئی دن بیت چکے تھے۔ انھوں نے ارگلیبوس و نسٹین بہنوں کے گھر پر آخری مرتبہ اخبار پڑھا تھا بس وہ دن تھا یا پھر آج کا دن کہ انھیں روس کی نہ تو کوئی خبر معلوم ہوئی تھی اور نہ کسی اقدام کسی جد و جہد کا کوئی امکان تھا۔ ساحلی پہاڑیوں میں ان کے قیام کا ایک ایک دن مزدور طبقہ کے دشمنوں کو بے خوف ہو کر پارٹی میں تباہ کن سرگرمیاں جاری رکھنے کا اور زیادہ موقع دے رہا تھا۔ ولادیمیر ایلیچ اس صورتِ حال کو برداشت نہیں کرسکتے تھے۔

www.taemeernews.com

"مجھے چند دنوں کے اندر اندر یہاں سے نکلنے کا کوئی نہ کوئی راستہ سوچنا ہی ہوگا" ولادیمیر ایلیچ نے دل ہی دل میں کہا اور گہری فکر میں ڈوب گئے۔

یوں ہی ذہنی کرب و اضطراب کے عالم میں اور دو دن گزر گئے۔ تیسرے دن انھوں نے حسبِ معمول وہی سوال کیا: "اب برف کا کیا حال ہے؟"

"سالِ نو سے پہلے تو یہاں سے نکلنے کا کوئی امکان نہیں" ۔۔۔ برگمان نے اسی ٹھنڈے لہجے میں جواب دیا۔ "برف ابھی تک سخت نہیں ہوئی اور آئندہ ہفتے کرسمس کی چھٹی ہے۔ بھلا چھٹیوں میں کون اس طرح سفر کرے گا"۔

"لیکن مجھے تو کرسمس سے پہلے ہی اسٹاکھوم پہنچ جانا چاہیئے" ۔ ولادیمیر ایلیچ نے اصرار کیا اور جہازوں کی آمد و رفت کے ٹائم ٹیبل کا ایک تراشہ جو انھوں نے کسی اخبار سے کاٹ نکالا تھا اپنے میزبان کو دکھاتے ہوئے کہنے لگے۔

"سویڈی جہاز کے وقت پر پہنچنے کے لئے ہمیں کل صبح ہی یہاں سے نکل جانا ہوگا" اس کے دو دن بعد ایک، اور جہاز اسٹاکھوم جائے گا لیکن وہ جہاز فینی ہے اور میں اس میں سفر نہیں کر سکتا۔ پھر کرسمس آجائے گی۔

مچھیارے نے کوئی جواب نہیں دیا اور خاموش بیٹھا پہلو بدلتا رہا تھوڑی دیر بعد وہ کچھ کہے بغیر اچانک گھر سے باہر چلا گیا۔

ولادیمیر ایلیچ کھڑکی میں سے دیکھنے لگے۔ برگمین نے سائبان سے کھینچتے ہوئے ایک کشتی باہر نکالی جس کا نچلا حصہ چپٹا تھا اور پھر جیبو کا نٹوں کے سامنے لکڑی کے تختے ٹھونکنے کے بعد ان تختوں میں کشتی کے آر پار ایک لمبی بانس جڑ دی۔ ولادیمیر ایلیچ نے برگمین کی اس ٹھوکا پیٹی کا مطلب بھانپ لیا اور بہت خوش ہوگئے۔ کشتی اس طرح سے تیار کی گئی تھی کہ دو آدمی دو طرف سے

www.taemeernews.com

باقس کو پکڑ کر اس کو برف پر ڈھکیلتے ہوئے چل سکیں اور جیب راستے میں پانی ملے تو اس میں بیٹھ جائیں اور کشتی کی بلی کو برف سے لگا کر زور دیتے ہوئے کشتی کو آگے بڑھاتے جائیں۔

بدگمین اپنا کام مکمل کرنے کے بعد اندر آیا اور کہنے لگا کہ روانگی کی ساری تیاریاں مکمل کر لی گئی ہیں لیکن موسم ابھی ساتھ دینے کے لئے تیار نہیں ہے ۔ درجہ حرارت صرف منفی ۲۔ ڈگری سنٹی گریڈ ہے شمال مشرقی ہوائیں چل رہی ہیں اور پانی کی سطح آہستہ آہستہ اتر رہی ہے۔ اس نے ناک بھوئیں چڑھا کر ۔ ان کے چمڑے کے جوتوں کو دیکھا اور پھر اپنے بھانجے کو کچھ حکم دیا۔ اس کے ساتھ ہی تنہا ولیھو کپڑے پہن کر جلد جلد باہر چلا گیا اور کچھ ہی دیر میں ماہی گیری کی بڑی بڑی جیبوں کا ایک جوڑ لئے ہوئے لوٹا جس سے مچھلی کے تیل کی بو آ رہی تھی۔

"رات میں جب گاؤں کی ساری عورتیں سو جائیں تو ہم چپکے سے روانہ ہو جائیں گے " مچھیارے نے کہا۔" ورنہ اگر کسی عورت نے ہمیں دیکھ لیا تو پھر آپ جانیں، ضلع بھر میں بات پھوٹ جائے گی ۔"

شام ڈھلے وہ ہواؤں کا رخ اور پانی کی سطح کا اندازہ کرنے کے لئے باہر چلا گیا۔ شمال مشرقی ہوائیں چل رہی تھیں۔ ساحلی پہاڑیوں میں پانی کی سطح بھی اتر رہی تھی اور درجہ حرارت بھی گر رہا تھا۔

"سب ٹھیک ٹھاک ہے" ۔ مچھیارے نے کہا۔

پروفیسر تنھے ولیھو کے ساتھ ایک بنچ پر بیٹھے ۔ قینچی وضع کے چاقو سے صنوبر کی چھال پر ایک گھوڑے کی شکل تراش رہے تھے جو تجزیہ انداز میں یوں اپنی گردن ابھار رہے تھا جیسے کہ شطرنج کا گھوڑا کھڑا ہو۔ ولادیمیر ایلیچ نے یہ فن شوسنکوے گاؤں میں سیکھا تھا جہاں انھوں نے شہر بدری کے دوران شطرنج کھیلنے

www.taemeernews.com

کے لئے مہرے خود ہی تراشے تھے۔ دلھو بھی بڑی دلچسپی سے ان کی نقل کرنے کی کوشش کر رہا تھا لیکن وہ اپنے چھال کے ٹکڑے میں گھوڑے کی شکل تراشنے کی جتنی کوشش کرتا، اُتنا ہی اس کا حلیہ بگڑتا جاتا۔

اس رات بہت دیر تک دلھو جاگتا بیٹھا رہا اور بستر پر لیٹا بھی تو اپنے ہاتھ میں خوش وضع، بھورے گھوڑے کو دبائے کروٹیں بدلتا رہا جو اس کو پروفیسر نے تحفہ دیا تھا۔ اس کے سرگار کے ڈبے کے خزانے میں ایک اور انمول شے کا اضافہ ہو گیا تھا۔

صاحب خانہ اور اس کی بیوی اپنے مہمان کے ساتھ بیٹھے وقت گزار رہے تھے۔ نیم گرم کافی کا دور چل رہا تھا اور وہ تینوں اپنی اپنی دھن میں مگن خاموشی کے ساتھ چسکیاں لئے جا رہے تھے۔ گھر میں سمندر کے تھپیڑوں اور ساحل پر کنکریوں کی اتھل پتھل کی آوازوں کے سوا مکمل سکوت چھایا ہوا تھا۔ خاموشی ڈسنے کو آ رہی تھی اور بیکار بیٹھے وہ تینوں اُکتا سے گئے تھے لیکن سمندر کے شور کو سُننے کے سوا اور کوئی مصروفیت تھی بھی تو نہیں۔ ہوا کے ہر تیز جھونکے کے ساتھ شاید برتنوں کی الماری کی سمت سے ایک مدھر اور ترنم ریز لے پھوٹ رہی تھی۔

سنئے تو! کانتیل گا رہا ہے"—— مچھیارے کی بیوی نے خاموشی کو توڑتے ہوئے کہا اور جا کر برتنوں کی الماری پر سے ایک ساز اُٹھا لائی جو روسی ساز گوسلی سے ملتا جلتا تھا۔

اس نے کانتیل میز پر رکھا اور اپنی اُنگلیوں سے جن کو کام نے کھردرا اور سخت بنا دیا تھا، اس کے تار چھیڑ دیئے۔ ایک تیز لے سمندر کے شور کے ساتھ ہم آہنگ ہو گئی اور پھر وہ اُونچی ہوتی گئی۔ اُونچی ہوتی گئی۔ یہاں تک کہ ساحلی کنکریوں کی چھل چھل اور موجوں کا شور سب کچھ اس میں ڈوب گیا اور گھر کی فضا پر ایک دلربا

www.taemeernews.com

نغمگی چھاگئی۔

"وقت ہو چکا۔" برگمین نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس کی بیوی نے کانتیل کے تاروں پر اپنی ہتھیلی رکھ دی۔ لے نے آخری ہچکی لی اور نغمہ نے دم توڑ دیا۔

ولاد یمیرا یلیئچ ایک احساس تشکر و احترام دل میں لئے ہوئے آگے بڑھے اور بڑی گرمجوشی کے ساتھ خاتون خانہ سے مصافحہ کیا۔

"شکریہ! آپ کی مہربانیوں کا بہت بہت شکریہ!" اس کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ یوں پھیل گئی جیسے سرما میں سورج چمک رہا ہو۔

ولھو اپنے بستر پر لیٹا باریک پردے کے پیچھے سے ان لوگوں کے سفر کی تیاریاں دیکھ رہا تھا۔ پروفیسر راہی گیروں کی بڑی بڑی جوتیاں پہن رہے تھے اور اس کا فالو دینو اپنے گلے میں رومال باندھ رہا تھا۔ "بھلا ہم کو کون پوچھے گا؟" ولھو نے سوچا اس کو یقین تھا کہ یہ لوگ اس کو بھول کر بغیر ملے ہی چلے جائیں گے۔

"ولھو سو گیا۔ اس سے ملے بغیر جانا، بڑا شاق گزر رہا ہے" پروفیسر نے اس کے بستر کی طرف افسردہ نگاہوں سے گھورتے ہوئے کہا جس پر پڑے ہوئے پردے کے پیچھے سے اس کی ناک اور آبدیدہ آنکھیں دکھائی دے رہی تھیں۔

"نہیں! نہیں! میں جاگ رہا ہوں۔" ولھو اچھل کر بستر سے اٹھ بیٹھا اور دوڑتا ہوا پروفیسر کے پاس چلا آیا۔

"آپ سچ مچ چلے جا رہے ہیں؟ کرسمس بہت نزدیک ہے۔ میں سرو کی بہت سی ٹہنیاں لاؤں گا اور خالہ امی اس کی پتیوں کو گوندھ کر خوبصورت ہار بنائیں گی۔ کیوں خالہ امی، بنائیں گی نا آپ؟"

"ہاں! ہاں! میں ضرور بناؤں گی لیکن اس وقت تو تم سو جاؤ۔" تائی

www.taemeernews.com

نے کہا:

"اور ہم شمعیں روشن کریں گے۔ کرسمس کا بہت خوبصورت جھاڑ بنائیں گے۔ ابھی آپ ہم کو چھوڑ کر نہیں جا سکتے" ولہو ضد کرنے لگا۔

"میں مجبور ہوں بیٹے! رُک نہیں سکتا مجھے چھٹیوں سے پہلے ہی اسٹاکھوم پہنچ جانا چاہئے" پروفیسر اس کو سمجھانے لگے "وہاں مجھے ایک ضروری کام ہے ـــــ بہت بہت ضروری۔"

پروفیسر نے ولہو سے رخصت لی اور برگمین نے آگے بڑھ کر دروازہ کھولا جس کے ساتھ ہی کہر کا ایک لکہ رسوئی میں گھس آیا۔

"ہوُ۔ ہوُ۔ ! ـــ" دُور کہیں سے ایک اسٹیمر نے سیٹی دی۔

ڈوُ۔ ڈوُ ـــ ! ـــ دوسرے اسٹیمر نے جواب دیا۔

یہ دونوں اسٹیمر ایک دوسرے کو اپنی موجودگی سے آگاہ کر رہے تھے اور اس کے ساتھ ساتھ مچھیاروں کو بھی خبردار کر رہے تھے تاکہ وہ اپنی کشتیوں کو ان کے راستے سے ہٹا لیں۔

"ہوُ! ہوُ!"

ڈوُ! ڈوُ!"

اسٹیمروں کی سیٹیاں یکے بعد دیگرے سناٹے میں گونج رہی تھیں۔

تائی نے چراغ کی لَو دھیمی کر دی اور کھڑکی کے پاس بیٹھ کر دونوں ہاتھ آسمان کی طرف بلند کئے اور گڑگڑا کر دعائیں مانگنے لگی۔

ولہو بستر میں دبک گیا۔ اس کا ننھا سا دل خوف کے مارے زور زور سے دھڑک رہا تھا۔ اس نے ان ساحلی پہاڑیوں ہی میں آنکھیں کھولی تھیں اور اب انہی کی گود میں پروان چڑھ رہا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ ایسی تاریک رات میں

www.taemeernews.com

برف پر سفر کتنا جان جوکھم کا کام ہے۔

"خالہ امی! اتنی گہری کہر میں خالو اور پروفیسر کیسے جائیں گے۔ لائٹ ہاؤس بھی تو دکھائی نہیں دے سکتا؟"

"جب ایک آدمی کسی عظیم مقصد کو اپنا رہبر بنا لیتا ہے تو وہی اس کی مشعل راہ بن جاتا ہے۔ پھر وہ کہر اور برف پر بھی فتح پا سکتا ہے"۔ اس کی خالہ نے جواب دیا۔

ابو کی ساحلی پہاڑیاں بڑی ہیبت ناک تھیں۔ خلیج بوتھنیا میں ہزاروں جزائر ہیں۔ کچھ اتنے بڑے کہ ان پر کئی گاؤں آباد ہیں اور کچھ اتنے چھوٹے کہ تین سمندری مُرغابیاں بھی نہ رہ سکیں۔

سردی میں یہ یخ بستہ اونچی نیچی پہاڑیاں برف جمنے کے بعد یوں دکھائی دیتیں جیسے کہ سمندر کی اُترتی چڑھتی موجیں یکایک منجمد ہو گئی ہوں۔

برفانی کہر میں سارے جزیرے لپٹے ہوئے تھے اور کھلے سمندر سے جہازوں کی بھوں بھوں کی آوازیں یوں سُنائی دے رہی تھیں جیسے کہ کچھ بڑے بڑے پرندے کہر میں گھر گئے ہوں اور مدد کے لئے چیخ رہے ہوں۔

وہ دونوں کشتی کے آر پار لگے ہوئے بانس کو ڈھکیل رہے تھے اور اس کی سپاٹ سطح ناہموار برف پر چر چر کرتی ہوئی کھسک رہی تھی۔ بار بار ان کے پاؤں برف سے ڈھکی ہوئی چٹانوں پر پھسل جاتے یا برف کے انبار میں گہرے دھنس جاتے وزدیمیر ایلیچ اپنے بائیں ہاتھ سے مچھیارے کی لالٹین تھامے، سیدھے ہاتھ سے بانس کو ڈھکیل رہے تھے۔ یوں ہی گرتے پڑتے ان دونوں نے جزیرے کی ڈھلان پار کی اور برف پر چلنے لگے۔ ان کے پیروں کے نیچے ۲۷ فٹ گہرا پانی تھا۔

چاروں طرف حدِ نظر تک برف ہی برف اور کہر ہی کہر پھیلی ہوئی تھی آسمان بھی تاریک اور بے نور تھا۔ اس دودھیا اندھیرے میں ان کے سیدھے طرف دور کہیں

www.taemeernews.com

ایک مدھم روشنی ٹمٹما رہی تھی۔ برگمین ایک پیچ دار راستہ پر پروفیسر کو لئے جا رہا تھا۔ بس یہی ایک راستہ اس کو معلوم تھا۔ ہر بیس تیس قدم کے بعد وہ رُک جاتا کشتی میں سے نوکدار بلّی نکالتا اور اس کو برف پر پوری طاقت سے مار کر دیکھتا کہ کشتی کے سامنے برف کتنی گہری ہے۔ اب شمالی ہوا کے ذرا تیز جھکڑ چلنے لگے تھے اور دونوں کے چہروں پر ان کے تھپیڑے پڑ رہے تھے۔ لالٹین کی روشنی میں برف کی باریک پھوار دکھائی دے رہی تھی۔ ابھی ان لوگوں نے دو کیلو میٹر سے زیادہ کا فاصلہ بھی طے نہیں کیا تھا لیکن راستے کی کٹھنائیوں نے انھیں بری طرح تھکا دیا تھا۔ وہ پسینہ پسینہ ہو کر ہانپ رہے تھے اور ان کے منھ سے نکلتی ہوئی بھاپ بھنوؤں اور پلکوں پر شفاف پالے میں جم جا رہی تھی۔

صبح کا دھندلا دھندلا اُجالا ہو رہا تھا اور دن کی روشنی کے نمایاں ہونے کے کوئی آثار دکھائی نہیں دے رہے تھے۔

ایک چھوٹے سے جزیرے کے سامنے جس کو پانی اور ہوا نے چکنا اور ہموار بنا دیا تھا برفیلے میدان میں ایک بڑے قطعہ پر پھیلا ہوا پانی یوں دکھائی دے رہا تھا جیسے کہ کسی نے سفید چادر میں کالا پیوند لگا دیا ہے۔ (مقامی رہبر ایسے جزیروں کو بھیڑ کا سر کہا کرتے ہیں۔) یہاں انھیں پہلی مرتبہ کشتی میں بیٹھ کر چپو چلانے کا موقع ملا جو اس وقت بہت ہلکے معلوم ہو رہے تھے۔ دو چار ہاتھوں ہی میں وہ دوسرے کنارے پر پہنچ گئے۔ اب پھر انھیں جزیرے کے اس پار تک کشتی کو ڈھکیلتے ہوئے چلنا تھا۔

"اب ہمیں وہاں۔ اس جزیرے کو جانا ہے"۔ برگمین نے ناک کی سیدھ میں انگلی سے بتاتے ہوئے کہا جہاں ایک برفیلا میدان پالے اور گہری کہر میں لپٹا ہوا دکھائی دے رہا تھا۔

www.taemeernews.com

وہ برف آلود میدان پر اُبھرے ہوئے ٹیلوں میں بچتے بچاتے آہستہ آہستہ چل پڑے۔ ولادیمیرا ایلیچ نے برگمین کی نقل و حرکت سے مطابقت پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہوئے نظریں گاڑھ کر دھند میں دیکھا۔ برفانی کہر میں سفید سفید جزیرے سراب کی طرح جھلملا رہے تھے۔ جہازوں کی سیٹیوں کی آوازیں بتا رہی تھیں کہ کھلے سمندر میں اب تک بھی کہر نہیں چھٹی ہے۔

"شاید ہم بہت دور آچکے ہیں؟" ولادیمیرا ایلیچ نے پوچھا

"سو تو ٹھیک ہے۔ ہم بڑا راستہ طے کر چکے ہیں لیکن دشوار ترین سفر تو اب شروع ہونے والا ہے"۔ برگمین نے جواب دیا۔

اب وہ ہر چند قدم کے بعد رُکتا جا رہا تھا اور کشتی کی تلی کو برف میں زور سے گاڑھتے ہوئے اس کے منھ سے ہر بار "یا۔ ہا" کی ہلکی مگر ہولناک چیخ نکل رہی تھی جیسے کہ وہ کوئی انتباہ یا کوئی غضبناک بددُعا دے رہا ہو یا پھر کوئی سوال کر رہا ہو۔

ولادیمیرا ایلیچ نے برف کی ایک بڑی سل دیکھی اور اس پر پڑھنے کی کوشش کی لیکن ——— اچانک ان کا پیر ایک برفیلے ٹیلے پر پھسل کر پانی میں اُتر گیا اور برف کی سل کا دوسرا سرا تیزی سے اوپر اُٹھنے لگا۔ ولادیمیرا ایلیچ نے بانس کو پوری قوت کے ساتھ مضبوط پکڑ لیا اور برف کی دوسری سل پر چڑھ گئے۔ برف کی وہ بڑی سل' دیکھتے ہی دیکھتے پانی میں ڈوب گئی۔

ولادیمیرا ایلیچ نے مضطرب نگاہوں سے اپنے ساتھی کو دیکھا جس کی بدحواس اور پھٹی پھٹی آنکھیں بتا رہی تھیں کہ خطرہ کتنا سنگین تھا۔

"جلدی سے کشتی میں بیٹھ جاؤ!"——— لیکن یہ کس کی آواز تھی؟ شاید مچھیارے کے دل کی تڑپ ولادیمیرا ایلیچ کے کانوں میں گونج گئی ہو۔ دونوں ایک ساتھ جلدی جلدی چلنے لگے۔ برف پر ان کے پیر پھسل رہے تھے اور کشتی کو زور لگا کر ڈھکیلنے کی

www.taemeernews.com

وجہ سے بانس چرچرا رہا تھا جس کی آواز ۔۔۔ ولادیمیر ایلیچ کو سائبیریا کے شوسنسکوئے گاؤں کی پرانی باؤلی کے پنگھٹ کی یاد دلا رہی تھی۔ اب انھیں چپو کانٹوں کو پکڑ کر ایک ساتھ کشتی میں اچک بیٹھنا تھا۔

"لعنت ہو شیطان پر!" برگمین نے کشتی میں بیٹھتے ہوئے جھلا کر کہا اور اپنے لانبے کوٹ کے اندر کی جیب سے پائپ نکال کر منھ میں دبا لیا۔ ولادیمیر ایلیچ بخار کی سی کیفیت محسوس کر رہے تھے اور سردی کے مارے ان کے دانت بج رہے تھے۔ پھر بھی وہ اچانک ہنس پڑے اور یوں ہی کپکپاتے ہوئے کہنے لگے "یہاں کا پانی بہت ٹھنڈا ہے"۔۔۔

برف کی سلیں ہولے ہولے کشتی سے ٹکرا رہی تھیں۔

برگمین نے کشتی کے تختہ سے بندھی ہوئی نمدے کی گٹھری کھولی جس میں ولادیمیر ایلیچ کی جوتیاں بندھی ہوئی تھیں۔ جوتیاں گرم تھیں جیسے کہ انھیں چند ہی لمحے پہلے تنور سے نکالا گیا ہو۔ اس کی ہمدرد اور سلیقہ شعار بیوی نے اونی موزے بھی ساتھ رکھ دے تھے۔ برگمین نے محسوس کیا کہ پروفیسر اس کو بڑی احسان مند اور شکر گزار نگاہوں سے ٹکٹکی باندھے دیکھ رہے ہیں۔

"آپ کے پیر نہیں بھیگے؟" ولادیمیر ایلیچ نے موزے پہنتے ہوئے پوچھا۔

"جی! بالکل نہیں۔"

وہ ٹاٹ کا لانبا کوٹ پہنے ہوا تھا جس کے ساتھ ہی مچھیاروں کی جوتیاں لگی ہوتی ہیں۔

ولادیمیر ایلیچ نے اپنے موزے اور جوتیاں تبدیل کیں اور جسم میں گرمی پیدا کرنے کے لئے کسرتی انداز میں ہاتھوں کو پھیلانے اور اوپر نیچے

www.taemeernews.com

کرنے لگے۔ ان کے ذہن میں کیوک کلا کا منظر اُبھر آیا۔ پچھلے سال موسم بہار کا ایک دن تھا۔ وہ اور اُن کی بیوی جنگل میں سائیکلوں پر کہیں چلے جا رہے تھے۔ راستہ میں ایک مقام پر کچھ سستانے کے لئے وہ دونوں سائیکلوں سے اتر پڑے اور تازہ ہوا میں وقت گزاری کی خاطر دونوں نے سانس بنانے کی کثرت کی۔

اسی اثنا میں برگمایں نے اپنے تمدے کی گٹھری سے دھات کا ایک اسطوانی تلوا نکالا۔ اس کا ڈھکن کھلتے ہی کافی کی بھینی بھینی خوشبو کی ایک لپیٹ ولادیمیر ایلیئچ کے مشام تک پہنچی۔

"ہتھیار کا کیا بہترین استعمال ہے!" اُنھوں نے شکر مندانہ انداز میں شل کے خول سے گرم گرم کافی کا گھونٹ لیتے ہوئے کہا۔

تازہ دم ہونے کے بعد دونوں کشتی کھینے میں منہمک ہو گئے۔ نوکدار بلی کو تیزی سے بہتی ہوئی برف کی بھاری سلوں پر رکھ کر کشتی کو بڑھاتے ہوئے وہ ایک برفانی میدان کے کنارے پہنچ گئے۔ برف کی مضبوطی اور ٹھوس پن کا اطمینان کرنے کے بعد کشتی کو کھینچ کر پانی سے نکالا اور پھر اس کو ڈھکیلتے ہوئے بڑھنے لگے۔ اب جزیرہ ناگو جہاں سے اصلی آبی راستہ گزرتا تھا، نصف کیلومیٹر دور بھی نہیں رہ گیا تھا۔ ان دونوں نے یہیں ٹیرکرابو اور اسٹاکھوم کے درمیان چلنے والے سویڈی اسٹیمر کا انتظار کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔

آخری سو دو سو میٹر کا راستہ انتہائی کٹھن اور دشوار گزار ثابت ہوا۔ کشتی پر برف کی ایک پرت سی ڈھک گئی تھی اور اس کا وزن دوگنا ہو گیا تھا۔ صرف یہی نہیں بلکہ اب انھیں کشتی کو دل جھاڑیوں میں ڈھکیلنا تھا۔ ان کے بھیگے ہوئے کپڑوں پر بھی برف جم گئی تھی ولادیمیر ایلیئچ کے پیروں میں بُری طرح درد ہو رہا تھا۔ ان کے چمڑے کے جوتے بہت تنگ تھے اور پنجوں کو داب رہے تھے۔

www.taemeernews.com

ہوا کے جھونکوں کے ساتھ جھاڑیوں سے پالے کے لکے کے لکے ان دونوں کی طرف آرہے تھے۔ اچانک کشتی کی آڑ سے ایک سفید خرگوش نکل کر بھاگا۔

"اوہ! ذرا بندوق لانا ____" لینن بے اختیار پکار اٹھے اور برگمین کو دیکھنے لگے لیکن ادھر سے کوئی جواب نہ ملا۔

یوں ہی وہ کشتی کو ڈھکیلتے چلے جا رہے تھے اور سامنے کے جھاڑوں کے ادھر وہ آبی راستہ نظر آرہا تھا جو جزیروں کے درمیان برف توڑ جہاز نے بنایا تھا۔ اب لب بام بس دو چار ہاتھ ہی رہ گیا تھا۔ اور تھوڑی سی تکلیف۔ اور تھوڑی سی محنت ..... پھر وہ اسٹیمر کا انتظار کرتے ہوئے کشتی میں بیٹھے آرام لے سکتے تھے۔

برگمین نے کشتی سے زائد تختے اور بانس نکال دئے کیوں کہ اب برفانی میدانوں کا سفر ختم ہو چکا تھا اور ان کی ضرورت باقی نہیں رہی تھی۔ یوں بھی ان کے کشتی میں لگے رہنے سے لوگوں کی توجہ مبذول ہو جاتی۔ گھر سے چلتے وقت ہی اس نے یہ بنا لیا تھا کہ وہ اپنی جان پہچان کے ایک مچھیارے کے پاس کشتی چھوڑ دیگا اور خود کسی اسٹیمر کے ذریعہ ابو جاکر وہاں سے اپنے گھر چلا جائے گا۔

کہر چھٹتی جا رہی تھی اور جہازوں کے سائرنوں کی آوازیں بھی لمبے لمبے وقفوں سے سنائی دے رہی تھیں۔ برفانی میدانوں کا رنگ بھی سیاہی مائل سفیدی سے سبزی مائل نیلگوں ہوتا جا رہا تھا۔ دن کا اجالا آہستہ آہستہ پھیل رہا تھا۔ ولادیمیر ایلیچ اور برگمین اسٹیمر کا بے چینی سے انتظار کرتے ہوئے کشتی میں بیٹھے، دور افق کو ٹکٹکی باندھے گھور رہے تھے۔

ایک قریبی جزیرے میں جھاڑوں پر سے دھنویں کے اٹھتے ہوئے بادل نے انھیں چونکا دیا۔ جزیروں کے درمیان سے ایک اسٹیمر آہستہ آہستہ نمودار

www.taemeernews.com

ہو رہا تھا اور اس شان سے بڑھتا چلا آ رہا تھا جیسے کہ وہ جزیروں کو ہٹا ہٹا کر ایک دوسرے سے الگ کر رہا ہو۔ اس وقت چھوٹے سے آبی راستے میں جو برف توڑ کر بنایا گیا تھا، یہ اسٹیمر بہت بڑا دکھائی دے رہا تھا۔

ولادیمیر ایلیچ نے جلدی سے گلے کا رومال نکالا اور اس کو زور زور سے ہوا میں لہرانے لگے۔

اسٹیمر پر اس اشارے کو دیکھ لیا گیا۔ اسٹیمر کو کھینچنے کے پہیوں کی لگاتار گردش سے پانی میں جھاگ اٹھ رہا تھا اور برف کے ٹکڑے اِدھر اُدھر بہہ رہے تھے۔

اسٹیمر سے ایک ملاح کے ساتھ چھوٹی کشتی پانی میں اُتاری گئی۔

ولادیمیر ایلیچ نے بڑی گرمجوشی کے ساتھ دونوں ہاتھوں میں برگمین کا ہاتھ تھام لیا اور بہت دیر تک مصافحہ کرنے کے بعد اس سے بغلگیر ہو گئے۔

"خیر خوبی سے آپ اپنی منزل کو پہنچیں۔ خدا حافظ!" مچھیارے نے بڑے ہی جذباتی لہجے میں کہا۔

بھلا ایک جرمن عالم ان ساحلی پہاڑیوں میں کیا کر رہا ہوگا اور وہ بھی وسط سرما میں؟ سویڈی اسٹیمر کے کپتان نے تعجب سے گردن ہلائی لیکن اس کو ان ساری باتوں سے کیا کام؟ جہاز کا کپتان تو کھلے سمندر میں سے کسی کو بھی جہاز پر بٹھا لینے کا پابند ہوتا ہے۔ چنانچہ اسٹیمر کے روزنامچے میں مناسب اندراجات کر دیئے گئے۔

ولادیمیر ایلیچ اسٹیمر کے عرشے پر چڑھ گئے۔ ملاح حسبِ معمول اپنے اپنے کام میں لگے ہوئے تھے۔ انجن کی بھٹی جھونکنے والا، کالک میں لت پت، ایک کھڑکی سے سر نکال کر تازہ ہوا میں سانس لے رہا تھا۔ نائب کپتان دوپہر کے کھانے

www.taemeernews.com

سے پہلے چہل قدمی کر رہا تھا۔ کچھ ملاح چھوٹی کشتی کو جو ابھی ابھی پانی سے اُوپر چڑھائی گئی تھی، عرشے پر باندھ رہے تھے۔

حدِ نظر تک شمالی ہواؤں میں لپٹا ہوا برفانی میدان پھیلا ہوا تھا اور یُوں معلوم ہو رہا تھا کہ خلیج بوتھنیا تہ تک جم کر برف بن گئی ہے اور صرف یہی ایک چھوٹا سا آبی راستہ رہ گیا ہے لیکن حقیقت ایسی نہیں تھی۔ اُبھرتے ہوئے پانی نے برف توڑ دی تھی اور اس کی ظاہری شکل پُرفریب تھی۔ کوئی بھی برفانی زرہ چاہے وہ کتنی ہی دبیز کیوں نہ ہو، سمندر کو قید یا مغلوب نہیں کر سکتی۔

ولاد یمیر ایلیچ تیز تیز اپنے کیبن میں چلے گئے اور نیلگوں سرورق والی کاپی پر جو ابو کی ساحلی پہاڑیوں میں اسکول کے چھوٹے چھوٹے بچے استعمال کیا کرتے ہیں، اپنی کتاب کی آخری چند سطریں لکھنے لگے۔

www.taemeernews.com

ایم۔ فوفانووا

۲۴ر اکتوبر

ایک دن واسبورگ ضلع پارٹی کمیٹی کی سکریٹری ییو گینیا ییگوروو وا نے مجھے بلایا اور بتایا کہ ولادیمیر ایلیچ لینن بہت جلد پیٹروگراد واپس آرہے ہیں جہاں وہ روپوش رہیں گے اور مجھے ان کو اپنے مکان میں پناہ دینی چاہیے اس وقت نادیژدا کرو پسکایا بھی وہاں موجود تھیں۔ میں انھیں اپریل ۱۹۱۷ء سے جانتی تھی جب ولادیمیر ایلیچ بیرونی ملک میں قیام کے بعد روس واپس آگئے تھے۔

میں اپنے مکان لوٹ آئی۔ اس واقعہ کو کئی دن گزر گئے لیکن کوئی نہیں آیا۔ ایک رات کوئی آٹھ یا نو بجے ہوں گے، میں نے کسی کے قدموں کی چاپ سنی۔ کوئی فلیٹ میں آرہا تھا ـــــ اور پھر میں نے دیکھا۔ وہ لینن اور کروپسکایا تھے۔

"دیکھئے، بہن! ان سے ملئے۔ یہ ولادیمیر ایلیچ ہیں"ـــــ نادیژدا نے لینن کا تعارف کرایا۔

www.taemeernews.com

"نہیں! نہیں!" — لینن میرے نزدیک آگئے اور کہنے لگے "یہ بات اچھی طرح یاد رکھیے! میں لینن نہیں، کانسٹنٹن پتروویچ ایوانوف ہوں — سیستروریتسک کی چھوٹے ہتھیار سازی کے کارخانے کا ایک مزدور — سمجھ گئیں نا، آپ!"

پھر انھوں نے مجھے اپنا شناختی کارڈ دیتے ہوئے کہا "اس کو پڑھ لیجیے اور مجھے کانسٹنٹن پتروویچ پکارا کیجیے"۔

اس کے بعد ہم نے میرے فرائض کے بارے میں بات چیت کی۔

"سنئیے! آپ کا پہلا کام یہ ہے کہ آپ مجھے روزانہ صبح اول وقت تمام اخبارات — سمجھ گئیں نا آپ! — تمام اخبارات لادیا کیجیے۔ دوسرا کام یہ ہے کہ آپ میرے خطوط لایا، لے جایا کیجیے — اور بس! — آپ کو نادیژدا کانسٹنٹینووناا ور یئوگینیا، ینگوروو ا کے توسط سے وائبورگ پارٹی کمیٹی کی ہدایات پر عمل کرنا چاہیے۔"

ایک دن، رات کے کھانے کے بعد لینن نے مجھ سے پورا فلیٹ دکھانے کی خواہش کی۔ میں نے انھیں اپنا کمرہ اور بالا خانے کا برآمدہ دکھایا۔ وہ متجسس نگاہوں سے ہر چیز کا جائزہ لے رہے تھے۔

"کیا سردی کی وجہ سے اس کو بند کر دیا گیا ہے؟" انھوں نے برآمدے کو چاروں طرف سے بالکل بند دیکھ کر پوچھا۔ "اچھا! موری کے پانی کا پائپ کہاں ہے؟"

میں نے انھیں وہ پائپ دکھایا۔

"ٹھیک ہے! لیکن سردی سے احتیاط کے لئے اس کو اگر کیڑ ڈنڈوں سے بند نہیں کیا جانا چاہیے — اور ہاں! کل رات اندھیرا ہونے کے بعد آپ صحن میں جائیے۔

www.taemeernews.com

اور اس کھڑکی کے سامنے والی باڑھ کے اُوپر یا نیچے کے کھڑے سے لکڑی کے دو تختے نکال دیجئے۔

"کاہے کے لئے؟" میں نے پوچھا

"کاہے کے لئے؟ اتنا بھی نہیں سمجھ سکتیں کہ فلیٹ سے باہر نکلنے کا کوئی دوسرا راستہ نہیں ہے۔"

"تو کیا آپ پائپ سے نیچے اُتریں گے؟"

"یقیناً۔ اگر وقت پڑے تو میں پائپ سے نیچے اُتر جاؤں گا۔"

روزمرہ زندگی میں لینن انتہائی منکسر المزاج، سیدھے سادے ہمدرد اور سلیقہ مند انسان تھے۔

ایک اتوار کو صبح کا ناشتہ کرتے کرتے اچانک انھوں نے مجھ سے پوچھا کہ "آپ آتشدان کاہے سے روشن کیا کرتی ہیں؟"

"لکڑیوں سے!"

"اچھا! کہاں رکھی ہیں لکڑیاں؟ میں لے آیا کروں گا۔" لینن اصرار کرنے لگے۔

"لکڑیاں تو پیش دالان میں رہتی ہیں لیکن آپ وہاں نہیں جا سکتے۔ کہیں آپ کو کوئی دیکھ نہ لے!"

لینن نے میری دلیل تسلیم کر لی اور چپ ہو گئے۔

وہ مجھے روزانہ مختلف کاموں پر روانہ کیا کرتے تھے بعض وقت تو مجھے دن میں دو دو تین تین مرتبہ بھی ڈسٹرکٹ کمیٹی کو جانا پڑتا۔

یوں ہی دن گزرتے جا رہے تھے۔ یہاں تک کہ ۲۴ اکتوبر کی تاریخ آ پہنچی۔ اس دن کو میں زندگی بھر نہیں بھول سکتی۔ ناشتہ کرتے کرتے میں نے ولادیمیر ایلیچ سے کہا

www.taemeernews.com

"کامریڈ! آج حالات کچھ دگرگوں دکھائی دے رہے ہیں۔ جانے کیا بات ہے؟ مجھے آج رابوچی پت بازار میں نہیں مل سکا۔ اخبار فروش کہتے تھے کہ وہ آج شائع ہی نہیں ہوا۔"

"سچ! واقعی وہ شائع نہیں ہوا"؟ لینن کے چہرے پر فکر اور پریشانی کے آثار جھلکنے لگے۔ "آپ یہاں کا کام کاج رہنے دیجئے اور میرا خط لے کر فوراً ضلع کمیٹی لو جائیے"۔

لینن کی پریشانی سچ ثابت ہوئی۔ پتہ چلا کہ اس رات کیرینسکی[1] نے ہمارا اخبار بند کر دینے کا حکم جاری کر دیا تھا۔ اس کا علم ہمیں دوسرے دن صبح پانچ یا چھ بجے ہوا۔ اس وقت تک افسر کیڈٹ ہمارے چھاپے خانہ پر دھاوا کر کے ۲۴ اکتوبر کے شمارے کو تقریباً تلف کر چکے تھے۔ لیکن بعد میں انقلابی فوجی کمیٹی[2] کے احکامات پر سُرخ محافظین اور سپاہیوں نے کیڈٹوں کو مار بھگایا اور اخبار کی اشاعت کا کام شروع کر دیا۔

میں نے لینن کو خط کے جواب کے ساتھ ساتھ اخبار بھی واپس کر دیا۔ اس میں لینن کا مضمون بھی شائع ہوا تھا جس کا عنوان تھا "سوشلسٹ انقلابی پارٹی نے کسانوں کو پھر دھوکا دیا"۔ میں دن کے تقریباً ۳ بجے دوبارہ ضلع کمیٹی کے دفتر گئی جہاں مجھے معلوم ہوا کہ نکولائیوسکی پل اُٹھا لیا گیا ہے۔ آمد و رفت بند تھی میں بھاگی بھاگی پل کے پشتہ کے پاس گئی۔ وہاں افسر کیڈٹ، گھوڑوں پر سوار پہرہ دے رہے

---

[1] اے۔ ایف۔ کیرینسکی — بورژوا عارضی حکومت کا سربراہ

[2] انقلابی فوجی کمیٹی۔ پیتروگراڈ سوویت کا فوجی ادارہ جس کے ذمہ مسلح انقلاب کی تیاری اور سرکردگی تھی۔

www.taemeernews.com

تھے۔ میں ٹرام پکڑنے کے لئے دوڑی۔ آمد و رفت کا راستہ بڑا تنگ تھا اور سارے ٹرام گارڈ یہاں معطل کھڑی تھیں۔ میں بالشوائی سمپسونیوسکی پل کی طرف دوڑی یہ پل ابھی اٹھایا گیا تھا اور ہمارے سرخ محافظ۔ سپاہی بازوؤں پر لال پٹیاں باندھے راتفلیں تانے صف در صف کھڑے ہوئے تھے۔

میں شام کے تقریباً ۶ بجے گھر واپس پہنچی۔ ولادیمیر ایلیچ میرا انتظار کر رہے تھے۔ وہ مجھ سے تمام کر دش ہی میں مل گئے اور بڑی بے چینی سے پوچھنے لگے کہ مجھے واپسی میں اتنی دیر کیوں ہوئی؟ "ہر سڑکوں پر کیا ہو رہا ہے؟" جب میں نے انھیں تمام تفصیلات سنا دیں تو کہنے لگے "معاف کیجئے! آپ ابھی لباس تبدیل نہ کریں۔ میرا خط لیکر آپ کو فوراً جانا ہے"۔ وہ اپنے کمرے میں چلے گئے اور کچھ ہی دیر بعد ایک خط مجھ کو دیکر کہنے لگے "یہ خط صرف نادیژدا کانستنتینونا ہی کو دیجئے اور جواب لئے بغیر واپس نہ آئیے گا"۔

میں فوراً نادیژدا کانستنتینونا کے پاس گئی اور ان کا جواب لاکر لینن کو دیدیا۔ اس مرتبہ بھی مجھے لینن غلام گردش ہی میں ملے اور جواب پڑھنے کے بعد پھر یہی کہا: "لباس تبدیل نہ کیجئے۔ آپ کو تکلیف تو ضرور ہو رہی ہے لیکن آپ کو پھر نادیژدا کانستنتینونا کے پاس جانا ہے"۔

میں پھر بالشوائی سمپسونیوسکی گئی اور پھر نادیژدا کانستنتینونا نے لینن کے خط کا جواب لکھ کر مجھ کو دیدیا۔

"کیا جواب دیا ہے آپ نے"۔ میں نے نادیژدا سے پوچھا

"وہی جو پہلے دیا تھا" ــــ نادیژدا نے میرے کان میں آہستہ سے کہا۔ "ابھی انھیں "اسمولنی" جانے کی اجازت نہیں دی گئی ہے"۔

عل ۱۹۱۷ء میں اسمولنی انسٹی ٹیوٹ اکتوبر انقلاب کا ہیڈ کوارٹر تھا۔

www.taemeernews.com

ولادیمیر ایلیچ نے جب اپنے خط کا جواب پڑھا، تو بے حد جھنجلا گئے اور خط کو مروڑ کر زمین پر پھینک دیا۔

"میری سمجھ میں تو ان کی بات نہیں آتی۔ آخر ان لوگوں کو ڈر کس چیز کا ہے؟ پرسوں ہی پودوسکی[۲] کہہ رہے تھے کہ فلاں فلاں فوجی دستہ پورے کا پورا بالشویک ہے اور فلاں دستہ بھی۔"

وہ دس پندرہ منٹ تک یوں ہی جھنجلاتے رہے۔

"دیر ہو گئی ہے اب آپ رات کا کھانا کھا لیجئے۔" میں نے کہا۔

لینن کھانے کی میز کے پاس آئے اور مجھ سے کہنے لگے۔

"میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ بھوکا نہیں رہوں گا۔"

وہ اپنے کمرے میں چلے گئے اور تھوڑی دیر بعد باہر نکل آئے۔ ان کے ہاتھ میں پھر ایک خط تھا۔

"میں آپ کا گیارہ بجے تک انتظار کروں گا۔ اس کے بعد جو بھی ضروری سمجھوں وہ کروں گا۔"

میں لینن کا خط لیکر ضلع کمیٹی کو گئی۔ یہ میرا پانچویں بار تھا۔ میں نے نادیژدا کانستنتینوونا کو ہر بات بتائی۔

"آخر انھیں کس طرح باز رکھا جا سکتا ہے؟ کیا آپ کچھ ترکیب بتا سکتی ہیں۔" نادیژدا نے پوچھا۔

"میں — میں تو سمجھتی ہوں اس معاملہ میں ہمارے ساتھی غلطی پر ہیں۔ شائد میں واپسی پر لینن کو گھر میں نہ پاؤں؟"

۲۔ پودوسکی — پیتروگراڈ انقلابی کمیٹی کے صدر نشین۔

www.taemeernews.com

میں ضلع کمیٹی سے جب گھر پہنچی تو ابھی گیارہ بجنے میں ۱۰ منٹ باقی تھے اور میز پر ایک تاریخی تحریر دھری ہوئی تھی ــــ "جا رہا ہوں وہاں جہاں آپ لوگ میرا جانا نہیں چاہتے تھے ــــ الوداع! ایلیچ"۔

اب گھر پر ٹھیرنا میرے بھی بس کی بات نہ تھی۔ میں سڑک پر نکل آئی اور راستہ میں دو ٹرام بدلتے ہوئے اسمولنی پہنچی۔ ساری عمارت روشن تھی اور کھڑکیوں کے شیشوں میں سے روشنی چھن چھن کر راستہ پر پڑ رہی تھی۔ میں اپنی پیتروگراد سوویت کی رکنیت کا کارڈ بتا کر اسمولنی کی عمارت کے اندر چلی گئی اور دوسری منزل پر بالشویک گروپ کے کمرے میں پہنچ گئی۔ میں نے ابھی کمرے میں قدم رکھا بھی نہ تھا کہ میرے کانوں میں ایک ساتھ کئی آوازیں آئیں۔

"ایلیچ آ گئے۔ ایلیچ آ گئے"۔

اور میں نے دیکھا لینن اپنی ٹوپی اور اس کے ساتھ ہی سر کے مصنوعی بال اتار رہے تھے۔

www.taemeernews.com

ایوان ارا میلیف

شکار

بڑھے شکاری ایوان واسیلیوچ الیابئیف کو رات میں پیغام پہنچا۔ اس کو ضلع ایگزیکٹیو کمیٹی نے طلب کیا تھا۔ اریا پیترووڈنا نے پھٹی پھٹی سوالیہ نگاہوں سے اپنے شوہر کو دیکھا اور بڑے فکرمندانہ انداز میں پوچھا:

"کیا بات ہے' ایوان ۔؟"

"کچھ نہ کچھ بات تو ضرور ہوگی۔ تب ہی تو بلایا گیا ہے"۔ اس نے یک گونہ اطمینان سے جواب دیا اور اپنی الجھی ہوئی سفید داڑھی میں کنگھی کرنے لگا۔ بڑھیا نے بے چینی سے کروٹ بدلتے ہوئے ایک ٹھنڈی سانس لی۔ چراغ میں تیل بہت کم تھا۔ بتی جلتے جلتے دھواں دینے لگی۔ ایوان نے لو دھیمی کردی اور اپنے بستر پر لیٹ گیا لیکن اس کو بہت دیر تک نیند نہ آئی۔

صبح کو بھی وہ جلد اٹھ بیٹھا اور لباس تبدیل کرکے پیدل ہی قصبہ کی طرف چل پڑا۔ سماں بڑا سہانا تھا۔ گیہوں کے لہلہاتے کھیتوں میں سلووں کی میٹھی میٹھی پکار اور

www.taemeernews.com

برچ کی ٹہنیوں پر ننھے ننھے پرندوں کی چہچہاہٹ فضا میں ترنم بکھیر رہی تھی۔ ایوان، فطرت کی اس موسیقی کو سنتا ہوا، اپنی دھن میں چلا جا رہا تھا۔ اس کے ہونٹوں پر ایک بجھی بجھی سی مسکراہٹ پھیل گئی۔

"واہ! - واہ! ۔۔۔" وہ اپنے آپ باتیں کرنے لگا۔ "کیا مزے کی زندگی ہوتی ہے ان پرندوں کی بھی۔ نہ بوتے ہیں، نہ کاٹتے ہیں۔ پھر بھی سال کے بارہ مہینے پیٹ بھر بھر کر کھانے کو ملتا ہی رہتا ہے۔ دنیا کی کوئی فکر نہیں۔ کوئی غم نہیں ۔۔ اور ایک ہم ہیں۔ کسی کے لینے میں نہ دینے میں۔ اس کے باوجود ہمیں طلب کیا گیا ہے۔"

کمیٹی کے صدر کے اجلاس کے سامنے ملاقاتیوں اور غرضمندوں کی ایک قطار لگی ہوئی تھی۔ دُور دراز علاقوں سے آئے ہوئے کسان۔ عام شہری ۔۔۔ نواحی علاقوں کے باغبان ۔۔۔ فوجی ٹوپیاں لگائے ہوئے سُرخ سپاہی۔ جو حال حال میں فوجی خدمات سے سبکدوش ہوئے تھے ۔۔۔ سب ہی قسم کے لوگ وہاں موجود تھے۔ سکریٹری نے ایک ایک سے اس کا نام اور ملاقات کی غرض پوچھی، ایوان نے بھی اپنا نام اور آنے کی وجہ بتائی۔ لڑکی نے اُوپر سے نیچے تک اس کو دیکھا اور اندر چلی گئی۔ ایک لمحہ بھی گزرنے نہ پایا تھا کہ صدر کے اجلاس کا دروازہ کھلا اور لڑکی کی آواز آئی۔

"تشریف لایئے۔ کامریڈ الیا بئیف!

صدر نے کھڑے ہو کر ایوان سے ہاتھ ملایا اور ایک آرام کرسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا: "تشریف رکھیے۔ کامریڈ الیا بئیف!"

اور وہ ہچکچاتے۔ تے ڈرتے کرسی پر بیٹھ گیا۔

"آ ۔ آپ بھی شکار کیا کرتے ہیں؟"

www.taemeernews.com

اس سوال پر وہ کچھ سٹپٹا گیا۔ اس کو اب تک یہ معلوم نہیں تھا کہ آخر اس کو یہاں کیوں بلایا گیا ہے؟

"بھی کبھار کچھ چھوٹا موٹا شکار کر لیا کرتا ہوں" اس نے جھجکتے جھجکتے جواب دیا۔ "آپ تو دیکھ ہی رہے ہیں ۔۔۔ میں کافی بوڑھا ہو چکا ہوں۔ وہ پہلا سا دم خم اب باقی نہیں رہا۔ دکھائی بھی کم دینے لگا ہے۔ زیادہ چل پھر نہیں سکتا۔ گٹھیا ہو گئی ہے۔ پیروں کے جوڑ جوڑ دکھتے ہیں۔ غالباً مجھے بہت جلد شکار چھوڑ دینا پڑے گا بہر حال۔۔"

"اچھا تو آپ کا خیال یہ ہے کہ آپ بوڑھے ہو گئے ہیں لیکن میں سمجھتا ہوں کہ اب بھی آپ ایک صحت مند آدمی کی طرح ہٹے کٹے ہیں" صدر نے الیاس بخت کے چہرے پر شوخ نظریں گاڑتے ہوئے کہا۔ "خیر یہ باتیں تو ہوتی ہی رہیں گی لیکن اس وقت آپ کو میں نے زحمت اس لئے دی ہے کہ کل یہاں ایک صاحب کچھ شکار کرنے آ رہے ہیں اور ہم نے ان کے گائیڈ کی حیثیت سے آپ کو منتخب کیا ہے۔ کل آپ اپنے گھر ہی پر ان کا انتظار کیجئے اور جب وہ آئیں تو ان کو کچھ بہترین مقامات پر لے جا کر شکار کروائیے۔"

"اتنا کام تو یقیناً کر سکوں گا اور آپ تو جانتے ہی ہیں کہ پہلے بھی میں لوگوں کو شکار کروا چکا ہوں لیکن یہ تو بتائیے کہ کون آ رہا ہے؟"

صدر نے مسکرا دیا۔

"کل آپ خود ان کو دیکھ لیں گے۔ اس وقت تو آپ کو میرا مشورہ یہی ہے کہ آپ گاؤں میں کسی کو بھی کچھ نہ بتائیں۔"

"کیوں؟ کیا کوئی راز ہے؟"

"بھئی! راز ہو یا نہ ہو لیکن ان کے آنے کی کسی کو خبر نہیں ہونی چاہئے،

www.taemeernews.com

ورنہ کسان ہر قسم کی باتیں لیکر ان کے پاس دوڑے دوڑے آئیں گے اور ان کو یہاں بھی چین نہ ملے گا ـــــ ان کو ضرورت ہے آرام کی ـ سمجھ گئے نا آپ !"

"اچھا ـ تو یوں کہئے نا ـ" ایوان نے کہا

اتنے میں ٹیلیفون کی گھنٹی بجی اور صدر کسی سے بات چیت میں مشغول ہو گئے

اب ایوان کی فکر اور الجھن بھی دور ہو گئی تھی ـ اس نے اطمینان کی سانس لی اور کرسی سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا ـ اس کی آنکھوں میں وہ زمانہ پھر گیا جب سارے علاقہ میں اس کی دھوم تھی ـ بڑے بڑے عہدیدار بھی اپنے کتے تربیت کے لئے اس کو دیا کرتے تھے اور اس کو ساتھ لیکر شکار کھیلا کرتے تھے ـ ہر کوئی اس کی نشانہ بازی ـــ جنگلوں کے چپے چپے سے اس کی آگاہی ـــ چرندوں اور پرندوں کی عادات واطوار سے اس کی واقفیت پر رشک کیا کرتا تھا ـ بڑے بڑے اُمراء تک اکثر اس کے پاس آیا کرتے تھے اور کہتے تھے "ہمیں جنگل لے چلو ـ ہم کچھ شکار کرنا چاہتے ہیں" ـــ اور وہ ان کی مرضی کے مطابق شکار کروایا کرتا لیکن یہ اُمراء ! ـ اُوںھ ! ـــ کتنے ناز نخرے ، کتنا متکبرانہ برتاؤ کیا کرتے تھے اس سے ـ اور خدمت کا معاوضہ بھی کیا دیتے ـ چند ٹکے ـــ اور اس پر ایسی اکڑ جیسے کہ انھوں نے حاتم کی قبر پر لات ماردی ہے ـ پھر بھی وہ اس بات پر خوش تھا کہ وہ ایسے لوگوں کے ساتھ شکار کر رہا ہے جو زرق برق کپڑے پہنے ہوتے ہیں ـ جن کے پاس ایک سے ایک قیمتی بندوق اور ایک سے ایک اعلیٰ نسل کے شکاری کتے ہیں ـ ان دنوں اس کا بد طینت اور بدزبان پڑوسی کاشتکار نکیتا یا نکوف جا لوان سے جڑا کرتا تھا ، اس کو امیروں کے ساتھ شکار کھیلتا دیکھ کر حسد کے انگاروں پر لوٹنے لگتا ـ

ایک دن تو ہلکا سا نشانہ چونک جانے پر ایک عہدیدار کا پارہ اتنا

www.taemeernews.com

چڑھ گیا کہ اس نے الیا بئیف کے منھ پر زور سے چھڑی دے ماری اور وہ بیچارا تلملا کر رہ گیا ایک اور عہدیدار کو مذاق جو سوجھا تو اس نے جنگل ہی میں الیا بئیف کو ایک ہی دور میں آدھا گیلن ووڈکا پلا دی۔ کسی کی جان گئی، کسی کی ادا ٹھیری۔ اور وہ بیچارہ اکرتا بھی کیا۔ حکم حاکم مرگِ مفاجات۔ بس پیتا ہی چلا گیا ۔۔ پیتا ہی چلا گیا یہاں تک کہ بے ہوش ہو کر گر پڑا اور اس کو دل کی بیماری ہو گئی۔۔۔ لیکن یہ باتیں ایسی تھیں جن سے اس کے پڑوسی واقف نہیں تھے اور وہ کسی سے ان باتوں کو کہہ بھی کیسے سکتا تھا!

پھر جنگ شروع ہو گئی اور اس کے بعد انقلاب ۔۔ اب گولی بارود کہیں سے بھی خریدی نہیں جا سکتی تھی۔ الیا بئیف تو یہ سمجھ بیٹھا تھا کہ اب پھر کبھی وہ نہ تو کسی کا گائیڈ بن سکے گا نہ کسی کو آئندہ اس کی خدمات کی ضرورت پیش آئے گی لیکن نہیں! لوگوں نے اب تک بھی اس کو بھلایا نہیں ہے۔ اور اس کے چہرے کی چمک اس کے دل کی خوشی کی چغلی کھانے لگی۔

اسی اثناء میں صدر نے ٹیلیفون پر بات چیت ختم کر لی اور الیا بئیف سے مخاطب ہو کر کہا:۔

"الیا بئیف! آپ راضی ہیں نا! ۔۔ ٹھیک ہے ۔۔ آپ اپنی بندوق بھی ساتھ لے جائیے لیکن آپ خود شکار نہ کیجئے۔ چاہے شکار کہیں کیوں نہ ہو۔ اس کا خاص خیال رکھئے۔ آپ صرف یہ کیجئے کہ پرندے آپ کے مہمان کے نشانے کی زد پر آجائیں اور بس ۔۔۔۔ آپ کے مہمان کو یہ بات قطعاً پسند نہیں ہے کہ کوئی اور اس کے لئے شکار کرے ۔۔۔۔ وہ خود اپنی مرضی سے شکار کرے گا۔ اگر وہ ایک بھی شکار نہ کر سکے تو بھی اس کو غم نہ ہو گا سمجھ گئے نا آپ؟"

www.taemeernews.com

وہ بڑی خوشی خوشی گھر واپس لوٹا۔ راستہ بھر وہ ٹھہر ٹھہر کر بجھا ہوا پائپ سلگاتا اور پھر سوچتا جاتا: "کون مہمان آرہا ہے؟ ماسکو سے اتنی دور؟"

جب ایوان نے اپنی بیوی کو بتایا کہ کل ان کے گھر ایک بہت ہی اہم مہمان آنے والا ہے، تو اس کا چہرہ بھی دمک اٹھا اور وہ اپنے دیہاتی مکان کی صفائی اور جھاڑو جھٹکے میں لگ گئی۔

(۲)

دوسرے دن سرِ شام ایک گرد آلود موٹر آئی۔ شوفر کے ہارن کے ساتھ ہی الیا بیئیف کی باچھیں کھل گئیں اور وہ دوڑا دوڑا باہر نکلا:

"خوش آمدید! خوش آمدید! اندر تشریف لائیے۔"

ایک چھوٹے قد اور گٹھیلے جسم کا آدمی، سیدھے ہاتھ میں بندوق کا بیگ لیے ہوئے موٹر سے اترا۔ وہ بھورے رنگ کی صدری اور شکاری جوتے پہنے ہوئے تھا۔

"آداب عرض ہے۔" مہمان نے بڑے خلیق انداز میں کہا۔

ایوان الیا بیئیف ششدر رہ گیا۔ اس کو نئے مہمان سے بھی اسی درشت اور ترش لہجے کی توقع تھی جس سے اس کو پہلے سابقہ پڑتا رہتا تھا لیکن یہ مہمان ــــ اس میں وہ اکڑ اکڑا ــ وہ غٹ پٹ کچھ بھی تو نہیں۔ اس نے بڑی خندہ پیشانی سے یوں مسکراتے ہوئے جواب دیا جیسے کہ کوئی پرانا دوست ہو۔ اور ہوا بھی ایسے ہی۔ اس مسکراہٹ نے اجنبیت کے احساس کو مٹا دیا اور دونوں میں ایک اپنائیت پیدا کردی۔

ڈرائیور نے موٹر آگے بڑھا کر احاطہ میں کھڑا کردی اور مہمان دیوار کے بازو مٹی کے ٹیلے پر بیٹھ کر رومال سے منہ صاف کرنے لگا۔ ایوان ٹکٹکی باندھے اس کو گھور رہا تھا۔ مویشیوں کا ایک منڈہ آہستہ آہستہ سڑک سے گزر رہا تھا اور چرواہا

www.taemeernews.com

ایک لانبا کوڑا گھماتے ہوئے ان کو ہانکتا جا رہا تھا۔ الیا بئیف کا مہمان یوں ہی ٹیلے پر بیٹھا کبھی خوبصورت گایوں کو کبھی گاؤں کے صاف ستھرے مکانوں کو۔ اور کبھی نیلگوں آسمان کو دیکھ رہا تھا۔

ایوان مجسم دیدۂ حیرت بن گیا تھا: "وہی ہیں! بالکل وہی"۔۔۔ یہ چہرہ مہرہ۔۔۔ یہ چوڑی چکلی پیشانی۔ وہ کئی اخباروں اور تصویروں میں یہ حلیہ دیکھ چکا تھا۔ اس کی آنکھیں دھوکہ نہیں کھا سکتیں۔ یقیناً وہی ہیں!

"کیا آ۔۔۔ پ کام۔۔۔ ریڈ لینن ہیں؟"

"جی ہاں!" ولادیمیر ایلیچ نے جواب دیا۔۔۔ "اور اگر میں بھولتا نہیں ہوں تو آپ کا نام ایوان واسیلیوچ ہے۔ ہے نا!"

بوڑھا شکاری خوشی سے اچھل پڑا اور تیزی سے گھر میں لپکتے ہوئے چلایا۔

"جلدی کرو۔۔۔ جلدی۔۔۔ اری سنتی ہو۔ ہمارے گھر کوئی یہ وہ نہیں لینن آئے ہیں لینن۔۔۔ کیا سمجھیں۔ عوامی کمیساروں کی کونسل کے صدر"

"اوہ"۔۔۔ ماریا پتروونا کے منہ سے ہلکی سی چیخ نکل گئی۔ اس کو ایوان کی بات کا شاید یقین نہ آ رہا تھا۔

"ہاں! ہاں!۔۔۔ لینن آئے ہیں لینن۔ میں جو کہہ رہا ہوں۔۔۔ تم ذرا اپنی زبان پر تالہ لگائی رکھو سمجھیں۔ کہیں سارے گاؤں میں ڈھنڈورا پیٹتی پھرو گی۔۔۔"

الیا بئیف پھر الٹے قدم باہر آ گیا۔

"ولادیمیر ایلیچ! آپ چائے پئیں گے یا کہئے تو گائے کا تازہ دودھ حاضر کروں"

"شکریہ! آپ زیادہ زحمت نہ کیجئے۔ میں چائے پیوں گا"

www.taemeernews.com

اور پھر وہ سب گھر کے اندر ایک سماوار کے پاس بیٹھ گئے۔ موٹر کے طویل سفر سے لینن کچھ تھکے تھکے نظر آرہے تھے۔ انھوں نے زیادہ باتیں نہیں کیں۔ صرف شکار کے بارے میں پوچھا اور پھر اپنے میزبان کی باتیں کان لگا کر سُنتے رہے اس کے بعد اُنھوں نے خواہش کی کہ گھاس کے کوٹھے ہی میں ان کا بستر لگا دیا جائے۔

الیا بئیف، لینن کو کوٹھے میں چھوڑ کر خود بھی اپنے بستر پر لیٹ گیا۔ کل اس کے امتحان کا دن تھا اور رات میں کافی آرام کی ضرورت تھی لیکن نہ جانے نیند اس کی آنکھوں سے کہاں غائب ہوگئی تھی۔ اس خیال ہی سے اس کا دل دھڑک رہا تھا کہ اگر کل وہ شکار میں اپنی شہرت کو برقرار نہ رکھ سکا تو کیا ہوگا؟ لینن کیا سوچیں گے؟ —— وہ چند دنوں سے جنگل کو بھی نہیں گیا تھا اور اچھی طرح نہیں جانتا تھا کہ ان دنوں شکاری پرندے، تیتر، گراؤس کہاں ملیں گے۔

(۳)

پَو پھٹتے ہی لینن اور الیا بئیف گھر سے نکل پڑے۔ گاؤں کا گاؤں اب تک میٹھی نیند سو رہا تھا اور اس کی اکیلی سڑک چپ چاپ پڑی تھی۔ سیبوں کی مست خوشبو میں بسی نسیم کے شوخ اور چنچل جھونکے نو شگفتہ پھولوں سے اٹکھیلیاں کر رہے تھے۔ لینن اور الیا بئیف میووں کے باغات سے ہو کر کھیتوں میں ایک دھندلی پگڈنڈی پر چلے جا رہے تھے —— الیا بئیف سامنے سامنے تھا اور لینن اس کے پیچھے پیچھے۔ کبھی کبھی لینن رُک جاتے اور اناج کے جھومتے کھیتوں کو دیکھنے لگتے۔

..... کچھ دُور پر راج ہنس کے ایک اُڑتے ہوئے جوڑے کے پروں کی سرسراہٹ سُنائی دی۔ لینن کے کان کھڑے ہوگئے اور ان کا ہاتھ خود بخود بندوق

www.taemeernews.com

کی طرف بڑھ گیا۔

"وہ بہت دُور ہیں، کامریڈ لینن!" الیا بئیف نے کہا

"ہاں! میں جانتا ہوں۔" لینن نے مسکراتے ہوئے کہا — "انھیں مارنا تو بڑی بے رحمی ہوگی۔ کتنے خوبصورت پرندے ہیں! —"

شکاری کتا اکزائی سامنے کی طرف جھپٹا لیکن الیا بئیف نے اس کو آواز دی اور وہ خاموشی کے ساتھ واپس آکر پیچھے پیچھے چلنے لگا۔ خوشگوار اور معطر ہوائیں فطرت کو گدگدا گدگدا کر جگا رہی تھیں۔ مشرق کی آغوش سے اُجالے کی کرنیں سر اُبھار رہی تھیں اور اندھیرا مغرب کے دامن میں پناہ لینے کے لئے بھاگ رہا تھا۔ سیدھے طرف برچ کے ہرے ہرے درختوں کا جھنڈ اور بائیں طرف ایک بڑے سیراب مرغزار میں چمکتی ہوئی ندی دکھائی دینے لگی تھی۔ کہیں دور سے بندوق کی آواز آئی اور اس کے ساتھ ہی چونک کر ایوان اِدھر اُدھر دیکھنے لگا۔

"کیا خیال ہے آپ کا ولادیمیر ایلیچ؟ ہم ندی ہی پر کیوں نہ شکار کریں؟ میرے پاس کشتی بھی ہے اور اس موسم میں تو بہت سی بطخیں آئی ہیں؟"

"یہ تو اور بھی اچھا ہے۔" لینن نے الیا بئیف کی تجویز سے اتفاق کیا۔

اور وہ دونوں کنارے کی طرف چل پڑے۔ اُوس میں نہائے ہوئے سبزے اور نرم نرم گھاس پر چلنا، لطف تو دے رہا تھا لیکن وہ ندی پر جانے کے لئے اتنے بے چین تھے کہ انھیں راستہ بڑا لمبا محسوس ہونے لگا تھا۔

وادی میں سے ایک کے بعد ایک بندوق چلنے کی آوازیں آ رہی تھیں اور ہر آواز کے ساتھ جنگلی بطخیں ایک وحشت کے عالم میں دلدل پر اُڑ رہی تھیں۔

"یہ گاؤں کے شوقین شکاری ہیں کامریڈ لینن!" الیا بئیف نے کہا۔ "آج سے شکار کے موسم کا آغاز ہوتا ہے اور یہ لوگ پہلے دن سویرا ہوتے ہی شکار

www.taemeernews.com

شروع کر دیتے ہیں۔ ایسے دن کوئی بھی شکاری گھر میں ٹک نہیں سکتا۔ سب کے سب نکل آتے ہیں ـــــ کانے اور لنگڑے لوگ تک ـــــ جی ہاں!"

یوں ہی باتیں کرتے کرتے دونوں ندی کے کنارے پہنچ گئے۔ الیابئیف نے کشتی کھولی اور پتوار لگاتے ہوئے سانس کھینچ کھینچ کر ہوا کی بُو سونگھنے لگا۔

"آثار تو یوں معلوم ہوتے ہیں کہ شام تک بارش ہو جائے گی۔" اس نے کہا

شکاری کتا اُچک کر کشتی پر چڑھ گیا اور مالکانہ شان سے پاؤں پھیلا کر فرش پر بیٹھ گیا۔ لینن کشتی کے دنبالہ پر سوار ہو گئے۔ ایوان نے پتوار کھینے شروع کر دیئے اور کشتی اپنے پیچھے ایک چمکتی پن لیکھ چھوڑتی ہوئی کنارے کنارے چل پڑی ـــــ لینن ندی پر اِدھر اُدھر دیکھنے لگے۔ چڑھتے سورج میں اس پار کی پہاڑیاں گلنار نظر آ رہی تھیں اور دریا ہلکی ہلکی منور دھند کی باہنوں میں بے حس و حرکت پڑا ہوا تھا۔

"اپنی بندوق کا گھوڑا چڑھا رکھئے، ولادیمیر ایلیچ!" تجربہ کار شکاری نے مشورہ دیا۔ "جگہ جگہ سے بطخوں کو ہانکا جا رہا ہے اور وہ کسی بھی وقت اُڑتی ہوئی قریب سے گزر سکتی ہیں۔ میری کشتی ہچکولے نہیں کھا رہی ہے۔ آگے آپ جانیں اور آپ کا شکار...."

ولادیمیر ایلیچ نے بندوق توڑ کر کارتوس بھر لئے۔ ندی بڑی پُرفریب تھی اور ..... بیچ میں سطح سرکنڈے کی گھاس سے ڈھکی ہوئی تھی۔ الیابئیف نے سینٹھے کے جھاڑوں میں کشتی لے جا کر باندھ دی۔ ندی کے دونوں کناروں پر بید کے ہرے ہرے درختوں میں دیہاتی شکاری تاک لگائے بیٹھے تھے۔ ان کے پاس نہ تو کشتیاں تھیں نہ شکاری کتے ـــــ

شکار کے موسم کا پہلا دن بھی تھا اور اتوار بھی۔ اکثر لوگ تو صبح ہی صبح ایک

www.taemeernews.com

یا دو جام چڑھا کر آ گئے تھے۔ ان کی آوازیں، دریا کے اِدھر سے لیکر اُدھر تک سُنائی دے رہی تھیں لیکن جُوں ہی بطیں اُڑیں، سب لوگ یکا یک یُوں خاموش ہو گئے جیسے کہ اُنھیں کوئی سانپ سونگھ گیا ہو۔ جھاڑیوں سے کئی بندوقیں چلیں اور ایک دو بطیں گر پڑیں۔ — باقی جھنڈ کا جھنڈ دُور بلندیوں پر اُڑ گیا — اب بھی ایک بھورے نیلگوں سینے والی بط، گولیوں کی آوازوں کی پرواہ کئے بغیر مچھلیاں پکڑنے کی کوشش کر رہی تھی اور اپنی دوشاخہ دُم کو لہراتی پانی میں اِدھر اُدھر تیزی سے رُخ بدلتے ہوئے ڈبکیاں لگا رہی تھی

اتنے میں بطوں کا ایک جھنڈ نمودار ہوا اور لینن نے نشانہ تاک کر بندوق کی دونوں نالیاں خالی کر دیں۔ کشتی کے قریب ہی ایک بط گر پڑی اور دوسری جھنڈ سے الگ ہو کر پھڑپھڑاتی ہوئی نیچے کی طرف آنے لگی۔

"وہ بھی ختم ہو گئی!" الیا بئیف نے کہا۔ "کیا کہنے! شروعات تو بڑی اچھی ہوئی ہے۔"

اچانک جھاڑیوں کے پیچھے سے کسی نے بندوق چلائی اور وہ بط جو لینن کے کارتوس سے زخمی ہوئی تھی، قلابازیاں کھاتی ہوئی گرنے لگی۔ اس کے ساتھ ہی جھاڑیوں میں سے چھلانگ لگاتا ہوا ایک شخص نکلا اور گرتی ہوئی بط پر ایک اور کارتوس داغ دیا۔ یہ الیا بئیف کا پڑوسی نکیتا پانکوف تھا۔ فضا ہی میں بط مرکز زمین پر گر پڑی اور وہ اس کو اُٹھا کر پھر جھاڑیوں میں واپس جانے لگا۔ الیا بئیف غصہ میں آ کر چیخا:

"اے! کیا کرتے ہو؟ دوسروں کا شکار اچک لیتے ہوئے تمہیں شرم نہیں آتی؟"

"اگر یہ تمہارا شکار ہوتا تو بھلا تم اس کو چھوڑ دیتے؟ بڑے تیس مار خاں بنے

www.taemeernews.com

پھرتے ہو۔" انکیتا یا نکوف نے بڑے حقارت آمیز لہجے میں کہا۔

ولادیمیر ایلیچ مسکراتے ہوئے ان دونوں کی تو تو میں میں سن رہے تھے

"جانتے ہو تم نے کس کی بطہڑپ لی ہے"؟ الیا بئیف نے جھنجلا کر کہا۔" ارے! وہ بط ——"

فوراً ہی ولادیمیر ایلیچ نے جھٹکا دیکر اس کے کوٹ کا دامن کھینچا۔ وہ یوں ہی مسکرا رہے تھے اور ان کی آنکھوں میں ایک شوخی آمیز چمک لہریں مار رہی تھی۔

" اتنا مشتعل نہ ہو، ایوان واسیلیوچ! میں نے بط کو زخمی کیا اور اس نے اس کا کام تمام کر دیا۔ لے لینے دو اسی کو، ہم اور دوسری بطیں مار لیں گے"۔

ایوان الیا بئیف کے تصور میں ان دنوں کی یاد ابھر آئی جب کہ زمیندار والکوف کی جائیداد تقسیم کی جا رہی تھی۔ اس وقت اس خبیث نکیتا نے اپنی چیخ و پکار سے ایک طوفانِ بدتمیزی کھڑا کر دیا تھا اور گلا پھاڑ پھاڑ کر کہہ رہا تھا: "الیا بئیف تو امیروں کا ہم پیالہ اور ہم نوالہ رہا ہے۔ اب وہ اپنا حصہ مانگ رہا ہے۔ ہم تو اس کی تائید نہیں کریں گے ——" بعض کسانوں نے نکیتا کی ہاں میں ہاں ملائی اور اس کی مجرمانہ نیت کا ساتھ دیا۔ ایوان کب اُن سے دبنے والا تھا۔ اس نے بھی غصہ میں انھیں خوب بے نقط سنائی اور خود لینن تک سے شکایت کرنے کی دھمکی دے ڈالی۔ وہ تو خیر ہوئی کہ ان لوگوں کی بات نہ چلی اور گاؤں نے الیا بئیف کی طرفداری کرتے ہوئے اس کو محض اس بناء پر زمین سے محروم کرنے سے انکار کر دیا کہ وہ میٹرن کے ساتھ شکار کھیلا کرتا تھا۔ نکیتا اور اس کے ساتھیوں نے شور و غل سے آسمان سر پہ اُٹھا لیا لیکن ان کی ہنگامہ آرائی کوئی کام نہ آئی۔ نکیتا کے پڑوسیوں نے بھی اس کی تائید نہیں کی۔ بات آئی گئی ہو گئی لیکن آج پھر اس بھولی بسری کہانی نے الیا بئیف کے پُرانے گھاؤ کو کرید دیا۔

www.taemeernews.com

"سو تو ٹھیک ہے، کامریڈ لینن!" الیا بئیف غصہ میں بھرا ہوا تھا۔ اس کی بھنویں تن گئی تھیں اور وہ کہے جا رہا تھا: "سو تو ٹھیک ہے ـــــ ہم چاہیں اور بطوں کا شکار کریں یا نہ کریں لیکن یہ تو سراسر اندھیر ہے ـــــ سراسر آچکا ین ہے ـــــ ہم اس پاجی کو اپنی ہی آنکھوں کے سامنے ہمارا شکار اُچک لے جاتا ہوا دیکھتے رہیں! ـــــ میں تو ـــــ"

"اچھا بھئی۔ اب چُپ ہی ہو جاؤ۔" ولادیمیر ایلیچ نے کہا۔ "وہ دیکھو بطیں مُڑ کر ادھر ہی آ رہی ہیں" ـــــ

الیا بئیف کشتی پر جھک گیا اور لینن نے بندوق اُٹھا کر داغ دی۔ ایک بط فضا میں چکریں کھاتی ہوئی پانی میں گری۔

"اکزالی!" ـــــ الیا بئیف نے کتے کو آواز دی اور اس کے ساتھ ہی کتے نے کشتی سے دریا میں چھلانگ لگا دی۔ ولادیمیر ایلیچ کی آنکھیں چمک اُٹھیں۔ آج وہ کتنی شاندار صبح، دریا پر گزار رہے تھے۔ انھیں اپنے بچپن اور جوانی کا وہ زمانہ یاد آ گیا جب وہ اور ان کے بھائی **دمیتری**، **کازان** کے قریب کوکوشکینو میں اکثر شکار کے لئے جایا کرتے تھے اور اکثر خالی ہاتھ ہی گھر واپس لوٹا کرتے تھے۔ دن بھر کے تھکے ہارے مگر خوش خوش ـــــ ہنستے بولتے ـــــ جب گھر والے ان لوگوں سے پوچھتے: "کہو بھئی! آج تم لوگوں نے کیا مارا؟" ـــــ تو دمیتری ہنس دیتے اور کہتے کہ "وقت!" ـــــ

شکاری کتا، دانتوں میں بط دبائے کشتی کی طرف تیرتا ہوا چلا آ رہا تھا۔ جب وہ قریب آ گیا تو ایوان نے جھک کر اس کے گلے کا پٹا پکڑ لیا اور بڑی احتیاط کے ساتھ اس کے منھ سے بط نکال لی۔ کتا پھر کشتی پر چڑھ گیا۔ اس کے چمکدار بھورے بالوں سے پانی ٹپک رہا تھا۔

www.taemeernews.com

"اب اڑان ختم ہو گئی، ولادیمیرا یلیچ"ــــ ایوان نے کہا۔

"چلئے! اب ہم جنگل میں چل کر کچھ شکار کریں ـــ"

"اچھی بات ہے۔ چلو! جنگل ہی چلیں"

ــــــــ (۴) ــــــــ

وہ برچ کی جھاڑیوں کے کنارے کنارے چلے جا رہے تھے۔ سیدھی جانب ایک کائی دار دلدل تھا جس کی سطح پر گلابی رنگ کے کرین بیریوں کا تختہ بچھا ہوا تھا۔ ایوان نے اکسزائی کی زنجیر کھول دی اور اس کو آزادی کے ساتھ ادھر ادھر دوڑنے کے لئے چھوڑ دیا۔ شکاری کتا بو سونگھتے سونگھتے برچ کے دو چھوٹے چھوٹے درختوں کے پاس رک گیا۔

ایلیچ نے بندوق تان لی۔

"پکڑ لے بیٹا!"ــــ الیا بئیچ نے اکسزائی کو اشارہ دیا۔

اکسزائی بے حس و حرکت کھڑا تھا۔ اس کا بایاں پاؤں زمین سے کچھ اٹھا ہوا تھا جیسے کہ وہ شکار پر جھپٹنے کے لئے پر تول رہا ہو۔ ضرور کہیں قریب ہی تیتر تھے۔ ایوان نے ولادیمیرا یلیچ کو دیکھا اور اشاروں ہی اشاروں میں کہا: "دیکھئے! ولادیمیرا یلیچ چوکنے رہیے"

لینن نے اپنے سینے میں شکاریوں جیسی مانوس خوشی کی لہر دوڑتی ہوئی محسوس کی۔ وہ سانس تک دم روک روک کر لے رہے تھے۔ نسیم صبح کے ہلکے ہلکے جھونکوں سے جھاڑیاں سرسرا رہی تھیں اور برچ کی جھاڑیوں میں چھوٹے چھوٹے تیتر چہچہا رہے تھے۔ لینن بندوق تانے بالکل بے حس و حرکت کھڑے تھے اور شکار کی تاک میں اس قدر ڈوب گئے تھے کہ انھیں اپنے دل کی دھڑکن کے سوا اور کچھ سنائی نہیں دے رہا تھا۔

www.taemeernews.com

اب سورج چڑھ آیا تھا اور نرم نرم دھوپ چمک رہی تھی۔ ہوا اتنی نرم تھی کہ درختوں پر ایک مدہوشی کا سا عالم طاری ہوگیا تھا اور وہ فضا کے بسیط رعنائیوں میں آنکھیں بند کئے ہوئے گم سم کھڑے تھے۔

ایوان نے برچ کی جھاڑیوں کی طرف ڈگ بھرتے ہوئے کتے کو سیٹی دیکر انہماک کے اس فسوں کو توڑا اور اس کے ساتھ ہی پرندوں کا جھنڈ کا جھنڈ اڑتا ہوا کھلی فضا میں نکل کر دلدل پر پھیل گیا۔

ولادیمیر ایلیچ نے مسکراتی نگاہوں سے ایوان کو دیکھتے ہوئے اپنی بندوق نیچے کردی اور ایک لمبی سانس کھینچکر بڑے اطمینان کے ساتھ رومال سے چہرہ پونچھنے لگے۔

"کھو دیا نا آپ نے موقعہ، ولادیمیر ایلیچ!" ——— ایوان نے تاسف انگیز لہجے میں کہا۔ "اگر آپ ان پرندوں پر کھلی فضا میں اڑتے وقت اپنی بندوق کی دونوں نالیاں خالی کر دیتے تو کم از کم دو کا شکار تو ہو ہی جاتا ———"

ولادیمیر ایلیچ مسکرانے لگے۔

"سفید تیتر تھے، بیچارے!"

"کمال کر دیا آپ نے، ولادیمیر ایلیچ! بھلا یہاں کون دیکھنے آرہا تھا کہ آپ سفید تیتروں کا شکار کر رہے ہیں؟" ایوان نے چیں بجبیں ہوکر کہا۔

اس کی داڑھی اور بڑی بڑی مونچھیں تھرتھرانے لگیں ——— وہ اُداس اور معنی خیز نظروں سے لینن کو دیکھنے لگا۔ اسی اثنا میں لینن نے بندوق کے گھوڑے پر روک چڑھا کر اس کو کندھے پر لٹکا لیا۔

"سنو ایوان واسیلیویچ! ——— بالشویکوں کو دوسروں کے لئے مثال پیش کرنی چاہیے۔ انھیں دوسروں کے لئے ایک نمونہ بننا چاہیے اور

www.taemeernews.com

آپ مجھے غیر قانونی طور پر چوری چھپے شکار کرنے کی ترغیب دے رہے ہیں یہ تو کوئی اچھی بات نہیں ہے۔ کیوں؟ ہے نا!" اور — ولادیمیر ایلیچ ہنس پڑے ان کا پرترنم قہقہہ بڑا ہی دلآویز تھا اور ان کی آنکھوں میں ایک شرارت آمیز چمک کروٹیں بدل رہی تھی، لیکن ایوان دم بخود اور تصویر حیرت بنا سوچ رہا تھا: "یہ لینن بھی عجیب آدمی ہیں۔ کہتے ہیں کہ تم مجھے غیر قانونی طور پر چوری چھپے شکار کرنے کی ترغیب دے رہے ہو۔ پہلے زمانے میں اُمرا اور سرکاری افسر تو نہ آؤ دیکھتے نہ تاؤ۔ جو چرند پرند نظر پڑتا بس آنکھ بند کر کے بندوق خالی کر دیتے۔ وہ کہاں یہ سوچتے کہ اس کا شکار قانونی ہے یا غیر قانونی اور ایک یہ ہیں کہ سفید تیتروں کو مارنے سے انکار کر رہے ہیں۔ کہتے ہیں شکار کا قانون اس کی اجازت نہیں دیتا!"

دوسرے شکاریوں کی طرح ایوان بھی، جب کوئی شکار نہ ملتا، تو ممنوعہ چرندوں اور پرندوں کو مار لیا کرتا تھا لیکن ان کے شکار سے اس کو کوئی مسرت حاصل نہ ہوتی اس کا ضمیر ایک کسک ..... ایک پچھتاوا سا محسوس کرتا کیوں کہ وہ خود بھی دل سے غیر قانونی شکار کا مخالف تھا۔ جب اس کا طیش کچھ کم ہوا تو اس کو احساس ہوا کہ لینن کا عمل بالکل درست تھا اور اس کا دل گواہی دینے لگا کہ "واقعی لینن دیانتدار اور اصول پسند آدمی ہیں۔ مثالی انسان ہیں!"

وہ یونہی جنگل میں اندر ہی اندر چلے جا رہے تھے۔ فرن کے پودوں اور صنوبری جھاڑیوں کے پتوں پر شبنم کے قطرے موتیوں کی طرح چمک رہے تھے، جیسے کہ کسی نے زمین پر لال لال مخمل کا فرش بچھا دیا ہو۔ وہ اتنے دلکش تھے کہ ان کو روندنا سوہان روح تھا۔ ولادیمیر ایلیچ، فطرت کے حسن کا نظارہ کرتے ہوئے ایوان کے پیچھے پیچھے چل رہے تھے۔ تابستان کے شوخ رنگوں اور خاموشی کے اس عالم میں جنگل بڑا پُرشکوہ نظر آ رہا تھا۔

www.taemeernews.com

ولادیمیر ایلیچ نے اپنی زیادہ تر زندگی شہروں میں گزاری تھی اور وہ شہری زندگی کے دلدادہ بھی تھے لیکن جنگل اور دریا ہمیشہ ان کو اپنی طرف کھینچا کرتے تھے۔ کبھی کبھی وہ میز پر بیٹھے مطالعہ کرتے کرتے ان راتوں کے تصور میں گم ہو جاتے جو انھوں نے پھیکی چاندنی راتوں میں پڑاؤ کی تیز آگ کے قریب بیٹھے ہوئے گزاری تھیں یا ان دنوں کی یاد میں کھو جاتے جب وہ کندھے پر بندوق لٹکائے جنگلوں میں گھوما کرتے تھے۔

"تھک گئے، ولادیمیر ایلیچ؟" ایوان نے پوچھا۔ "شائد آپ ایک آدھ گھنٹہ آرام لینا چاہتے ہیں"۔

"نہیں تو۔ میں سارا دن چلنے کے لئے تیار ہوں"۔ لینن نے پُرجوش انداز میں کہا۔ وہ گھنے جنگل سے گزرتے ہوئے صنوبری جھاڑیوں کے ایک اور گھنے کے پاس پہنچ گئے۔ یہاں شکاری پرندوں کی بہت سی ٹکڑیاں تھیں۔ اکزائی نے ایک نئی بو محسوس کی اور کان کھڑے کر کے اسی سمت دیکھتے ہوئے ٹھیر گیا۔ کالے گراؤسوں پر ہلانشانہ خالی گیا۔ ایوان، لینن کے قریب آگیا اور کہنے لگا:

"ان کو ذرا دور چلے جانے دیجئے، ولادیمیر ایلیچ! وہ بچ کر نہیں جا سکتے۔ آپ اطمینان رکھئے۔ نزدیک سے بندوق چلائیں، تو ہوتا یہ ہے کہ کارتوس کے چھرے پھیلنے نہیں پاتے۔ وہ کچھ فاصلہ تک گولی کی طرح ایک ساتھ مربوط رہتے ہیں۔ آپ اس طرح ان پرندوں کو مار نہیں سکتے!"

شکاری کتے نے گراؤس کی ایک ٹکڑی کو اڑایا اور اس کے ساتھ ہی الیا بئیف نے ان کا نشانہ لیتے ہوئے بندوق تان لی اور جب وہ ٹکڑی ایک خاص فاصلہ پر پہنچ گئی تو اس نے بندوق چلا کر دو کو مار گرایا۔

www.taemeernews.com

"دیکھا آپ نے؟ اس طرح ان کا شکار کیا جاتا ہے۔"

"میں جانتا ہوں، ایوان واسیلیوچ!" لینن ہاتھ ملتے ہوئے مسکرانے لگے۔ "بات یہ ہے کہ جب وہ ٹکڑی اڑنے لگی تو کچھ جوش آگیا۔ اور سچ تو یہ ہے کہ اب نشانہ بازی کی مشق بھی باقی نہیں رہی — شکار پر گئے ہوئے ایک مدت گزر گئی۔"

لیکن اس سبق کے بعد ولادیمیر ایلیچ کی نشانہ بازی تیر بہدف ہوگئی اور انھوں نے ایک قادر انداز شکاری کی طرح کئی گراؤس مار گرائے۔ اکنز ائی دوڑا دوڑا جاکر انھیں اٹھا لاتا اور پھر تازہ شکاروں کی بو سونگھنے لگتا۔

اکنز ائی نے شکار کا سراغ لگانے میں بڑا کمال دکھایا۔ شکاری پن تو جیسے اس کی فطرت میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا اور شکاری پرندوں کا کھوج ڈھونڈ نکالنے میں تو وہ ملکہ رکھتا تھا۔ وہ نہ تو کبھی نظر سے اوجھل ہوا اور نہ کبھی کسی ایسی سمت میں اشارہ کیا جہاں کوئی شکار نہ ہو۔ ولادیمیر ایلیچ نے اس کی تعریف کی۔

"جی ہاں! دیکھئے نا — نام کے کتے رکھنے میں بھلا کیا تک ہے؟" الیا بئیف نے کچھ اتراتے ہوئے کہا — "میں تو کتے کی تربیت میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھتا۔ شکار کے لئے ناکارہ کتا کیا کام کا؟ وہ تو آپ کے شکار کی مٹی پلید کر دے گا!" —

اکنز ائی بڑی بے چینی سے کسی نئے شکار کی بو سونگھتے ہوئے اونچے اونچے سرو کے ایک گھنے جھنڈ کی طرف نشاندہی کرنے لگا۔

"جنگلی گراؤس ہے" الیا بئیف نے سرگوشانہ انداز میں کہا — — "یہ بڑا چالاک ہوتا ہے۔ ہوشیار رہئے ورنہ چکمہ دے جائے گا۔"

www.taemeernews.com

میں ایک چکر لگا کر آتا ہوں۔ آپ کتے کے ساتھ ساتھ رہیئے۔"

ایوان تیز تیز ایک طرف کو چل دیا۔ کچھ دیر بعد وہ جنگل کے اندر پیلے پھولوں کے ایک تختہ کے پاس نظر آیا اور وہاں کھڑے ہو کر ایک دو مرتبہ کھنکھارنے کے بعد مڑ کر واپس آنے لگا۔ اتنے میں اکنز ائی نے بو سونگھتے ہوئے ایک طرف اشارہ کیا اور اسی لمحہ ایک گراؤس پر پھڑپھڑاتے ہوئے وہاں سے اڑا۔

لینن کا پہلا کارتوس اس کو چاٹتے ہوئے نکل گیا اور وہ سراسیمگی کے عالم میں اڑنے لگا۔ اس کی دم کے کچھ پر چھروں کی رگڑ سے ٹوٹ کر گر پڑے۔ وہ پوری قوت کے ساتھ پر مارتا ہوا گھنے جنگل کی طرف اڑا جا رہا تھا۔

"یہ تو بچ نکلے گا ـــــ!" لینن نے زیرِ لب کہا۔ ان کی نظریں گراؤس پر جمی ہوئی تھیں اور وہ جدھر جدھر مڑ رہا تھا لینن نشانہ لیتے جا رہے تھے۔

دوسرے کارتوس کی آواز کے ساتھ ہی گراؤس گھاس پر گرا اور بیک وقت لینن اور الیا بئیف دونوں اس طرف دوڑ پڑے۔

"مجھے تو اُمید نہیں تھی" الیا بئیف نے کہا "بالکل اُمید نہیں تھی۔ واقعی مجھے تو اندیشہ تھا کہ یہ آپ کے ہاتھ نہ آئے گا۔ سورج جب سیدھا آنکھوں پر چمک رہا ہو تو ٹھیک نشانہ لینا، بہت مشکل ہوتا ہے ـــ بہت مشکل۔"

(۵)

الیا بئیف نے اِدھر اُدھر سے ڈھونڈ ڈھانڈ کر صنوبر کی ٹہنیاں جمع کیں اور ان میں آگ سلگا کر پانی گرم کرنے کے لئے ایک برتن لٹکا دیا۔ پانی اُبلنے تک وہ بیٹھا لینن کو اپنے شکار کے تجربے سُناتا رہا۔ پھر دونوں نے زمین کے

www.taemeernews.com

بارے میں بات چیت کی۔ ولادیمیر ایلیچ بڑے جاندار اور تیکھے سوالات کر رہے تھے اور جزئیات تک کھوج کھوج کر پوچھ رہے تھے۔ اس وقت ایوان کو احساس ہوا کہ لینن سے گفتگو کرتے ہوئے حقیقت کو چھپانا یا انھیں مغالطہ دینا ممکن نہیں ہے۔؟

ایوان نے ولادیمیر ایلیچ کی بندوق ہاتھ میں لی اور ایک ماہر شکاری کی نگاہوں سے اس کو پرکھنے لگا۔ ہتھیلی پر رکھ کر وزن دیکھا اور کندھے سے لگا کر ایک آنکھ سے نشانہ لیتے ہوئے کہنے لگا:

"بہترین بندوق ہے۔"

پھر اس نے بندوق توڑی اور اس کی نالوں کو اندر سے صاف کرنے کے بعد دھوپ کی طرف رُخ کر کے ان کے آر پار دیکھنے لگا۔

"کیا عمدہ فولاد ہے" اس نے زیرِ لب کہا: "آئینہ کی طرح چھک، چھک چمک رہا ہے کہیں بھی ہلکی سی خراش تک نہیں! بالکل نئی بندوق ہے۔"

"میں نے اس کو بہت کم استعمال کیا ہے" لینن نے کہا۔ "کیا کیا جائے؟ وقت ہی نہیں ملتا۔"

الیا بئیف کی آنکھیں اب تک بندوق پر ہی جمی ہوئی تھیں۔

"کیا میں اس کو بجا سکتا ہوں، کامریڈ لینن؟"

"بجا سکتا ہوں!" لینن نے حیرت سے پوچھا۔ "کیا بجاؤ گے؟"

"ان نالیوں کو بجاؤں گا۔"

"وہ کیسے؟" لینن نے اس کو کچھ ایسی نگاہوں سے دیکھا جیسے کہ انھیں الیا بئیف کی بات پر یقین نہ آ رہا ہو۔ "بھئی! ہم نے تو آج تک نہ سنا نہ دیکھا کہ بندوق بھی ساز کی طرح استعمال کی جاتی ہے۔ اب تم کہہ رہے ہو تو بجاؤ۔

www.taemeernews.com

شوق سے بجاؤ ــــ"

الیا بئیف نے بندوق کی نالوں کے دھانوں کو ہونٹوں سے لگا لیا اور گال پھلا پھلا کر پھونکنے لگا۔ اس نے پہلے تو ایک دو کٹکری بھری آوازیں پیدا کیں جیسے کہ کوئی موسیقار اصل دھن شروع کرنے سے پہلے ساز کو آزماتا، چھیڑتا ہے ــــ اور جنگل میں عجیب و غریب اور بے ڈھنگی آوازیں بکھر گئیں۔ پھر ان آوازوں میں ایک سر اور ردھ سیلا پن پیدا ہو گیا۔ اب الیا بئیف نے ایک ایسی دھن چھیڑ دی کہ بس کانوں میں گھنگرو بجنے لگے۔ طاقت لگا کر پھونکنے سے اس کا چہرہ لال لال ہو گیا تھا۔ یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے کہ تین گھوڑوں والی بگھی کسی مسطح سرمائی سڑک پر چلی جا رہی ہے اور گھوڑوں کے گلے میں بندھے ہوئے گھنگروؤں کی چھم چھما چھم، ہوا کی سرسراہٹ اور برف گاڑیوں کے پھسلنے کی آواز کے ساتھ مل کر ایک مدہوش کن نغمہ بکھیر رہی ہے۔ جوں جوں بگھی دور ہوتی جاتی ہے، گھنگروؤں کی جھنکار مدھم پڑتی جاتی ہے اور پھر بگھی کے ساتھ ساتھ یہ نغمگی بھی برفیلے ویرانوں میں ڈوب جاتی ہے۔

"کیا کہنے ایوان واسیلیوچ!" لینن نے داد دی۔ "تم تو بڑے کمال کے فنکار ہو۔ میں نے آج تک ایسا نغمہ نہیں سنا تھا لیکن تم نے یہ سیکھا کہاں؟"

"یہ تو ہمارا خاندانی فن ہے۔" الیا بئیف نے کہا۔ "میرے والد تو بندوق کی نالوں پر ہر قسم کی دھن بجایا کرتے تھے۔ میں تو ان کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں ہوں کامریڈ لینن! ــــ پھر بھی میں بعض اوقات جنگل میں کسی پیڑ کی شاخ پر بیٹھ کر بجا لیا کرتا ہوں۔ کبھی کبھی تو میری آنکھوں میں آنسو آ جاتے ہیں۔

اب دھوپ سے اوس میں نہائے ہوئے سبزے کا بدن خشک ہونے لگا تھا

www.taemeernews.com

اور زمین کی ٹھنڈک بھی دُور ہوتی جا رہی تھی۔

"کتنا خوشگوار دن ہے، ولادیمیر ایلیچ!" ایوان نے کہا "آیئے تھوڑی دیر آنکھ جھپکا لیں"۔

"ہاں! ہاں! تم آرام کرو۔ میں بیٹھا رہوں گا۔"

ایوان ایک جھاڑی کے نیچے لیٹتے ہی سو گیا جیسے کہ کئی راتوں سے جاگا ہوا ہو۔

ولادیمیر ایلیچ ایک جھاڑ سے ٹیک لگا کر نیم دراز ہو گئے۔ سورج مغرب کی طرف رواں دواں تھا اور جنگل کا حُسن ایک نئی سج دھج کے ساتھ نکھر آیا تھا اب پرندے بھی خاموش ہو گئے تھے۔

"اس وقت تو تیرنا چاہیئے"۔ لینن نے دل ہی دل میں کہا اور پھر اُٹھ کر تیرنے کے لئے کسی مناسب جگہ کی تلاش میں دریا کے کنارے کنارے چلنے لگے اچانک ان کی نظر ایک تالاب پر پڑی جو مست فطرت کے ہاتھوں میں ایک چھلکتا ہوا ساغر دکھائی دے رہا تھا۔ ولادیمیر ایلیچ نے جلدی جلدی کپڑے اُتارے اور ایک اُونچے مقام سے پانی میں خان چڑی لگائی۔ خوشگوار موسم — تازہ تازہ میٹھا پانی۔ طبیعت بس جھوم جھوم گئی۔

ولادیمیر ایلیچ نے پانی سے سر نکال کر ایک لمبی سانس لی اور پھر غوطہ لگایا۔ وہ تیز تیز یوں ایک ہاتھ کے بعد دوسرا ہاتھ مارتے ہوئے بیچ تالاب تک چلے گئے جیسے کہ وہ اپنی جوانی کے وقت دریائے سوئیا گا میں تیرا کرتے تھے۔

پھر وہ باہر نکل کر تالاب کے کنارے ریت پر بہت دیر تک بیٹھے دھوپ سینکتے رہے۔ قریب ہی مچھلیوں کا ایک غول کا غول بھی دھوپ سے لطف اندوز

www.taemeernews.com

ہونے کے لئے جمع ہو گیا تھا۔ پانی کی سطح پر ان کی سیاہی مائل ٹکڑ یاں چمک رہی تھیں اور وہ بڑے آرام طلب انداز میں دُم ہلاتے ہوئے اپنی گول گول شفاف آنکھوں سے اِدھر اُدھر گھور رہی تھیں۔ ان کے سنہرے پہلو ایک دوسرے سے رگڑ کھا رہے تھے۔ دفعتاً تیز ہوا کی سرسراہٹ نے انھیں ڈرا دیا اور وہ سہمی ہوئی پانی کی گہرائیوں میں غائب ہو گئیں۔ اب وہاں گدلایا ہوا پانی ان کی ایک نشانی رہ گیا تھا۔

(۶)

بات چیت اور ہنسی مذاق کی آوازوں سے الیا بگئیف کی نیند ٹوٹ گئی۔ بڑی بے دلی سے اس نے آنکھیں کھول کر کروٹ بدلی۔ ولادیمیر ایلیچ ایک ٹیلے پر بیٹھے ہوئے تھے اور چھوٹے چھوٹے بچوں نے انھیں گھیر رکھا تھا۔ روندی ہوئی گھاس پر بیری کی ٹوکریاں رکھی ہوئی تھیں۔ ان سے کچھ دُور ــــ ایک گرے ہوئے درخت پر دو سفید داڑھی والے بزرگ بیٹھے ہوئے تھے۔ فیدوت ریبنیکوف اور فیوکتست شاتروف۔ یہ دونوں الیا بگئیف کے پڑوسی تھے اور سماروغ چنا کرتے تھے۔ لینن بچوں سے باتیں کر رہے تھے۔

"آپ بھی کسی زمانے میں میری طرح بچے تھے"؟ ــــ ہری قمیص پہنے ہوئے ایک چھوٹے سے بچے نے بڑے ہی معصومانہ انداز میں پوچھا۔

"ہاں! ہاں! میں بھی تمہاری طرح ایک چھوٹا سا بچہ تھا" لینن نے کہا ــــ "ان دنوں میں سمبرسک کے شہر میں رہا کرتا تھا اور تب میں ہنسوں کو بہت ستایا کرتا تھا۔ یا پ رے باپ! وہاں کی ہنسیں بہت بڑی بڑی اور بہت غصیلی ہوتی ہیں۔ میں ان کو اتنا ستاتا۔ اتنا تنگ کرتا کہ بس پوچھو مت

www.taemeernews.com

وہ بپھر کر مجھ پر جھپٹتیں۔ میں بھاگتا اور وہ گردن اٹھائے ہوئے میرا پیچھا کرتیں۔ جانتے ہو تب میں کس طرح ان کا مقابلہ کرتا۔ زمین پر چت لیٹ جاتا وہ مجھ پر ٹوٹ پڑتیں اور میں اندھا دھند لاتیں چلانا شروع کر دیتا ـــــ ان کو بھگانے کا بس یہی ایک طریقہ تھا! سچ مچ! یہ ہنس تو مذاق برداشت ہی نہیں کر سکتے۔"

تمام بچے کھلکھلا کر ہنس پڑے اور لینن بھی ان کے ساتھ ہنسنے لگے۔

"جانے یہ کمبخت کدھر سے ٹپک پڑے" الیا یفیف دل ہی دل میں پیچ و تاب کھانے لگا ـــ "کسی کو آرام سے سونے تک نہیں دیتے۔ سر پر دھما چوکڑی مچا رکھی ہے ان شیطانوں نے ـــ"

اس نے غصیلے انداز میں ہاتھ ہلا ہلا کر بچوں کو چلے جانے کا اشارہ کیا۔ بچوں نے اس کے بگڑے ہوئے تیور بھانپ لئے اور اپنے مہمان سے رخصت لے کر خاموشی کے ساتھ وہاں سے کھسک گئے لیکن ریبنیکوف اور شاتروف اپنی جگہ پر ہی بیٹھے رہے۔ معلوم ہوتا تھا کہ وہ جانے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتے۔

"شائد آپ اس علاقہ میں پہلی مرتبہ آئے ہیں؟" ریبنیکوف نے آخر جھجکتے جھجکتے لینن سے پوچھ ہی لیا۔

"جی ہاں! آپ کا خیال بالکل درست ہے۔ میں ماسکو سے آیا ہوں۔"

"کیسا ہے ماسکو؟ اب بھی پہلی ہی جگہ پر ہے؟"

لینن نے انھیں ماسکو کے بارے میں بتانا شروع کیا اور وہ دونوں ہمہ تن گوش بنے ان کی باتیں سنتے رہے۔ انھوں نے بتایا کہ بالشویک ملک بھر میں بجلی گھروں کا ایک جال بچھانا چاہتے ہیں تاکہ کارخانوں اور نئے نئے شہروں کو بجلی مہیا کی جائے۔ دونوں بوڑھے اپنی گردنیں ہلا ہلا کر بالشویکوں کی سرگرمیوں کی تائید

www.taemeernews.com

اور ستائش کرتے رہے۔

لیکن ایوان الیا بئیف اندر ہی اندر پیچ و تاب کھا رہا تھا۔ یہی وہ اندیشہ تھا جس کے بارے میں ضلع ایگزیکٹیو کمیٹی کے صدر نے اس کو پہلے ہی خبردار کر دیا تھا اور تاکید کر دی تھی کہ وہ اپنے نئے مہمان کی آمد کو پڑوسیوں تک سے راز رکھے لیکن ایک آفت ٹلی تو دوسری نے آ گھیرا۔ بچّوں کو آنکھیں نکال نکال کر بھگایا تو بوڑھے نازل ہو گئے۔ وہ دل ہی دل میں سوچنے لگا: "اگر کمیٹی کے عہدیداروں کو معلوم ہو جائے تو مجھے کتنی لعنت ملامت سُننی پڑے گی! لیکن اس میں میرا کیا قصور! میں نے تو کسی کو دعوت نہیں دی۔ اتوار کا دن ہے اور آس پاس کے سب ہی لوگ جنگل میں چلے آئے ہیں۔ میں بھلا انھیں کیسے روک سکتا ہوں؟"

الیا بئیف اپنی جگہ سے اُٹھا اور اِدھر اُدھر سے چُن کر چھوٹی چھوٹی لکڑیاں لائیں۔ آگ دوبارہ تازہ کی اور شعلوں پر پھر سے برتن لٹکا دیا۔

"اچھا اب آپ لوگ کچھ اپنی سُنائیے۔" لینن نے بُوڑھوں سے پوچھا ——"کہیے یہاں کیسی گزرتی ہے؟"

"بہت اچھی تو نہیں، پھر بھی یُوں معلوم ہوتا ہے کہ کسانوں کے اچھے دن آ رہے ہیں" —— فیدوت نے کہا —— "دیکھو بھائی! میری بوڑھی نگاہوں نے تین زاروں کو دیکھا ہے۔ اچھے دن بھی دیکھے ہیں، بُرے دن بھی دیکھے ہیں، اور اب تو آپ کی دُعاؤں سے لفافہ دیکھ کر مضمون بھانپ جاتا ہوں۔ یہ حکومت اپنے فرض کو جانتی ہے اور عوام کی اچھائی بھلائی کے کام کرنے کی کوشش کر رہی ہے۔ کسان بھی مطمئن ہیں۔ البتہ ابھی بہت کچھ ابتری اور بدنظمی ہے۔ اب آپ ہی دیکھئے، دوکانوں پر نمک اور مٹی کا تیل تک نہیں ملتا۔"

لینن بے حد متاثر ہو گئے اور ہاتھوں سے سر مسلنے لگے۔ پھر انھوں نے

www.taemeernews.com

مقامی کواپریٹو سوسائٹی، اسکول اور وولوست سوویت کے کاموں کے بارے میں دریافت کیا۔ ان بوڑھوں نے بڑے بنے تلے انداز میں لینن کے سوالوں کا تفصیل کے ساتھ جواب دیا اور اپنے بیان کی تائید میں مثالیں پیش کیں۔

"ارے بھائی ماسکو کے شکاری صاحب! میری بات سنیئے" شاتروف کہنے لگا "میں آپ کو ایک واقعہ سناتا ہوں کہ کس طرح لینن۔ اولیانوف نے ہمارے گاؤں کی ایک عورت کی مدد کی"

"سچ مچ! واقعی لینن نے مدد کی؟" ــــ لینن نے مسکراتے ہوئے کہا

"خدا شاہد ہے جناب! میں بھلا آپ سے جھوٹ کیوں بولوں۔ آپ سنیئے تو۔ ہمارے گاؤں میں ایک آدمی رہتا ہے۔ اس کا نام اقونیا تیلیگن ہے۔ وہ کوئی بُرا آدمی نہیں۔ بڑا سمجھدار ہے لیکن جب بھی وہ تھوڑی سی چڑھا لیتا، تو اپنی بیوی کو مار پیٹ کرنے لگتا۔ وہ بیچاری لوکیریا، تقریباً دس برس تک اپنے شوہر کی جوتیاں کھاتی رہی۔ اس نے شوہر کی زیادتیوں کو سوویت اقتدار قائم ہونے تک کچھ کہے سُنے بغیر برداشت کیا شاید وہ نئے اقتدار کے بارے میں کچھ رائے رکھتی تھی۔ چنانچہ ایک دن اُس نے اپنے شوہر سے کہا: "خبردار، جو آئندہ کبھی مجھ کو ہاتھ لگایا! ۔ ورنہ میں لینن۔ اولیانوف سے فریاد کروں گی۔" اور جانتے ہیں آپ! اس کا کیا اثر ہوا؟ بیٹا کی عقل ٹھکانے آگئی ــــ"

"کیا لوگ لینن سے ڈرتے ہیں؟" ولادیمیر ایلیچ نے پوچھا۔

"بعض ڈرتے ہیں، اور بعض احترام کرتے ہیں" ــــ ریبنیکوف نے کہا ــــ "بھانت بھانت کے لوگ ہوتے ہیں۔ آپ ہر ایک کو تو خوش نہیں کر سکتے! ایک شخص راستی سے ہر بات مان لیتا ہے اور ایک شخص کو جنت میں تک کوڑے مار مار کر لے جانا پڑتا ہے ــــ"

www.taemeernews.com

شاتروف نے مقامی ڈاکٹر کی شکایت کی: "مریض جائیں چولھے بھاڑ میں اس کی بلا سے۔ وہ تو جب دیکھو سیکل پر ٹانگ ڈالے سیر سپاٹے کرتے پھرتا ہے یا پھر جھیل کے کنارے بیٹھا مچھلیاں پکڑتا رہتا ہے۔ بیماروں کے لئے تو اس کے پاس ذرا بھی وقت نہیں۔ خدا جانے، اس مائی کے لال کو کاہے کی تنخواہ ملتی ہے؟"

لینن کی پیشانی پر بل پڑ گئے۔

"آپ لوگ ضلع سوویت سے اس کی شکایت کیوں نہیں کرتے؟"

"بڑے تیز طبع معلوم ہوتے ہیں آپ لیکن اس سے حاصل؟ فرض کیجئے کہ ضلع سوویت اس کو برطرف کر دے تو پھر کیا ہوگا؟ کوئی دوسرا ڈاکٹر تو ان جلد ملنے سے رہا۔ اس وقت تک ہمارا کیا حال ہوگا؟ شوکلوف کے حکیم کا بھی یہی حال تھا۔ ان حضرت سے علاج کراتا ہو، تو انھیں شراب کی ایک بوتل دو، نہیں تو ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مر جاؤ۔ کسانوں نے شکایت کی تو اسی وقت اس کو لات مار کر نکال دیا گیا مگر اس کی جگہ اب تک کسی بھی دوسرے ڈاکٹر کا تقرر نہیں کیا گیا۔ ارے بھائی! ڈاکٹر کا بندوبست کرو، تو وہ کہتے ہیں کہ "ہمارے پاس ڈاکٹروں کی کمی ہے"۔ اب فرمائیے اس کا کیا جواب؟ ہونٹ بھی اپنے، دانت بھی اپنے بہرحال آپ مجھے معاف کریں میں تو یہی کہوں گا کہ اس معاملہ میں سوویت اقتدار بہت بڑی غلطی کر رہا ہے۔"

"نہیں بھائی! ایسا نہیں ہے" لینن انھیں سمجھانے لگے "سوویت اقتدار اس مسئلہ کو اب تک حل نہیں کر سکا ہے، سو تو ٹھیک ہے لیکن یہ ایک بہت بڑا سوال ہے۔ ہمارے پاس فی الواقعی ڈاکٹروں، استادوں اور زرعی ماہروں کی کمی ہے۔ آپ سال چھ مہینے میں تو ان لوگوں کو تربیت نہیں دے سکتے۔ اس

www.taemeernews.com

کے لئے کچھ وقت کی ضرورت ہے۔ ہم دیہات کے لئے خود کسانوں اور مزدوروں ہی کے بچوں کو ان پیشوں کی تربیت دینے والے ہیں۔"

"ایسا ہے، تو آپ کے منھ میں گھی شکر۔ یہ تو بہت ہی اچھا ہے"۔ شاتروف نے کہا۔

اب برتن میں پانی اُبلنے لگا تھا۔ ایوان الیا بئیف نے گھاس پر اپنی قبا بچھا کر توشہ کھولا جو اس کی بیوی نے تیار کیا تھا۔ لینن نے شاتروف اور ریبنیکوف کو بھی مدعو کیا اور وہ دونوں خوشی خوشی راضی ہو گئے۔ ریبنیکوف نے کھاتے کھاتے اچانک پوچھا:

"اچھا، دوست! یہ تو بتایئے کہ کبھی آپ کو ماسکو میں لینن سے ملاقات کا موقع ملا ہے؟"

"جی ہاں! کبھی کبھار ملاقات ہو جاتی ہے"۔ لینن نے جواب دیا

"آپ کو زحمت نہ ہو، تو میرا ایک کام کر دیجئے۔ یہ سماروغ ان تک پہنچا دیجئے گا۔ کہنا کہ "واکھونن گاؤں کے بوڑھے، فیدوت ریبنیکوف نے آپ کے لئے تحفہ روانہ کیا ہے"

"اچھی بات ہے"۔ لینن نے کچھ پس و پیش کرتے ہوئے کہا۔ "مگر راستے میں یہ ٹوٹ جائیں گے"

"جی نہیں! آپ اس کی بالکل فکر نہ کیجئے"۔ بوڑھے ریبنیکوف نے یقین دلایا۔ "یہاں کے سماروغ بڑے مضبوط ہوتے ہیں۔ آپ انھیں سائبریا تک بھی لے جائیں تو نہیں ٹوٹیں گے"

"میرے بھی کچھ سماروغ لے جایئے۔ آپ کی بڑی مہربانی ہوگی"۔ فیوکتست شاتروف نے منت آمیز لہجے میں کہا۔ "دیکھئے انکار نہ کیجئے

www.taemeernews.com

بھائی صاحب! ہمارا یہ تحفہ لے جانے کے لئے آپ کو کوئی تکلیف نہیں اٹھانی پڑیگی آپ کے پاس تو موٹر ہے۔ اور لینن بھی یہ معلوم کرکے خوش ہو جائیں گے کہ گاؤں کے بڑے بوڑھے لوگ ان کا خیال رکھتے ہیں۔ یہ بہترین سمارروغ ہیں۔ ایسے سمارروغ، روس میں کہیں اور نہیں ملیں گے میرا دل کہتا ہے کہ لینن خوب مزے لے لیکر کھائیں گے۔"

"آپ لوگوں کی یہی خواہش ہے، تو میں انکار نہیں کرسکتا" لینن نے ایک تھیلے میں احتیاط سے سمارروغ رکھتے ہوئے کہا۔

اسی اثنار میں شاتروف نے ایوان الیا بئیف کو الگ لیجا کر پوچھا!

"یہ کون شکاری ہے، الیا بئیف؟"

"میرے ایک پرانے ملاقاتی ہیں" الیا بئیف نے بات ٹالتے ہوئے جواب دیا۔ "کسی دفتر میں ملازمت کرتے ہیں۔"

"کچھ بھی ہو بھئی۔ تمہارا دوست بڑا سمجھدار اور معقول آدمی ہے۔ ایسی اچھی باتیں کرتا ہے کہ بس سنتے ہی رہو۔ اتنا مرنجان مرنج ہے کہ ہفتہ بھر بھی وہ کہتا سنتا رہے، تو میری طبیعت نہیں تھکے گی۔ ایسا لگتا ہے کہ میں نے ان کو کہیں دیکھا ہے لیکن یاد نہیں آرہا ہے کہ کہاں؟"

"یہ تمہارا وہم ہے۔" الیا بئیف نے جھنجلا کر بات کاٹ دی۔ "یہ بیچارہ اس سے پہلے کبھی یہاں آیا ہی نہیں۔ پھر بھلا تم اس کو کہاں دیکھے ہوگے۔"

جب شاتروف اور رینیکوف رخصت ہو کر چلے گئے تو لینن اپنی جگہ سے اٹھے اور جنگل کے اس قطعہ میں ٹہلنے لگے جو زراعت کے لئے صاف کیا گیا تھا۔ اس وقت وہ بڑے خوش اور مطمئن دکھائی دے رہے تھے۔

www.taemeernews.com

(۷)

دن اور رات گلے ملنے کے لئے آہستہ آہستہ ایک دوسرے کی طرف بڑھ رہے تھے۔ الیا بجیف نے دریا میں بطوں کے شکار پر جاتے وقت بالکل صحیح پیشگوئی کی تھی۔ دیکھتے ہی دیکھتے آسمان پر گھنے بادل اُمڈ آئے اور جنگل سائیں سائیں کرنے لگا۔ تیز جھکڑوں سے صنوبر کے درخت بُری طرح کانپ رہے تھے اور گرج چمک کے ساتھ موسلا دھار بارش شروع ہو گئی تھی۔ لینن اور الیا بجیف نے جھپٹ کر صنوبر کے ایک درخت کے نیچے پناہ لے لی اور بارش تھمنے کا انتظار کرنے لگے۔ چاروں طرف جل تھل ہو گیا تھا اور گدلائے ہوئے پانی کے نالوں میں، زمین پر پڑے سڑتے ہوئے پتے اور صنوبر کی پتیاں بدحواسی کے عالم میں بہی جا رہی تھیں۔ الیا بجیف نے اپنا پائپ سلگایا اور لینن کو اپنے شکار کی انوکھی داستانیں سنانے لگا۔ بارش کے شور میں اس کی آواز ڈوبی جا رہی تھی۔ بہرحال انتظار کی گھڑیاں بہت جلد ختم ہو گئیں۔

اب بارش تھم چکی تھی اور بجلیاں بھی تھک ہار کر مغرب کی گود میں دبک گئی تھیں۔ بارش میں نہائے ہوئے درختوں کے پتوں سے ٹپ ٹپ گرتا ہوا پانی یوں دکھائی دے رہا تھا جیسے کہ دوشیزہ فطرت غسل کے بعد لب بام کھڑی اپنی زلفوں سے پانی جھٹک رہی ہو اور ان کے جسموں سے پھوٹتی ہوئی خوشبوئیں محسوس ہو رہی تھی جیسے کہ عطر میں بسا ہوا کوئی گنبد۔ ابھی ابھی بازو سے گزرا ہو۔ جنگل کا حسن، آنکھوں کو ایک لطیف تراوٹ اور پُر شور بارش کے بعد خاموشی، دماغ کو ایک فردوسی آسودگی بخش رہی تھی۔

مطلع بالکل صاف ہو گیا تھا اور ڈوبتے ہوئے سورج کی نرم نرم کرنیں پتوں پر ناچ رہی تھیں جنگل کے راستے میں گھنٹی نما نیلے پھول اور ڈیزی کا

www.taemeernews.com

کے سفید سفید پھول، ڈھلتی ہوئی دھوپ میں چمک رہے تھے۔ بھیگے ہوئے صنوبروں کے بیچ میں سے دن بھر کی تھکی ہاری روشنی بوجھل قدم ڈالتی ہوئی اپنی آرامگاہ کی طرف جا رہی تھی اور جنگل کی گہرائیوں میں سے رات کا اندھیرا دبے پاؤں بڑھے چلا آ رہا تھا۔

لینن نے جھک کر ایک سُرخ پھول توڑا اور اس کی خوشبو سونگھنے لگے۔

"چلو! اب گھر چلیں، ایوان واسیلیئوچ!" لینن نے کمر کستے ہوئے کہا۔

اور پھر وہ دونوں گاؤں کی طرف چل پڑے۔ راستے بھر اُونچی اُونچی گھاس کے اندر سے گراؤس کی بولیاں اور پروں کی سرسراہٹ، شکار کی ترغیب دیتی رہی لیکن انھوں نے کوئی دھیان ہی نہیں دیا۔

ایوان نے موٹر کی ڈکی میں سمارو غ اور شکار بڑی احتیاط سے رکھ دیا۔

ماریا پتروونا: دودھ کا ایک بوتل اور کچھ گرم گرم کلچے لئے ہوئے گھر سے نکلیں "مہربانی کر کے اس کو اپنے ساتھ رکھ لیجئے۔" اس نے کہا۔ "آپ کو کافی لانبا سفر کرنا ہے۔ راستہ میں بھوک لگے گی۔"

ولادیمیر ایلیچ نے اس بوڑھی خاتون کا شکریہ ادا کیا اور پھر اپنے کارتوسوں کی تھیلی زمین پر اُنڈیلتے ہوئے کہنے لگے:۔

"یہ کارتوس، آپ لے لیجئے، ایوان واسیلیئوچ! آپ کے کام آئیں گے۔ میری اور آپ کی بندوق کا اندرونی قطر یکساں ہے۔"

کارتوس کافی بڑی تعداد میں تھے۔ انھیں دیکھ کر ایوان کی آنکھیں چمکنے لگیں لیکن اس کا دل انھیں لینے میں ہچکچاہٹ محسوس کر رہا تھا۔

"نہیں! نہیں! کامریڈ لینن —— ان کے بغیر بھی میرا کام چل سکتا

www.taemeernews.com

ہے لیکن آپ اتنے عدیم الفرصت ہیں کہ نئے کارتوس بنانے کے لئے بھلا آپ کو وقت کہاں ملے گا۔"

"انکار نہ کرو، ایوان واسیلیئوچ! یہ میری خواہش ہے۔"

جنگل میں شکار پر جاتے وقت ہی، ایوان نے یہ ٹھان لی تھی کہ وہ اپنی قدرات کا کوئی نقد معاوضہ نہیں لے گا ـــــ وہ بھلا کیوں کر لینن سے پیسے لیتا! یہ خوش نصیبی کیا کم ہے کہ لینن، اس کے مہمان بنے۔ ہر کسی کو یہ عزت تھوڑے ہی ملتی ہے کہ وہ لینن کے کندھے سے کندھا ملا کر چل سکے۔ آگ کے قریب ایک بالکل بازو اُٹھے بیٹھے۔ ان کو بندوق کی نالیوں پر دھن بجا کر سُنائے۔ ان کے ساتھ بے تکلفی سے بات چیت اور ہنسی مذاق کرے ـــــ لیکن ـــــ اگر لینن خود سے اس کو پیسے ۔ تو پھر انکار کیسے ممکن ہے۔ وہ کشمکش میں پڑ گیا۔ شائد لینن اس کی ذہنی کشمکش کو بھانپ گئے تھے اور انھوں نے اس کا ایک سیدھا سادہ قدرتی حل بھی تلاش کر لیا تھا۔ کارتوس تو کوئی بخشش نہیں، ایک تحفہ تھے جن کو قبول کرنے سے وہ انکار نہیں کر سکتا تھا۔

لینن نے اس کو ماسکو آنے کی دعوت دی۔

"بہت بہت شکریہ، کامریڈ لینن! یہ آپ کی ذرہ نوازی ہے۔" ایوان نے بڑے جذباتی لہجے میں کہا۔ "جب بھی موقع ملے، میں حاضر ہوں گا اور ماسکو دیکھوں گا لیکن آپ کسی نہ کسی طرح تھوڑا سا وقت نکال کر پت جھڑ کے موسم میں یہاں پھر آئیے جب پہلی برف گرتی ہے۔ ہم کچھ لومڑیوں اور خرگوشوں کا شکار کریں گے۔ میرے پاس کوستروما کا ایک اچھا سُراغی کتا بھی ہے جس کی مدد سے ہم کسی بھی جانور کا تعاقب کر سکتے ہیں۔ دیکھئے! بھولئے گا نہیں۔"

"ضرور کوشش کروں گا۔" لینن نے کہا۔

www.taemeernews.com

ڈرائیور نے انجن اسٹارٹ کیا اور موٹر گاؤں کی سڑک پر فراٹے بھرنے لگی۔ ایوان اپنے احاطہ میں کھڑا ہوا، اُداس نگاہوں سے موٹر کو اوجھل ہونے تک دیکھتا رہا۔ فیدوت ریبنیکوف اور فیوکتست شاتروف بھی وہاں پہنچ گئے۔

"ارے! تمہارا مہمان دوست اتنی جلد کیوں چلا گیا، ایوان؟" شاتروف نے پوچھا۔ "دوسری جھیلوں اور تالابوں پر بہت سی بطخیں ہیں ـــــ تم کل اس کو وہاں لے جاسکتے تھے۔"

"وہ بہت مصروف آدمی ہے"۔ ایوان نے کھوئے کھوئے انداز میں جواب دیا ـــــ "اس کو بعض نئے فرمانوں پر دستخط کرنا تھا"۔

ریبنیکوف اور شاتروف پھٹی پھٹی نگاہوں سے اس کو دیکھنے لگے:

ـــــ "فرمان؟ کیا مطلب!"

"معلوم نہیں فرمان کیا ہوتے ہیں۔ جانتے ہو، وہ لینن۔ اولیانوف تھے۔"

"لینن؟" ریبنیکوف کا منھ حیرت سے کھلے کا کھلا رہ گیا۔ "لیکن تم جھوٹ تو نہیں کہہ رہے ہو، ایوان؟"

"نہیں! وہ لینن ہی تھے۔ صد فیصد لینن"۔ شاتروف نے اتراتے ہوئے کہا۔ "میں نہیں کہتا تھا کہ میں نے اس آدمی کو کہیں دیکھا ہے۔ صبح ہی سے میں یہ سوچ رہا تھا۔ اب مجھے یاد آگیا۔ میں نے لینن کی تصویریں دیکھی ہیں۔ وہ لینن ہی تھے۔ ایوان بالکل سچ کہتا ہے ـــــ"

"تو اب تک تم ہم کو اُلّو بناتے رہے، کیوں ایوان؟" ریبنیکوف بول پڑا۔ "میرا بھی دل یہی کہہ رہا تھا کہ یہ کوئی ایرا غیرا آدمی نہیں ہے۔ اس میں ایک خاص بات تھی"۔

www.taemeernews.com

اتنے میں نکیتا پانکوف، اپنی دونوں بغلوں میں دو بطخیں دبائے ہانپتے کانپتے وہاں پہنچا اور بدحواسی کے عالم میں پوچھنے لگا:

"ایوان! تمہارا ماسکو کا شکاری کہاں ہے؟"

"وہ ـــ وہ تو ابھی ابھی واپس چلا گیا" ـــ ایوان نے بڑے معصومانہ انداز میں جواب دیا ـــ "بیچارے کو بڑا افسوس تھا کہ وہ جاتے وقت تم سے مل نہ سکا لیکن اس نے تم کو سلام کہا ہے اور تم سے بڑی معافی چاہی ہے کہ وہ تمہارا انتظار نہ کر سکا۔ کہہ رہا تھا کہ نکیتا کو دوسروں کی بطخیں اڑا لینے میں تو بڑا کمال حاصل ہے!"

"یہ تو بہت برا ہوا ـــ بہت ہی برا ہوا" ـــ پانکوف نے انتہائی غمگین لہجے میں کہا ـــ "سچ کہتا ہوں ـــ اگر مجھے معلوم ہوتا کہ تمہارے ساتھ کشتی میں کون ہے تو میں ہرگز ـــ"

شانزوف اور ریبنکوف قہقہے لگا کر ہنسنے لگے۔ یہ دونوں بھی نکیتا پانکوف کی چڑچڑی طبیعت اور حاسدانہ فطرت کو سخت ناپسند کرتے تھے۔ اب انھیں بھی پانکوف کو اس مضحکہ خیز حالت میں دیکھ کر خوشی ہو رہی تھی۔

"پچھتانے سے کیا فائدہ؟" ایوان نے پانکوف کی سرزنش کی "جو ہوا سو ہوا لیکن کم از کم آئندہ ایسی حرکتوں سے باز آؤ اور اس واقعہ سے عبرت حاصل کرو ـــ لالچ بڑی بری بلا ہے! لیکن تمہیں کیسے پتہ چلا کہ وہ لینن تھے؟"

"ارے بھئی تمہاری گھر والی نے میری گھر والی کے کان میں پھونکا اور جب میں شکار سے گھر لوٹا، تو اس نے بھی مجھے بڑے رازدارانہ لہجے میں بتایا کہ تمہارے ساتھ لینن ہیں۔ سچ کہتا ہوں کہ یہ سنتے ہی میرے ہوش اڑ گئے اور میں ٹھوکر کھا کر گرتے گرتے بچا۔"

www.taemeernews.com

رہینیکوف اور شاتروف پھر ہنس پڑے اور ایوان الیابئیف ماریا پترووونا پر بڑبڑانے لگا: "نیک بخت عورت، میں نے تجھ کو پہلے ہی جتا یا تھا کہ اپنے منہ کو ذرا تالا ڈالے رکھ لیکن بھلا ہو تیرا —— تو پیٹ پکڑے گاؤں بھر میں ڈھنڈورا پیٹتی پھرتی رہی!"

---

www.taemeernews.com

اسٹیفن گل

قاتلانہ حملہ

بیسویں صدی کا عنفوان شباب تھا اور وہ ہنستے کھیلتے اپنی عمر کی سترہ بہاریں دیکھنے کے بعد ایک شانِ بے نیازی کے ساتھ اٹھارہویں منزل خراماں خراماں طے کر رہی تھی۔

یہ دُنیا کے عظیم ترین انقلاب کا پہلا سال تھا۔ سوویتوں کی سرزمین پر مزدوروں اور کسانوں کی حکومت گھٹنیوں چل رہی تھی۔ یہ دور نئے روس کی زندگی کا بڑا ہیجان خیز دور تھا۔ بڑی کشاکش اور کشمکش کا زمانہ تھا۔

ان دنوں ولادیمیر ایلیچ کو تقریباً ہر روز عام جلسوں میں جانا پڑتا تھا۔ یہ جلسے پلانٹوں اور کارخانوں کے کھلے میدانوں میں، چوکوں اور چھاؤنیوں پر ہوا کرتے تھے۔ کوئی دن ایسا نہ جاتا تھا جب لینن دو یا تین جلسوں کو مخاطب نہ کرتے ہوں۔

ان جلسوں میں شرکت کی عام اجازت ہوتی تھی۔ کوئی بھی شخص بلا روک ٹوک

www.taemeernews.com

شریک ہو سکتا تھا۔ جلسہ گاہوں کے دروازے بڑی فراخدلی سے ہر کسی کے لئے کھلے ہوتے تھے صرف یہی نہیں بلکہ پلانٹوں اور کارخانوں کے پھاٹکوں پر۔ چوکوں اور چھاؤنیوں پر بڑے بڑے تشہیری پردے لٹکائے جاتے جن کے ذریعہ عوام کو بڑے مہمان نوازانہ انداز میں شرکت کی دعوت دی جاتی۔

لینن دن میں کئی بار اپنی جان کا خطرہ مول لیا کرتے اور سر ہتھیلی پر لے کر گھوما کرتے۔ یہ خطرہ اس لئے اور بھی بڑھ گیا تھا کہ انھوں نے اپنے ساتھ باڈی گارڈ تک رکھنے سے انکار کر دیا تھا۔ وہ خود بھی اپنے پاس کوئی ہتھیار نہیں رکھا کرتے تھے۔ (ان کی جیب میں ایک چھوٹا سا خودکار پستول پڑا رہتا تھا لیکن اس کو بھی انھوں نے کبھی استعمال نہیں کیا) اور پھر مصیبت تو یہ تھی کہ وہ مجھ کو بھی ہدایت کیا کرتے تھے کہ میں کوئی ہتھیار نہ رکھوں ایک دن میری کمر پر چمڑی خول میں پستول لٹکتا دیکھ کر بڑے ہی نرم مگر تاکیدی لہجہ میں کہنے لگے :-

"بھلا اس کی کیا ضرورت ہے، کامریڈ گل؟ نکالو اس کو اور دیکھو جتنا ممکن ہو سکے، ایسی چیزیں ساتھ نہ رکھا کرو۔"

پھر بھی میں اپنے ساتھ ریوالور رکھا کرتا تھا لیکن اب میں نے اس کو لینن کی عقابی نگاہوں سے چھپانے کے لئے ایک ترکیب ڈھونڈ نکالی اور پستول کے پٹے کو قمیص کے اندر باندھنے لگا۔

یہ ۳۰ اگست ۱۹۱۸ء کی بات ہے۔ کتنی منحوس تاریخ تھی وہ۔ اس دن لینن اور میں کئی جگہ گئے اور آئے ہم نے اناج منڈی کے پاس ایک جلسے میں شرکت کی اور وہاں سے شام کے تقریباً ۶ بجے سرپوکوسکایا اسٹریٹ کی طرف چل پڑے

www.taemeernews.com

جہاں لینن کو سابق میخلسن پلانٹ میں تقریر کرنی تھی۔ ہم پہلے بھی کئی مرتبہ اس پلانٹ کو جا چکے تھے۔

جب ہم میخلسن پلانٹ پہنچے تو وہاں لینن کا انتظار ہو رہا تھا۔ جلسہ ابھی شروع نہیں ہوا تھا۔ شل سازی کی کارگاہ میں ہزاروں کا مجمع تھا لیکن کوئی بھی موٹر کے پاس نہیں آیا۔ فیکٹری کمیٹی کے ارکان تک نہیں ——

لینن جھپٹ کر موٹر سے اترے اور تیز تیز قدم ڈالتے ہوئے کارگاہ کی طرف چل پڑے۔ اسی اثنار میں میں نے گاڑی پلٹا کر کارگاہ کے باب الداخلہ سے لگ بھگ دس قدم دور کھڑی کر دی۔

ابھی کچھ ہی منٹ گزرے تھے کہ ایک عورت میرے پاس آئی۔ دبلی پتلی، نوجوان۔ وہ چھوٹی سی صدری پہنے ہوئے تھی اور اس کے ہاتھ میں ایک چھوٹا سا بیگ تھا۔ چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں اور کالی کالی وحشی آنکھیں بتا رہی تھیں کہ وہ پورے طور پر صحیح العقل نہیں ہے۔

"کیا لینن آ گئے۔ کامریڈ" —— اس کی آواز تھرا رہی تھی۔

"میں نہیں جانتا کون آیا ہے۔" میں نے جواب دیا۔

وہ مسکرانے لگی لیکن اس کی مسکراہٹ میں شگفتگی اور تازگی نہیں —— ایک پژمردگی تھی۔

"یہ تو بڑی عجیب بات ہے۔ آپ شوفر ہیں اور آپ کو یہ بھی نہیں معلوم کہ آپ کس کو لائے ہیں؟"

"میں کیا جانوں؟ کوئی مقرر ہوگا۔ اس موٹر میں تو کئی لوگ بیٹھتے ہیں — بھلا اب ان سب کا نام پتہ کون یاد رکھے؟"

میں رازداری کے اصول پر سختی سے عمل کرتا تھا کہ کون آیا ہے؟ یا ہم کہاں سے

www.taemeernews.com

آئے ہیں اور کہاں جا رہے ہیں؟ یہ کسی کو بھی نہیں بتاتا تھا۔
وہ جلا بھنا منھ لیکر چلی گئی اور میں نے اس کو پلانٹ میں داخل ہوتے ہوئے دیکھا۔

وہ کیا چاہتی ہے؟ لینن سے اس کو کیا کام ہے؟ وہ جواب پانے کے لئے اتنا اصرار کیوں کر رہی تھی؟ میں سوچنے لگا۔ کئی قسم کے سوالات میرے ذہن میں ابھرنے لگے لیکن پہلے بھی کئی مرتبہ مجھے ایسے سابقے پڑ چکے تھے۔ بہت سے لوگ پوچھا کرتے تھے کہ میں موٹر میں کس کو لایا ہوں ــــ بعض اوقات تو ایسا بھی ہوا کہ لوگوں نے موٹر کو گھیر لیا اور مجھ پر سوالات کی بوچھاڑ کر دی۔ اس نے بھی یوں ہی پوچھ لیا ہوگا۔ پھر میں نے اس عورت کے طرزِ عمل اور سوال کو اپنے ذہن سے نکال دیا۔

ایک گھنٹے کے اندر کارگاہ سے ایک ہجوم کا ہجوم باہر نکلا۔ ان میں زیادہ تر مزدور تھے۔ دیکھتے ہی دیکھتے سارا صحن لوگوں سے بھر گیا۔ معلوم ہوتا تھا کہ جلسہ ختم ہو گیا میں نے جلدی سے موٹر اسٹارٹ کر لی لیکن ابھی تک لینن دکھائی نہیں دے رہے تھے۔ اتنے میں دوسرا گروہ کارگاہ سے نکلا اس کے سامنے سامنے لینن تھے۔ میں اپنی سیٹ پر بالکل تیار ہو گیا اور گیئر بھی ڈال دیا تاکہ لینن بیٹھتے ہی موٹر بڑھا دوں۔

لینن بڑی بے تکلفی کے ساتھ مزدوروں سے بات چیت کرتے ہوئے موٹر کی طرف آ رہے تھے۔ مزدور ان سے بھانت بھانت کے سوالات پوچھ رہے تھے اور وہ دوستانہ انداز میں ان کی باتوں کا تفصیل سے جواب دے رہے تھے کبھی تو وہ خود بھی اپنی طرف سے کوئی سوال کر دیتے۔ یوں ہی باتیں کرتے کرتے وہ آہستہ آہستہ موٹر کے قریب پہنچے مجمع میں سے بڑھ کر کسی شخص نے دروازہ کھول دیا لیکن وہ موٹر کے پاس بھی دو تین منٹ تک کھڑے ہوئے باتیں کرتے رہے۔ لینن کے قریب ہی دو عورتیں کھڑی ہوئی تھیں ابھی وہ مزدوروں سے رخصت ہو کر موٹر میں پوری طرح بیٹھنے

www.taemeernews.com

بھی نہ پائے تھے کہ ایک گولی چلی۔

میں اس وقت لینن ہی کو دیکھ رہا تھا لیکن گولی کی آواز کے ساتھ ہی خود بخود میرا رُخ مُڑ گیا اور میں نے ایک عورت کو دیکھا جو موٹر کی بائیں طرف ایک پیچ روک کے پاس کھڑی لینن کے سینے کو نشانہ بنا رہی تھی۔

ایک اور گولی چلی۔ میں نے فوراً انجن بند کر دیا اور کمر سے اپنا ریوالور نکال کر اس کی طرف لپکا۔ اس کا ہاتھ آگے بڑھا ہوا تھا اور وہ پھر گولی چلانے ہی والی تھی میں نے اس کے سر کا نشانہ لیکر پستول اُٹھایا ہی تھا کہ اس کی نظریں مجھ پر پڑ گئیں اور تیسری گولی چلاتے ہوئے اس کا ہاتھ کانپ گیا۔ یہ گولی اس عورت کے کندھے میں لگی جو لینن کے ایک بازو کھڑی ہوئی تھی۔

میں گولی چلانے والا ہی تھا کہ اس نے اپنا پستول میرے پیروں پر کھینچ مارا اور تیزی سے مڑ کر پھاٹک کی طرف بھاگتے ہوئے ہجوم میں گم ہو گئی۔ چاروں طرف لوگ بکھرے ہوئے تھے۔ میں نے اس ڈر سے گولی نہیں چلائی کہ کہیں کوئی مزدور زخمی نہ ہو جائے۔

میں اس کے تعاقب میں دوڑ پڑا لیکن اچانک مجھے خیال آیا: لینن کا کیا ہوا؟ وہ کیسے ہیں؟ اور میں فوراً رُک گیا۔ یہ سب کچھ چند ثانیوں میں ہو گیا۔ سارے مجمع پر ایک سکتہ سا طاری تھا۔ فضا پر ایک پُراسرار خاموشی چھائی ہوئی تھی اتنے میں چاروں طرف سے ایک شور بلند ہوا "ظالموں نے لینن کو مار ڈالا۔ لینن کو مار ڈالا۔ لینن کو مار ڈالا"۔۔۔ اس کے ساتھ ہی سارا مجمع قاتلہ کے تعاقب میں دوڑ پڑا ——— اور۔ وہ دوڑ جھپٹ مچی کہ کسی کو کسی کا ہوش نہیں رہا۔ میں جو موٹر کی طرف پلٹا تو میرے حواس اُڑ گئے۔ لینن موٹر سے قدم دو قدم دُور زخمی پڑے تھے۔ میں جھپٹ کر ان کے پاس

www.taemeernews.com

پہنچا۔ اس وقت سارا صحن خالی ہو گیا تھا اور لوگ قاتلہ کو پکڑنے کے لئے دوڑ پڑے تھے لیکن وہ ہجوم میں غائب ہو گئی تھی۔

میں لینن پر جھک گیا۔ خوش قسمتی سے وہ نہ صرف زندہ تھے بلکہ بیہوش بھی نہیں ہوئے تھے۔

"کیا وہ پکڑا گیا؟" انھوں نے مضمحل سے لہجے میں پوچھا۔ وہ یہی سمجھ رہے تھے کہ ان پر قاتلانہ حملہ کرنے والا کوئی مرد ہوگا — ان کی آواز گلوگرفتہ ہو گئی تھی اور وہ بات کرنے میں مشکل محسوس کر رہے تھے۔

"آپ بات نہ کیجئے۔ آپ کو تکلیف ہوگی۔"

اتنے میں میں نے دیکھا کارگاہ سے ایک شخص بایاں ہاتھ لہراتے ہوئے ہماری طرف دوڑا چلا آ رہا تھا۔ وہ ملاحوں کی ٹوپی پہنے ہوئے تھا۔ اس کا سیدھا ہاتھ جیب میں تھا —— وہ لینن کی طرف بڑھنے لگا۔ مجھے اس شخص پر شک ہوا —— میں لینن کو چھپانے کے لئے تقریباً ان پر لیٹ گیا اور اس کی طرف پستول اٹھا کر چیخنے لگا۔

"رک جاؤ۔ آگے نہ بڑھو۔"

لیکن وہ رکا نہیں۔ میں نے پھر چیخ کر کہا:

"رک جاؤ ورنہ میں گولی مار دوں گا۔"

وہ بائیں طرف مڑا اور پھاٹک کی طرف بھاگ پڑا — اب تک اس کا ہاتھ جیب ہی میں تھا۔ اسی اثنا میں پیچھے سے ایک عورت دوڑتی ہوئی آئی۔ وہ بدحواسی کے عالم میں چیخ رہی تھی۔

"ارے کیا غضب کر رہے ہو۔ گولی نہ چلاؤ۔ گولی نہ چلاؤ۔"

میرے ہاتھ میں پستول دیکھ کر وہ سمجھ رہی تھی کہ میں لینن پر گولی چلانے

www.taemeernews.com

ہی والا ہوں لیکن میرے کچھ کہنے سے پہلے ہی کارگاہ کی طرف سے ایک آواز آئی:
"پریشان نہ ہو۔ وہ اپنا ہی آدمی ہے۔"
تین آدمی ہاتھوں میں پستول لئے ہوئے میری طرف دوڑے چلے آرہے تھے۔
"رُک جاؤ!" میں چلایا — "کون ہو تم؟ آگے بڑھو گے تو گولی مار دونگا۔"
"ہم فیکٹری کمیٹی کے ارکان ہیں کامریڈ!" انھوں نے جواب دیا
میں نے ان لوگوں کو دیکھا۔ ان میں سے ایک صورت جانی پہچانی تھی۔ میں اس سے پہلے بھی پلانٹ میں اس شخص کو دیکھ چکا تھا۔ یہ تینوں لینن کے پاس پہنچ گئے۔ یہ سب کچھ بڑی تیزی سے بس ایک دو منٹ میں ہو گیا۔
ان میں سے ایک شخص اصرار کرنے لگا کہ میں لینن کو فوراً قریبی ہسپتال لیجاؤں لیکن میں نے انکار کر دیا۔
"نہیں! کسی ہسپتال میں نہیں، میں انھیں گھر لے جاؤں گا۔"
لینن نے بھی ہماری تکرار سُن لی اور دھیمے دھیمے کہنے لگے:
"ہاں! گھر لے چلو۔ مجھے گھر لے چلو۔"
فیکٹری کمیٹی کے ساتھیوں نے جن میں سے ایک فوجی کمیساریت سے تعلق رکھتا تھا، میری مدد کی اور ہم سب نے سہارا دیکر لینن کو کھڑا کیا۔ ہم دونوں طرف سے لینن کو تھامے ہوئے تھے۔ جوں ہی ہم نے لینن کو موٹر میں سوار کیا اور وہ عقبی نشست پر اپنی جگہ بیٹھ گئے۔
میں نے موٹر چلانے سے پہلے پلٹ کر لینن کو دیکھا۔ ان کا رنگ پیلا پڑ گیا تھا اور غنودگی چھا گئی تھی۔ آنکھیں آدھی کھلی اور آدھی بند تھیں۔ لینن کو اتنا خاموش اور اتنا بے سدھ دیکھکر میرا دل پھٹنے لگا۔ اگر آپ کا کوئی عزیز ترین شخص آپ سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے بچھڑ رہا ہو، تو آپ کی کیا حالت ہو گی بس یہی

www.taemeernews.com

کچھ کیفیت میری بھی تھی۔ یوں سمجھئے کہ میری آنکھوں میں دُنیا اندھیر ہوگئی تھی اور فور جذبات سے ہاتھ پیر پھول گئے تھے لیکن وہ وقت اضطرار کا نہیں تھا۔ لینن کی زندگی بچانی تھی اور ایک ایک منٹ قیمتی، انتہائی قیمتی تھا۔

فیکٹری کمیٹی کے دو ارکان بھی ہمارے ساتھ ہو گئے۔ ایک لینن کے بازو اور ایک میرے بازو بیٹھ گیا اور میں پوری رفتار سے موٹر کو دوڑاتا ہوا کریملن کی طرف چل پڑا۔ راستے میں کئی مرتبہ پلٹ پلٹ کر میں لینن کو دیکھتا جا رہا تھا۔ ابھی کریملن آدھا دور ہوگا کہ لینن سیٹ پر ڈھلک گئے لیکن اس وقت بھی ان کے لبوں سے ایک ہلکی سے کراہ تک نہیں نکلی۔ ان کا چہرہ سفید پڑ گیا تھا۔ فیکٹری کمیٹی کے رُکن نے جو ان کے پاس ہی بیٹھا تھا، انھیں تھام کر سیدھا کیا۔ کریملن کے ٹرائٹسکی پھاٹک کے پاس بھی میں نے موٹر نہیں روکی اور پہرہ داروں سے پکار کر کہہ دیا "لینن ہیں لینن"۔ اور موٹر لیکر سیدھا لینن کے کمروں کے پاس پہنچ گیا اور آس پاس کھڑے ہوئے لوگوں یا لینن کے کمروں کے پاس سے گزرنے والوں کی توجہ سے بچنے کے لئے میں نے موٹر عام دروازے پر روکنے کی بجائے بازو کے دروازے پر لے جا کر کھڑی کر دی۔

ہم تینوں نے مل کر لینن کو اتارا۔ وہ درد سے بہت بے چین ہو رہے تھے۔ میں نے کہا، "ولادیمیر الیچ! ہم آپ کو اٹھا کر اوپر پہنچا دیں گے"۔ لیکن انھوں نے میری بات نہیں مانی۔ ہم نے لاکھ سمجھایا کہ اس حالت میں ان کے لئے چلنا اور خاص طور پر سیڑھیاں چڑھنا تکلیف دہ ہی نہیں نقصان دہ بھی ہے لیکن ہماری کوئی بھی دلیل ان کے ارادے کو بدل نہ سکی۔

"نہیں! میں چلتا ہوا جاؤں گا" اور پھر میری طرف پلٹ کر کہنے لگے "تم صرف میری صدری اُتار دو۔ اس سے چلنے میں ذرا آسانی ہوگی"۔

www.taemeernews.com

میں نے بڑی احتیاط سے ان کی صدری اُتاری اور پھر وہ ہمارے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر سیڑھیاں چڑھنے لگے۔ درد کی شدت اور کمزوری کے باوجود ان کی زبان سے کوئی آواز تو کجا اُف تک نہیں نکلی۔ زینوں پر ہیں ماریا ایلینچنا میں اور ہمیں راستہ بتاتے ہوئے لینن کے بستر تک لے گئیں۔

وہ اس وقت بے حد پریشان اور غم سے بدحواس ہو گئی تھیں "جلدی سے ٹیلیفون کرو"۔ انھوں نے کہا بہن کی آواز سن کر لینن نے آنکھیں کھول دیں اور دبی آواز میں کہنے لگے:

"گھبراؤ نہیں ـــــ مجھے کچھ نہیں ہوا ـــــ صرف بازو پر تھوڑا سا زخم لگا ہے ـــــ"

بازو کے کمرے سے میں نے عوامی کمیساروں کی کونسل کے انتظامی منیجر، بونچ۔ برو ئیوچ کو ٹیلیفون کیا اور انھیں اس حادثہ کی اطلاع دی۔ انھوں نے بمشکل مجھے اپنی بات پوری کرنے دی کیونکہ اس وقت ایک ایک لمحہ قیمتی تھا اور لینن کی زندگی بچانے کے لئے کچھ نہ کچھ کرنا تھا۔

عوامی کمیسار برائے سماجی تحفظات دینو کوروف، عوامی کمیساروں کی کونسل کے اجلاس سے اُٹھ کر لینن کے کمرے میں آ گئے۔ کچھ ہی دیر میں بونچ برو ئیوچ بھی پہنچ گئے۔

ولادیمیر ایلیچ سیدھی کروٹ لیٹے تھے اور آہستہ آہستہ کراہ رہے تھے۔ ان کے سینے اور بائیں شانے کو دکھانے کے لئے قمیص کو کر دیا گیا تھا۔ شانے کے اوپری حصے پر دو چھوٹے زخم نظر آ رہے تھے۔ دینو کوروف نے ان پر آئوڈین لگا دی۔

درد کے مارے لینن نے آنکھیں پھاڑ دیں اور اِدھر اُدھر دیکھنے لگے:

www.taemeernews.com

"درد ہو رہا ہے۔ میرے دل میں بھی ۔۔۔"

وینوکوروف اور بونچ۔ بروئیوچ تسلی دینے لگے:

"نہیں! نہیں! کون کہتا ہے۔ آپ کے دل کو ذرا بھی دھکا نہیں لگا۔ زخم تو بازو پر آئے ہیں۔ یہ تو اعصابی درد ہے"۔۔۔

"کیا آپ کو میرے بازو پر زخم دکھ رہے ہیں۔

"ہاں! بالکل"

لینن نے پھر آنکھیں بند کرلیں اور تقریباً ایک منٹ تک آہستہ آہستہ کراہتے رہے۔ شائد ہماری پریشانی کے خیال سے وہ اپنے درد کا بھی کھل کر اظہار نہیں کر رہے تھے۔

ان کا چہرہ اور سفید پڑ گیا تھا اور ان کے پاس کھڑے ہوئے لوگوں کے دل ایک انجانے خوف سے دھڑک رہے تھے۔ کیا لینن ہمیشہ ہمیشہ کے لئے داغ مفارقت دے رہے ہیں؟ کیا یہ ان کی آخری گھڑیاں ہیں؟

بونچ۔ بروئیوچ نے ماسکو سوویت کو ٹیلیفون کیا اور ہدایت دینے لگے وہاں جو بھی موجود ہے، وہ فوراً ڈاکٹروں کو لانے کے لئے جائے۔

وہ ایک ہی سانس میں کہے جا رہے تھے "دیر نہ کرو۔ او بوخ، ویسبرودڈ اور ایک سرجن کو لیکر جلد سے جلد یہاں پہنچ جاؤ"

اسی اثنا میں ایک شخص کو آکسیجن لانے کے لئے دوا سازوں کی دوکانوں کو روانہ کیا گیا۔ اس وقت تک کریملن میں نہ تو پہلی طبی امداد کا کوئی مرکز قائم کیا گیا اور نہ کوئی دواخانہ یا شفاخانہ ہی تھا۔ چھوٹی سی چھوٹی چیز اور معمولی سی معمولی دوا تک شہر سے لانی پڑتی ہے۔

اتنے میں ٹیلیفون کی گھنٹی بجی۔ یاکوف میخائیلووچ سویردلوف

www.taemeernews.com

بول رہے تھے۔ انھیں ابھی ابھی ولادیمیر ایلیچ پر قاتلانہ حملہ کی اطلاع ملی تھی۔ بونچ۔ بروئیوچ نے انھیں مختصر طور پر سارا واقعہ سنایا۔

"کسی اچھے سرجن کا فوراً انتظام کیجئے۔" بونچ۔ بروئیوچ نے کہا

"میں ابھی پروفیسر منٹس کو روانہ کر رہا ہوں"۔ دوسری طرف سے آواز آئی۔ تھوڑی ہی دیر بعد خود سوویت لوف لینن کے مکان پہنچ گئے۔

اس وقت تک نادیژدا کانستنتینوونا کو اس منحوس واقعہ کی اطلاع نہیں تھی وہ عوامی کمیساریت برائے تعلیم میں تھیں۔ ماریا ایلینچنا میرے پاس آئیں اور بڑے تاکیدی انداز میں مجھے سمجھانے لگیں: "دیکھو۔ ذرا ہوشیاری سے کام لینا۔ کروپسکایا کو ایک دم لینن کی حالت نہ سنانا سمجھ گئے نا۔" میں مکان سے نکل کر عوامی کمیساریت برائے تعلیم کی طرف جانے لگا عوامی کمیسا روں کی کونسل سے ایک اور شخص بھی میرے ساتھ ہو گیا۔

ہم عوامی کمیساریت برائے تعلیم کے صحن میں کھڑے ہو کر کروپسکایا کا انتظار کرنے لگے۔ کچھ ہی دیر میں وہ آگئیں۔ میں نے ان سے کچھ نہیں کہا لیکن شائد میرے چہرے نے انھیں بتا دیا تھا کہ کچھ سانحہ ضرور گزرا ہے۔ وہ سہم کر جہاں کی وہیں ٹھیر گئیں اور مجھے گھور کر کہنے لگیں۔

"کچھ کہنے کی ضرورت نہیں۔ صرف اتنا بتا دو کہ وہ زندہ ہیں یا نہیں؟"

"میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ ولادیمیر ایلیچ معمولی زخمی ہوئے ہیں۔ آپ مجھ پر بھروسہ رکھئے۔"

وہ ایک لمحہ تک یوں ہی سہمی ہوئی کھڑی رہیں اور اس کے بعد سیڑھیاں چڑھنے لگیں ہم بھی ان کے ساتھ لینن کے کمرے تک آئے —— وہ بیہوش پڑے تھے۔ بونچ۔ بروئیوچ کی بیوی ویرا میخائیلوونا ویلیچکینا بھی

www.taemeernews.com

اس وقت تک پہنچ گئی تھیں۔ وہ ایک ڈاکٹر تھیں۔ انھوں نے لینن کی نبض دیکھی اور انھیں مارفیا کا ایک انجکشن لگا دیا۔۔۔ انھوں نے ہدایت کی کہ سرجن آنے تک کوئی بھی لینن کو ہاتھ نہ لگائے البتہ ان کے جوتے اور جتنا ہو سکے کپڑے اتار دیے جائیں۔ اچانک کسی کے ہاتھ سے امونیا کی شیشی گر کر پھوٹ گئی اور سارے کمرے میں ایک تیز بو پھیل گئی۔ اس کے ساتھ ہی لینن نے آنکھیں کھول دیں۔

"ٹھیک ہے"۔ انھوں نے آہستہ سے کہا اور پھر ان پر غنودگی چھا گئی۔ امونیا نے لینن کو ہوش میں لا دیا تھا اور مارفیا نے درد کے احساس کو ختم کر دیا تھا۔

اتنے میں پروفیسر منٹس پہنچ گئے۔ وہ کسی سے کچھ کہے سنے بغیر تیز تیز لینن کے پاس پہنچ گئے۔

"مارفیا"۔ لینن کے چہرے کو دیکھتے ہوئے انھوں نے پوچھا

"جی ہاں! میں نے انھیں ایک انجکشن دیدیا ہے۔"

پروفیسر منٹس نے سفید اسموک پہن لیا اور لینن کے بازو پر اپنی انگلیوں سے زخموں کا درمیانی فاصلہ ناپنے لگے پھر انھوں نے ہاتھوں ہی سے لینن کے بازو اور سینے کو دبا دبا کر دیکھا۔ وہ کچھ پریشان پریشان نظر آ رہے تھے۔

کمرے پر ایک اداسی چھائی ہوئی تھی — ہر شخص ایک بت بنا اپنی جگہ بے حس و حرکت کھڑا تھا اور سانس بھی ڈر ڈر کر لے رہا تھا۔ پروفیسر کیا کہتے ہیں؟ لینن بچیں گے یا نہیں؟ اور منٹس زیر لب بڑبڑا رہے تھے۔

"ایک گولی تو ان کے بازو میں ہے — پھر دوسری کہاں گئی؟ بڑی گول کو تو دھکا تک نہیں لگا — لیکن وہ مجھے ملی نہیں — کہاں گئی ہوگی؟"

وہ لینن کو ٹکٹکی باندھ کر دیکھنے لگے — ان کا چہرہ گمبھیر ہوتا جا رہا تھا۔ اچانک

www.taemeernews.com

ان کے ہاتھ لینن کی گردن کی طرف بڑھے۔

" یہ رہی دوسری گولی" ـــــ انھوں نے گردن کی سیدھی طرف بتاتے ہوئے کہا۔ دوسرے ڈاکٹر ایک دوسرے کو دیکھنے لگے ۔ اب کئی چیزیں واضح ہو گئی تھیں خاموشی ناقابلِ برداشت بن گئی ۔ سب لوگوں نے دل ہی دل میں یہ محسوس کر لیا تھا کہ کچھ نہ کچھ خطرہ ضرور ہے لیکن کسی کو بھی کچھ کہنے ، کچھ پوچھنے کی ہمت نہیں ہو رہی تھی۔ بالآخر ڈاکٹر منٹس نے اس ہولناک خاموشی کو توڑا۔

" ان کا بازو کسی دفتین پہ رکھ دو۔ یہاں کوئی دفتین نہیں ہے ۔"

کسی نے جھپٹ کر دفتین کا ایک تختہ ڈاکٹر منٹس کو دیا۔ انھوں نے جلدی جلدی دفتین کو کترا اور اس کو لینن کے زخمی بازو کے نیچے رکھ دیا۔

" ہاں ! یہ زیادہ آرام دہ رہے گا۔" منٹس نے کہا

اس کے کچھ دیر بعد میں لینن کے مکان سے واپس چلا گیا ـــــ جی نہیں چاہتا تھا کہ میں لینن کو اس عالم میں چھوڑ کر خود گھر جا بیٹھوں ۔ وہ شدید زخمی ہو گئے تھے اور ان کی حالت انتہائی تشویشناک تھی۔ پھر بھی میں نے یہ کہہ کر اپنے دل کو ڈھارس دی کہ ان کی ہر طرح دیکھ بھال کے لئے ڈاکٹر موجود ہیں۔ پھر ان کے قویٰ اور دل ـــــ دونوں اتنے مضبوط اور طاقتور ہیں کہ موت بھی ان کو آسانی سے شکست نہیں دے سکتی ۔ لینن کے بارے میں میں موت کے تصور کو بھی اپنے پاس پھٹکنے دینا نہیں چاہتا تھا۔

مجھے تو پہلے ہی سے یقین تھا کہ لینن مر نہیں سکتے لیکن دو تین دن کے اندر اندر اور سب کو بھی یہ اُمید بندھ گئی کہ لینن زندہ رہیں گے ۔

لینن پر قاتلانہ حملہ کی بعض تفصیلات تو پہلے ہی دن معلوم ہو گئیں ۔ قاتلہ پکڑی جا چکی تھی۔ اس کا نام فنی کیپلان تھا اور وہ سوشلسٹ ۔

www.taemeernews.com

انقلابی دہشت پسند ٹولی کی رکن تھی۔ اسی ٹولی نے پیٹروگراڈ میں یورتسکی اور وولودارسکی کو قتل کیا تھا۔

ولادیمیرا ایلیچ پر گولیاں چلانے کے بعد قاتلہ بھاگ کر ہجوم میں مل گئی اور بھیڑ میں گھستی پٹتی پھاٹک سے باہر نکل گئی۔ پہلے پہل تو قاتل کی تلاش میں ادھر ادھر دوڑتے ہوئے لوگ اس کو پہچان نہ سکے۔ ان میں سے کسی نے بھی حملہ آور کو نہیں دیکھا تھا۔ اس کو بھی یہ اُمید تھی کہ وہ لینن کے پرستاروں کی انجانی نگاہوں کو چکمہ دینے میں کامیاب ہو جائے گی۔ دہشت پسندوں نے فرار کی تیاریاں بھی مکمل کر لی تھیں۔ میخلسن پلانٹ کے قریب ہی ایک گھوڑا گاڑی بالکل تیار کھڑی تھی لیکن قاتلہ وہاں تک پہنچ نہ سکی۔ لینن پر قاتلانہ حملہ کے وقت پلانٹ کے صحن میں کچھ بچے بھی تھے۔ بڑے تو اپنے محبوب رہنما کو دیکھنے کے شوق میں دیوانے ہوئے جا رہے تھے۔ کچھ ان سے بات چیت میں مصروف تھے لیکن حسنِ اتفاق سے ان بچوں نے کیپلان کو لینن پر گولیاں چلاتے ہوئے دیکھ لیا اور جب وہ ہجوم میں گھس کر فرار ہونے کی کوشش کر رہی تھی تو وہ بھی اس کے پیچھے چیختے چلاتے دوڑ پڑے۔

"پکڑو — وہ بھاگ رہی ہے — جانے نہ دو — اسی نے ایلیچ کو گولی ماری ہے۔"

ان بچوں کی بدولت راستہ ہی میں وہ پکڑی گئی اور اس کو کشاں کشاں پلانٹ کے صحن میں لایا گیا۔ لوگوں کے قبض و غضب کا یہ عالم تھا کہ اگر انھیں لینن کی قاتلہ سے نمٹنے کی چھوٹ دیدی جاتی تو وہ اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتے کئی بپھرے ہوئے مزدور قاتلہ پر جھپٹ پڑے لیکن دوسرے مزدور ان کے آڑے آ گئے۔ کسی نے چیخ کر کہا: "کیا کر رہے ہو، کامریڈ! اس سے تو پوچھ گچھ کرنی ہے۔"

www.taemeernews.com

اور کیپلان کو کل روسی کمیشن برائے سرکوبی انقلاب دشمنی و سبوتاج کے حوالے کر رہا گیا۔

اس شخص کو بھی گرفتار کر لیا گیا جو ملاحوں کی ٹوپی پہنے ہوئے تھا ـــــ یہی شخص لینن پر قاتلانہ حملے کے بعد ان کی طرف دوڑتا ہوا آیا تھا ـــــ وہ بھی دہشت پسندوں کا ساتھی تھا۔

لینن کے مضبوط قویٰ اور زبردست قوتِ ارادی کے ساتھ ساتھ ڈاکٹروں کی دن رات کی محنت اور تیمارداروں کی دیکھ بھال کام آئی۔ دو تین ہفتوں کے اندر ہی وہ اس قابل ہو گئے کہ عوامی کمیساروں کی کونسل کے اجلاسوں کی صدارت کرنے لگے۔

اس کے چند مہینوں کے بعد وہ پوری طرح صحتیاب ہو گئے۔

انھوں نے صحتیابی کے بعد میخائلسن پلانٹ میں پھر مزدوروں کو مخاطب کیا۔ اس دن مزدوروں کی خوشی دیکھنے کی تھی۔ وہ لینن کو ہشاش بشاش دیکھ کر پھولوں نہیں سما رہے تھے ـــــ لینن پہنچتے ہی چاروں طرف سے مزدور سوالات کرنے لگے لیکن سب کا سوال ایک ہی تھا۔

"اب آپ کا مزاج کیسا ہے، ولادیمیر ایلیچ؟"

"خیریت سے ہوں، کامریڈ! مزاج پرسی کا شکریہ۔"

اور جلسہ ـــــ شروع ہو گیا ـــــ پھر وہی دن تھے، وہی راتیں

www.taemeernews.com

مرزا ابراہیموف

پری خالہ اور لینن

موسم بڑا ہی ناخوشگوار تھا۔ افق پر منڈلاتے ہوئے خاکستری بادلوں کے افسردہ ٹکڑے ایک ایسی بے سہارا بڑھیا کی سکڑی ہوئی بھنووں کی طرح دکھائی دے رہے تھے جو ایک زمانے سے روز بھوکی سوتی ہے اور بھوکی اٹھتی ہے۔ المامیک گاؤں پر بوجھل آسمان یوں جھکا ہوا تھا جیسے کہ وہ اس بستی کی گھاس پوس کی جھونپڑیوں اور کچے مکانوں کو زمین میں دھنسا دینا چاہتا ہو۔ پہاڑوں سے سرد ہواؤں کے جھکڑ پر جھکڑ چلے آرہے تھے۔ تھوڑی بہت بارش ہو جاتی تو ہفتوں تک کیچڑ سوکھتا نہیں تھا۔ پھر بھی ناقابلِ عبور و مرور راستے خبروں کو قصبہ سے گاؤں میں پہنچنے سے روک نہ سکے اور اس تیزی کے ساتھ ہر اطلاع ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچتی رہی جیسے کہ پر لگ گئے ہوں۔

ایسی ہی ایک خبر سُن کر آج صبح ہی سے اناج کے کوٹھے کے پیچھے گھاس کی گرمی کے پاس لوگوں کی ایک بھیڑ لگ گئی تھی اور مختلف قسم کی قیاس آرائیاں

www.taemeernews.com

ہو رہی تھیں۔

"یہ تو ہمارے آقاؤں کے لئے بڑا بُرا شگون معلوم ہوتا ہے۔ میں تو کہتا ہوں، وہ بہت جلد سر پر پاؤں رکھ کر باکو سے بھاگیں گے۔ آج نہیں تو کل ——" جواں سال ولی نے کہا۔ پستہ قد، گٹھا ہوا جسم، سانولا سلونا رنگ سرد و گرم چشیدہ چہرہ، بھوری آنکھیں۔ وہ ایک کھیت مزدور تھا۔

اونچی ٹوپی اور اچھے کپڑے کی قبا پہنے ہوئے حاجی گلو نے اس بیباک اور منہ پھٹ مزدور کو چبھتی ہوئی نظروں سے دیکھا اور تنبیہی انداز میں اپنی گھنی داڑھی ہلاتے ہوئے کہا:

"بلی کے خواب میں چھیچھڑے ہی چھیچھڑے۔ تم یہاں ان کے انتظار میں دن گنتے بیٹھے ہو اور سمجھتے ہو کہ وہ آکر تمہارے منہ میں حلوا مانڈہ بھر دیں گے مگر کچھ سا ن کی بھی خبر ہے؟ جانتے ہو روس میں کیا ہو رہا ہے؟ لوگ لق و دق صحرا میں بھیڑ بیلوں کی طرح گھاس کھاتے پھر رہے ہیں۔ خود تمہارے بالشویک بھوک سے بلبلا رہے ہیں۔ یہ ننگے بھوکے یہاں آ بھی سکتے ہیں؟ وہ تو جنرل ڈینیکن کے چنگل میں پھنس چکے ہیں اور ہر جگہ وہ ان کی ایسی پٹائی کر رہا ہے کہ چھٹی کا دودھ یاد آجائے۔"

اس کے ساتھ ہی فضا میں ایک سرکشانہ قہقہہ بلند ہوا۔ یہ اصطبل کا نگراں کا نذر تھا۔ لال لال بال، لال لال مونچھیں، لال لال پلکیں ——

"رہنے بھی دو یہ من گھڑت باتیں، حاجی صاحب!" اس نے کہا۔ "وہ جب آجائیں نا، تب تم اپنی یہ رام کہانی سُنانا۔ بالشویکوں نے زار نکولاس کا تختہ الٹ ڈالا، تو یہ جنرل ڈینیکن کس کھیت کی مولی ہے۔ کیا پدی کیا پدی کا شوربہ! ذرا گہری سانس لو، تمہیں آنے والے طوفان

www.taemeernews.com

کی بو سنگھائی دیگی۔ اگر زندہ رہے تو تم خود اپنی آنکھوں سے دیکھ لوگے۔ ہاتھ کنگن کو آرسی کیا ہے؟ وہ کسی بھی لمحے جارجیا اور آرمینیا میں اپنا جھنڈا لہرا دیں گے۔ پھر ہمارے آذربائیجان کو کیوں الگ تھلگ ایک کونے میں بیٹھے رہنا چاہیئے ——"

حاجی کا خون کھول گیا۔ انگلیاں غصہ سے کپکپانے لگیں اور وہ منھ ہی منھ میں وظیفہ پڑھتے ہوئے تسبیح کے دانے تیز تیز ڈھالنے لگا۔ وہ اپنے آپ میں پیچ و تاب کھا رہا تھا۔ "کتنا نالائق ہوگیا ہے یہ۔ نہ بڑوں کا ادب" "نہ چھوٹوں کا لحاظ"۔ بس چلتا تو وہ اس کو کچا ہی چبا ڈالتا۔

"اچھا! تو چیونٹی کو پر پھوٹ گئے ہیں" حاجی نے جلے پھپھولے پھوڑتے ہوئے کہا۔ "یہ سائیس کو تو دیکھو! ایک، شریر گھوڑی کو تو قابو میں نہیں لا سکتا اور چلا ہے ہمیں دنیا کا حال سمجھانے! برخوردار —— عمر میں تمہارے باپ کے برابر تو ہوں۔ اس داڑھی کی قسم! بالشویک پلک جھپکانے بھی نہ پائیں گے کہ بھوک اور انگریز ان کو کیڑے مکوڑوں کی طرح مسل کر رکھ دیں گے۔ آیا خیال شریف میں —— صرف میں ہی نہیں، سب لوگ یہی کہتے ہیں ——"

بیچارا نذر اس طنز سے کھسیانہ ہوگیا اور ایک لڑکی کی طرح جھینپنے لگا۔ لیکن کھیت مزدور ولی نے اسے لقمہ دیا:

"اللہ آپ کی داڑھی کو اپنے حفظ و امان میں رکھے، حاجی صاحب! آپ کے تو پاؤں بھی ہمارے کند ذہن سروں سے زیادہ عقلمند ہیں۔ بھلا ہماری کیا ہستی کہ آپ کو سکھائیں۔ رحیم و کریم کا واسطہ، آپ مجھ بے وقوف، عقل کے اندھے کو معاف فرمائیں لیکن اگر آپ یوں ہی ہر افواہ پر ایمان لاتے رہیں گے تو آپ کے کانوں میں دوسری باتوں کے لئے کوئی جگہ باقی ہی نہیں رہے گی۔ کیوں؟

www.taemeernews.com

ہے نا حاجی صاحب!"—

ولی نے بڑے ہی سوکھے منھ سے پھبتی کسی۔ اس کے لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ تک نہ آئی لیکن دوسرے لوگ اس تمسخر سے خوب لطف اندوز ہوئے اور کھلکھلا کر ہنس پڑے۔ حاجی گلو کے دل پر گویا چھریاں چل گئیں۔

"تو بیٹھے رہو، بالشویکوں کا انتظار کرتے ہوئے"— اس نے غصہ سے دانت پیستے ہوئے کہا— "وہ آکر تمہیں پلاؤ کھلائیں گے۔ روس کا خوب پیٹ بھر چکے، اب آذربائیجان کا بھریں گے۔"

"ارے رے! آپ کیوں اپنی نیند حرام کئے لیتے ہیں حاجی صاحب!" ولی نے اسی معصومانہ انداز میں کہا— "آپ اطمینان سے سوئے۔ بالشویک یہاں کبھی نہیں آئیں گے۔ کبھی نہیں— ہم تو اس خراب موسم میں محض وقت گزاری کی خاطر گپ شپ کر رہے ہیں مگر ایک بات ہے، حاجی صاحب! لوگ کہتے ہیں کہ ماسکو میں خود لینن نے ہمارے باکو کی ہر طرح مدد کرنے کے احکام دئے ہیں— روپیہ پیسے سے، اناج سے، کپڑے سے— اس کو آپ کیا سمجھتے ہیں؟ اچھا یا برا؟—"

حاجی گلو مارے طیش کے چقندر کی طرح لال لال ہو گیا۔ اس کا جی چاہ رہا تھا کہ اس گستاخ مزدور کا جبڑا توڑ دے اور چیخ چیخ کر کہے: "دور ہو جاء کمینے میری آنکھوں سے!"— لیکن اب وہ زمانہ باقی نہیں رہا تھا جب خلیل خاں فاختے اڑایا کرتے تھے۔ آج اگر کوئی دوسروں کے ساتھ اس طرح ذلت کا برتاؤ کرتا، تو خود اس کی آنتیں اس کے اپنے گلے میں پڑ جاتیں۔ حاجی نے بھی خیر اسی میں دیکھی کہ چپ سادھ لے۔ چنانچہ وہ خون کے گھونٹ پی کر رہ گیا لیکن اس کی مرتعش انگلیوں پر تیز تیز ڈھلتے ہوئے تسبیح کے دانے، اس کے دل و

www.taemeernews.com

دماغ کی حالت کی چغلی کھا رہے تھے۔

نذر، خاموش کھڑا، اپنی پھٹی پُرانی جوتی سے کیچڑ کو کھرو چ رہا تھا۔

چوکیدار جعفر چچا، جو اب تک کوٹھے میں صفائی کر رہا تھا، دروازے کے پاس آیا جھاڑو زمین پر رکھی اور سستاتے ہوئے کمر سیدھی کر کے بڑے ہی دُعائیہ انداز میں کہنے لگا۔

"پروردگار، لینن کو سوا سو سال سلامت رکھے۔ لوگ کہتے ہیں کہ لینن ساری دنیا کے غریبوں کے اولین دوست ہیں"۔

حاجی گلو نے جعفر چچا کو نفرت بھری نگاہوں سے دیکھا غریب بوڑھے کا چہرہ مہرہ، اس کے سفید بال، اس کی چھدری داڑھی، اس کا جھکا ہوا دُبلا پتلا جسم، دیکھ دیکھ کر اس امیر آدمی کا خون کھول رہا تھا۔ اس نے غصّہ سے منھ پھیر لیا۔

ولی! تم تو ہر چیز جانتے ہو، نا۔" حاجی گلو نے تھوک نگلتے ہوئے اچانک کھیت مزدور سے پوچھا۔" اچھا! یہ تو بتاؤ کہ لینن کا مذہب کیا ہے؟

ولی نے حاجی کی عیّاری بھانپ لی۔ اس نے کوئی جواب نہیں دیا اور بڑی سادہ لوحی سے اس کو دیکھتے ہوئے سر کھجانے لگا لیکن جعفر چچا بول پڑا۔

"اسلام۔ ہاں، ہاں! لینن پکے مسلمان ہیں!"

"تم کدھر ٹانگ اڑا رہے ہو۔ تمہاری تو عقل سٹھیا گئی ہے"۔

حاجی گلو نے جعفر چچا کو قہر آلود نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا۔" تم تو بس کوٹھے پر جھاڑو لگاؤ اور اللہ کی مہربانیوں کا شکر ادا کرو۔" اور پھر

www.taemeernews.com

ایک ہی سانس میں کہنے لگا: "میں نے سُنا ہے کہ لینن بتوں کی پُوجا کرتے ہیں"۔
"کیا واہیات بک رہے ہو!" — نذر نے اپنی لال لال مونچھوں پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا — "بُت پرست ایران میں رہتے ہیں، روس میں نہیں"
"ہوسکتا ہے کہ وہ ایران ہی سے آئے ہوں" — حاجی نے اپنی بات پر اصرار کیا۔
"کچھ تو اپنی عقل سے کام لو، حاجی! ذرا ٹھنڈے دل سے سوچو، کیا ایک بُت پرست بادشاہ کو تخت سے اُتارنے کی جرأت کرے گا؟ — ایسا کبھی نہیں ہوسکتا۔ سمجھے! لینن یقیناً ایک عیسائی ہیں، عیسائی!"
"نہیں!" بھلا جعفر چچا کب چُپ رہنے والا تھا۔ "وہ ایک مسلمان ہیں میں اچھی طرح جانتا ہوں۔ وہ سچے مومن اور انصاف کے علمبردار ہیں —"
دیکھتے ہی دیکھتے لینن کے دین و مذہب کے بارے میں گرما گرم بحث شروع ہوگئی۔ ہر شخص اپنی بات منوانے پر تُلا ہوا تھا اور کوئی نہیں جانتا تھا کہ یہ بحث کس طرح ختم ہوگی لیکن ولی نے اس کا تصفیہ کر دیا۔
"کیوں آپ لوگ بیکار کی بحث کر رہے ہیں لینن کا کوئی مذہب نہیں ہے۔ وہ تو تمام ناداروں کی مدد کے لئے اللہ کی حکومت کو زمین پر اُتارلانا اور عوام کو غلامی کی زنجیروں سے آزاد کرانا چاہتے ہیں"
"اگر ایسا ہے تو یہ بہت ہی اچھی بات ہے" — جعفر چچا نے کہا۔
اتنے میں کچھ دور ایک پہاڑی سے کوئی فٹن اُترتی ہوئی دکھائی دی جس کے ساتھ ہی سب لوگ بحث ختم کر کے اس کی طرف متوجہ ہوگئے۔
"وہ، دیکھو! نواب صاحب کی سواری آرہی ہے" — حاجی گلو نے آنکھیں سکیڑ کر فٹن کو دیکھتے ہوئے حیرت سے کہا — "مگر ایسا کیا کام

www.taemeernews.com

آن پڑا کہ وہ اتنے خراب موسم میں گھر سے نکل پڑے ؟"

"ہرگز نہیں ـــ" نذر نے کہا ـــ "وہ خبیث ان سڑکوں پر اپنی گاڑی کے پہیئے توڑنے کے لئے کیوں نکلے گا ـــ" پھر بھی نذر کا دل دھک دھک کر رہا تھا۔

بوڑھے جعفر چچا نے جھک کر جھاڑو اٹھائی اور چلتے چلتے بڑبڑانے لگا۔

"ہے تو دو گھوڑوں کی بگھی لیکن دکھائی نہیں پڑتا کہ اس میں بیٹھا کون ہے"

پسینہ میں شرابور گھوڑے گاؤں کی طرف مڑے اور گھبراہٹ کے عالم میں ادھر ادھر بھاگتے ہوئے لوگوں نے دیکھا کہ موٹا تازہ نواب شہباز چرکیں کوٹ اور استر خانی ٹوپی پہنے ہوئے پچھلی نشست پر آڑا پڑا ہے اور ایسی وحشیانہ نظروں سے لوگوں کو گھور رہا ہے جیسے کہ کوئی خونخوار بھیڑیا اپنے شکار کو تاک رہا ہو۔

یوں تو شہباز کوئی نیک فطرت یا رحمدل آدمی نہیں تھا لیکن آج تو اس کے تیور اور زیادہ بگڑے بگڑے دکھائی دے رہے تھے۔ کون جانے اس وقت وہ تھک گیا تھا یا کوئی پریشانی نے اس کو آ گھیرا تھا۔

ہانپتے کانپتے گھوڑے منھ اٹھائے چلے آ رہے تھے۔ ان کے پیر بھیگے حتیٰ کہ ان کی پیٹھ پر پڑی ہوئی جھول اور پہلوؤں میں لٹکتی ہوئی گھنٹیاں تک کیچڑ میں لت پت پڑتی تھیں۔ نواب کا قیمتی کوٹ اور کوچوان کا اترا ہوا چہرہ بھی چھینٹوں سے داغدار بن گیا تھا۔

ہچکولے کھاتی ہوئی فٹن گاؤں کے چوک کے بیچوں بیچ پہنچ کر رک گئی اور دیکھتے ہی دیکھتے اس کے اطراف کسانوں کی ایک بھیڑ سی جمع ہو گئی بیسیوں مردوں، عورتوں اور بچوں نے ٹکٹکی باندھے خاموش نگاہوں سے

www.taemeernews.com

نواب کو دیکھا۔ پھر ان کی سہمی سہمی نظریں گاؤں پر جھکے ہوئے خزاں کے بادلوں کی طرح نیچی ہوگئیں۔ اچانک ولی مجمع کو چیرتا ہوا اس شان سے آگے بڑھنے لگا جیسے کہ کوئی جانباز ملک الموت سے پنجہ لڑانے کے لئے میدان میں آرہا ہو — اس یقین کے ساتھ کہ موت تو برحق ہے — ایک نہ ایک دن آئے گی ہی۔ کوئی انسان دو مرتبہ تو نہیں مرتا۔ کیسے بھی ہو، ہر کسی کو ایک بار ہی تو مرنا ہے — پھر ڈرنا کیا؟ —

"لوگ یوں ہی تو نہیں کہتے کہ آقاؤں کے دن ختم ہوگئے۔ ہا ہا ہا —" اس نے قہقہہ لگایا — دیکھو تو نواب صاحب کو، زندہ نعش دکھائی دے رہے ہیں، جیسے کہ طوفانی سمندر میں ان کے سارے جہاز ڈوب گئے ہوں"

نواب بڑے ہی بوجھل انداز میں فٹن سے اترا اور اس کے ساتھ ہی لوگ پیچھے ہٹ گئے۔

"کیا بک بک کر رہا تھا رے کمینے" وہ غرایا۔

ولی بزدل تو تھا نہیں جو اس کے قدموں میں گر جاتا اور گڑگڑا گڑگڑا کر جان کی امان مانگنے لگتا۔

"جی کچھ نہیں — میں تو آپ کے اقبال میں بلندی کی دعا مانگ رہا تھا، نواب صاحب! خدا سے التجا کر رہا تھا کہ سورج نکلے اور راستے کا سارا کیچڑ سوکھ جائے تاکہ آپ کو شہر جانے آنے میں زحمت نہ ہو"

بھولے بھالے بچے کھلکھلا کر ہنسنے لگے لیکن ان کی ماؤں نے فوراً ان کے منھ پر ہاتھ رکھ دئے۔ نواب نے غضبناک نظروں سے مجمع کو دیکھا اور پھر اس بیباک مزدور سے مخاطب ہو کر کہنے لگا۔

Donated By
Dr. RAI BAHADUR GOUR

www.taemeernews.com

"اچھا! ــــــ اور کیا کیا مانگا تو نے خدا سے؟"

"میں نے دعا کی کہ وہ آپ کو صحت و تندرستی کے ساتھ ہزاروں برس سلامت رکھے اور ہم جیسے گنہگاروں کو ہمیشہ آپ کی عظمت و جلال کے سایہ میں زندہ رہنا نصیب فرمائے! ــــــ اجازت ہو تو اور کچھ عرض کروں؟"

"بند کر اپنی بیہودہ بکواس!" ــــــ حاجی تحکمانہ انداز میں چلایا "ــــ دیکھتا نہیں نواب صاحب سفر سے تھک گئے ہیں اور انھیں آرام کی ضرورت ہے۔ یہ بے تکی باتیں بعد میں بھی ہو سکتی ہیں" ــــــ

اس نے ولی کا گریبان پکڑ لیا تاکہ اس کو خوب جھنجوڑ جھنجوڑ کر اس کی گستاخی کا مزہ چکھائے لیکن ولی نے بڑے ہی اطمینان سے حاجی کا ہاتھ جھٹک دیا اور کہنے لگا۔

"سب کو معلوم ہے، حاجی! کہ میں فضول باتیں کرنے کا عادی نہیں ہوں لیکن جب واقعی ضرورت ہو تو کسی کی ماں نہیں جنی کہ وہ مجھے گورنر کے سامنے تک کہنے سے روک سکے"

"حضور! اس بے غیرت کھیت مزدور کو نہ عقل ہے، نہ شرم ــــ" حاجی نے خوشامدانہ انداز میں مسکراتے ہوئے نواب سے معذرت کی ــــــ "میں آپ کے آگے ہاتھ جوڑتا ہوں، مالک! آپ اس بدزبان کی باتوں پر دھیان نہ دیں" اس نے نہایت کی آنکھیں بچا کر ولی کو گھونسا دکھایا لیکن ولی ایسی ڈھاکوں میں کب آنے والا تھا؟

"نہیں۔ نواب صاحب! آپ مجھے ایک سوال پوچھنے کی اجازت دیجیے بہت ہی اہم سوال ہے"

www.taemeernews.com

"نکالو، اس کو یہاں سے" ـــــ حاجی اپنی نمک حلالی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اُچھل اُچھل کر کہنے لگا ـــــ "نواب صاحب تھک کر نڈھال ہوگئے ہیں ـــ پرے ہٹ جاؤ ـ حضور والا نسب کو راستہ دو ـــ اس کھیت مزدور کے بچے کو یہاں سے لات مار کر نکال دو ـــ"

ہجوم میں غصّہ کی لہر دوڑ گئی ـ

"ارے ڈھیل! تیری طرح کھیت مزدور بھی خدا ہی کی مخلوق ہے۔"

"کیا کھیت مزدور انسان نہیں ہوتا؟"

"اس کو کہنے دو ـــ تم منع کرنے والے کون؟" ـــ

فضا میں ایک ساتھ کئی بھیری ہوئی آوازیں گونج اُٹھیں ـ

حاجی اپنی حدود سے بہت آگے بڑھ گیا تھا لیکن اب فرعونیت کے دن بیت گئے تھے ـ نواب نے موقع کی نزاکت بھانپ لی اور خیر اسی میں سمجھی کہ خود بیچ بچاؤ کرے تاکہ صورتِ حال اور زیادہ بگڑنے نہ پائے ـ اس نے ہاتھ اُٹھا کر لوگوں کو خاموش ہو جانے کا اشارہ کیا اور ولی کی طرف دیکھے بغیر کہنے لگا ـ

"کیا پوچھنا ہے تجھے؟"

"عالی جاہ! سوا سو برس سلامت رہیں" ـــــ ولی نے کہنا شروع کیا ـ

"میں صرف یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا ظلم کا گھر زندہ ڈھا دیا جائے گا اور اس کی جگہ حضور اپنا اُونچی اُونچی چھت اور شہ نشین والا عالی شان محل تعمیر کریں گے؟"

نواب کی پیشانی پر بل پڑ گئے اور غصّہ سے اس کی کالی کالی گھنی مونچھیں کانپنے لگیں، اس نے ایک جھٹکے کے ساتھ چرمی کوڑا بلند کیا لیکن ولی یوں ہی

www.taemeernews.com

بے خوف و خطر اپنی جگہ ڈٹا رہا۔ اس کے ہونٹوں پر ایک تلخ مسکراہٹ کھیل رہی تھی۔ نواب نے جانے کیا سوچ کر کوڑے کو نیچے کر لیا اور اس سے اپنی جوتی کے اوپر کا کیچڑ صاف کرنے لگا۔

"کاظم کے جھونپڑے کے کھنڈر ہی نہیں، یہ سارے کا سارا گاؤں ـــ خدا کی لعنت ہو اس پر ـــ میں اس شخص کو فروخت کر دوں گا۔ وہ رہا تمہارا اور میرا مہمان ـــ" شہباز نے کوڑے سے اپنی فتن کی طرف اشارہ کرتے ہوئے خباثت آمیز مسرت کے ساتھ کہا۔

لوگوں پر ایک سکتہ سا چھا گیا اور بیک وقت سب کی نظریں فتن کی طرف اُٹھ گئیں جس کے ایک کونے میں لمبا کوٹ اور اونچی ٹوپی پہنے، چوخانے دار شال اوڑھے ہوئے ایک شخص دبکا بیٹھا تھا اور کسانوں کو مسکرا مسکرا کر مکار نظروں سے گھور رہا تھا۔

"خیر منا و اپنی ـــ تم نوابوں جاگیرداروں اور تاجروں کے بُرے دن آ گئے ـــ" ولی نے ایک ٹھنڈی سانس لی اور مجمع کو چیرتا ہوا وہاں سے چلا گیا۔

(۲)

موسم بہار کے بادلوں نے میوے کے باغوں، اناج کے کھیتوں اور سبزہ زاروں کو نہلا دُھلا کر تر و تازہ کر دیا تھا اور خود مست ہاتھیوں کی طرح اٹھلاتے ہوئے تیزی سے جنوب کی طرف چلے گئے تھے۔ گاؤں اور باغوں میں بے برگ و بار سیب کے درختوں پر ایک گہری خاکستری دھند چھائی ہوئی تھی خود کسانوں کو بھی جو بہار کی آمد آمد پر صبح سے شام تک کھیتوں میں جتے رہتے ہیں پتہ نہیں چلتا تھا کہ دن کب ختم ہوا اور رات کب شروع ہوئی۔

www.taemeernews.com

لیکن پری خالہ کی نظریں ہر چیز کو دیکھتی تھیں۔ ہر چیز کو محسوس کرتی تھیں ان کا اپنا کوئی گھر نہیں تھا۔ کوئی باغ نہیں تھا۔ کوئی گائے نہیں تھی۔ جاڑا ہو یا بہار ـــــ دو دن بھر اپنے دولت مند پڑوسیوں کے لئے جان توڑ محنت کرتیں دوسروں کے کھیتوں میں کام کاج کرتیں اور سرِ شام گاؤں کے ایک کونے میں جاکر زمین پر بیٹھ جاتیں اور گھٹنوں پر سر جھکا کر خیالات کی دُنیا میں گم ہو جاتیں۔ کئی برسوں سے یہی ان کی زندگی کا معمول بن گیا تھا۔

کالے ساٹین کا پُرانا پیوند لگا ہوا پاجامہ کہنیوں کے پاس سے پھٹا ہوا میلا کچیلا کرتا، کالے کالے پاؤں جو گرمی ہو یا سردی، ننگے سر پھرنے سے تڑق گئے تھے۔ ایک ہی نظر میں پری خالہ کی غریبی اور افلاس کا اندازہ لگایا جا سکتا تھا۔

اب احتیاج ہی ان کا اوڑھنا بچھونا بن گئی تھی اور اس وسیع و عریض دُنیا میں نے دے کر غربت ہی ان کی ایک جانی دوست رہ گئی تھی۔ بدبختی ہی ان کی قسمت اور دکھ درد ہی ان کے دن رات کے ساتھی تھے۔

لیکن پری خالہ کی سج دھج میں ایک فطری متانت اور ایک ملکوتی وقار تھا۔ ان کے خد و خال کا بانکپن ابھی زائل نہیں ہوا تھا۔ آنکھوں میں خیال و فکر کی ایک تیز چمک تھی۔ کالی اوڑھنی کے نیچے چھپی ہوئی ان کی چوٹیوں نے جو وقت سے پہلے ہی سفید ہو گئی تھیں، ان کے جمال کو پُرشکوہ بنا دیا تھا۔ وہ اتنی لاچار اور بے بس نہیں تھیں بلکہ ان میں اپنی آن بان اور عزت و حرمت کو ہمیشہ برقرار رکھنے کی طاقت تھی۔

کبھی انھوں نے بھی اچھے دن دیکھے تھے۔ کبھی ان کے آنگن میں بھی خوشیاں ناچا کرتی تھیں۔ ان کا اپنا گھر تھا۔ چاہنے والے ماں باپ تھے۔ کتنی محبت سے انھوں نے ان کو پالا پوسا تھا۔ نہ دن کو دن سمجھا، نہ رات کو رات ـــــ شوہر بھی

www.taemeernews.com

ملا تو کیسا ناز برداری کرنے والا۔ کتنا جیوٹ اور بانکا سجیلا ـــــ آنکھوں میں خلوص کی غازیانہ چمک۔ چہرے پر ذمہ داریوں کا بار گراں اٹھانے کا عزم۔ اور اولاد بھی کتنی معصوم، کتنی اطاعت گزار اور سعادت مند ـــــ ماں کے ہر حکم کی تعمیل کے لئے تیار ـــــ کیا زمانہ تھا ـــــ کیا دن تھے وہ بھی ـــــ

جب وہ چھوٹی سی بچی تھیں تو ایک دن ان کے باپ نے ان کو بتایا تھا کہ "سات ندیوں پار، سات پہاڑوں کے بیچوں بیچ، سات جادوئی کنڈلوں کے اندر ایک مکار اور چالاک مگر بڑی ہی شیریں زباں بوڑھی جادوگرنی رہتی ہے۔ اس کا عجیب و غریب نام ہے ـــــ "وقت" ـــــ وہ دن رات بس سوت کاتتی اور انسانوں کی قسمت کے دھاگے بنتی رہتی ہے۔ جب دھاگہ تیار ہو جاتا ہے تو اس کے گچھے بنا کر وادی میں پھینک دیتی ہے اور تیز ہوائیں ان گچھوں کو تمام سمتوں میں بکھیر دیتی ہیں۔ دھاگے تار تار ہو جاتے ہیں۔ کچھ ٹکڑے جنگلی گلابوں کے کانٹوں میں پھنس جاتے ہیں۔ کچھ پہاڑوں کی چٹانوں میں اڑ جاتے ہیں اور کچھ دریاؤں میں گر کر ان کے تیز دھاروں میں بہہ جاتے ہیں۔ بعض دفعہ تو خود دیوانی جادوگرنی، انسانوں کی قسمت کے دھاگوں کو الجھا دیتی ہے۔ ان گچھوں کو بھینچ بھینچ کر ایک دوسرے سے ٹکراتی ہے اور پھر انھیں ٹکڑے ٹکڑے کر کے ہوا میں پھینک دیتی ہے۔ اس لئے دنیا میں یہ ساری پریشانیاں، الجھنیں، افراتفری رنج و غم اور مصیبتیں پائی جاتی ہیں۔ اسی لئے غریبوں اور بدبختوں کی آنکھوں سے ہر وقت آنسوؤں کے دریا بہتے رہتے ہیں ـــ ایک ہمیشہ مصیبتوں میں مبتلا رہتا ہے اور دوسرا عیش و آرام کے جھولے میں جھولتا ہے۔ ایک بیماری سے سوکھ کر کانٹا بن جاتا ہے لیکن اس کا دشمن موٹا تازہ اور مالدار ہوتا جاتا ہے۔ ایک اپنا سر چھپانے کے ٹھکانے تک سے محروم ہو جاتا ہے لیکن اس کا ظالم اور

www.taemeernews.com

بدکار مگر خوش قسمت پڑوسی موج اڑاتا پھرتا ہے۔ یہ سب اسی خبیث جادوگرنی کی کارستانیاں ہیں کیوں کہ انسان کی قسمت کے سارے تار اس کی ٹیڑھی بنگی اور ترچھی انگلیوں میں ہیں۔ انسان زندگی میں ترقی کرنے اور اپنے لئے دنیا میں ایک اچھی جگہ بنانے کی جدوجہد کرتا ہے لیکن وہ اس کی قسمت کے دھاگوں کو الجھا دیتی ہے اور اس کو اپنے بال بچوں کے ساتھ دائمی غربت و افلاس کے ایسے تاریک غار میں ڈھکیل دیتی ہے جہاں ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہیں دیتا ــــ سب لوگوں کو اس جادوگرنی کی بدباطنی اور بغض و عداوت کے سامنے سر تسلیم خم کر دینا چاہیئے جس کا نام وقت ہے۔ لیکن آج تک کوئی ایسا سورما پیدا نہیں ہوا جو کھلم کھلا اس کو للکارے یا اس کا یکا و تنہا مقابلہ کرے اور بنی آدم کو دائمی مصائب و آلام سے نجات دلانے کے لئے اپنی جان تک کی بازی لگا دے۔"

آج گاؤں سے آنے کے بعد پری خالہ بہت دیر سے یہاں بیٹھی ٹکٹکی باندھے ایک باغ اور مکان کو دیکھے جا رہی تھیں۔ وہ اس وقت اپنے خیالات میں اتنی محو تھیں کہ ایک سرخ بچھڑا مندے سے الگ ہو کر گیہوں کے ایک لہلہاتے کھیت میں گھس گیا اور ان کو پتہ تک نہیں چلا۔ ان کی نگاہوں کے سامنے پچھواڑے کی دیوار تھی جس کی ایک زمانے سے داغدوزی نہیں ہوئی تھی۔ بارش میں اس دیوار کا ایک حصہ منہدم ہو گیا تھا۔

"کیوں نہ ہو؟" ــــ وہ دل ہی دل میں باتیں کرنے لگیں ــــ "دو سال تک کسی دیوار کی داغدوزی نہ کی جائے تو وہ یقیناً گرنے لگتی ہے۔ چھپر میں بھی شگاف پڑ گیا ہے۔ ہوا اور بارش اس کو بھی بڑا کر دے گی ــــ اور یہ باغ!" اس کی ویرانی کا عالم دیکھ کر تو پری خالہ تڑپ اٹھیں۔ ایک زمانے سے

www.taemeernews.com

درختوں کو کسی نے پانی تک نہیں دیا، کسی نے جڑوں کے اطراف کھودا بھی نہیں، سوکھی ڈالیاں تک نہیں تراشیں"۔۔۔ باغ کے پیڑ بھی پری خالہ کی طرح وقت سے پہلے ہی بوڑھے ہو گئے تھے۔ سیب کے سوکھے درخت کھڑکھڑا رہے تھے جیسے کہ وہ سسکیاں لے لے کر کہہ رہے ہوں ۔۔۔ "ہمارے رکھوالو!۔۔۔ ہمیں چھوڑ کر تم کہاں چلے گئے؟ اب تو لوٹ آؤ!"۔۔۔ شائد پری خالہ نے ان کی فریاد سن لی ۔۔۔ ان کا دل بھر آیا اور آنکھیں جن میں ابھی ابھی آنسو کی ایک چمک لہریں مار رہی تھی۔ ، یکا یک بجھ گئیں جیسے کہ دل کی اتھاہ گہرائیوں سے اٹھتی ہوئی غم کی دھند نے ان پر یاس کی ایک دبیز چادر تان دی ہو۔ ان کے دھوپ میں جھلسے ہوئے رخساروں کی جھریوں پر آہستہ آہستہ آنسو ڈھلکنے لگے۔

"اے پری خالہ ۔۔۔ اٹھئے۔ آنکھیں کھولئے!"۔۔۔ فضا میں ایک جانی پہچانی آواز گونجی ۔۔۔ "بچھڑا نواب کا کھیت چر جائے گا"۔۔۔

یہ بیباک اور زندہ دل ولی تھا جو کئی دنوں کا فاقہ ہی کیوں نہ ہو، ہمیشہ ہنستا بولتا رہتا۔ اس مست قلندر کو تو اس بدمعاش جادوگرنی کا مذاق اڑانے میں بھی کوئی جھجک محسوس نہ ہوتی تھی جو لوگوں کی قسمتوں کے تار و پود بکھیرتی رہتی ہے۔

"کیا ہو گیا ہے آپ کو، پری خالہ!" اس نے بلند آواز سے کہا ۔۔۔

"ادھر دیکھئے! ذرا مسکرائے تو سہی!"

لیکن پری خالہ نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ پتھر کی مورتی کی طرح بے حس و حرکت اور گم سم بیٹھی تھیں۔ ولی ان کے قریب آ گیا۔ پری خالہ کی اداس آنکھوں سے آنسوؤں کے دریا بہہ رہے تھے اور ان کی نظریں ویران باغ میں کھڑے ہوئے بوسیدہ گھروندے پر جمی ہوئی تھیں۔ ولی سب کچھ سمجھ گیا۔

"کیا لعنتی زمانہ آ گیا ہے"۔۔۔ اس نے پری خالہ کو جھنجوڑ کر سیدھا

www.taemeernews.com

بٹھا دیا اور خود لاٹھی گھما گھما کر زور زور سے آوازیں نکالتا ہوا بچھڑے کو بھگانے کے لئے نواب کے کھیت کی طرف دوڑ پڑا۔

باغ میں ایک اونچا سیب کا درخت یوں سر اٹھائے کھڑا تھا جیسے کہ وہ پُرشوق اور محبت بھری نگاہوں سے پری خالہ کو گھور رہا ہو۔ یہی شاخ دار درخت گرمیوں میں گھر کے دروازے پر ٹھنڈا سایہ نچھاور کرتا اور سردیوں میں اس کو چبھتی ہوئی ہواؤں سے بچاتا تھا۔

اس چھوٹے سے باغ کی کہانی، اسی درخت سے شروع ہوتی تھی۔ پری خالہ کے شوہر کاظم نے شادی کے بعد پہلے دن اپنے ہاتھوں سے یہ درخت لگایا تھا اور پری خالہ روز قریب کے نالے سے پانی لا لا کر اس کو سینچا کرتی تھیں یوں دونوں نے مل کر اس درخت کو تنا ور بنایا —— دن کو دوپہر اور رات کو چاندنی میں، پری خالہ اور کاظم اسی درخت کی گھنی شاخوں تلے بیٹھتے۔ پری خالہ اپنا سکھ دکھ کاظم کو سناتیں اور کاظم اپنی زندگی کے واقعات بیان کرتا۔ اسی سیب کی میٹھی چھاؤں میں دونوں زندگی کی آزمائشوں کے گرد و غبار اور محبت کے تسکین بخش نور سے روشناس ہوئے۔ اسی کے پتوں کی تال پر پری خالہ نے اپنے بچوں کو لوریاں سنائیں —— یہ دو دریچوں والا گھر، یہ سرسبز و شاداب درختوں سے جھومتا ہوا باغ —— یہ آرزوؤں اور ارمانوں کا چھوٹا سا آشیانہ۔ جو انھوں نے ان کے شوہر اور بچوں نے کئی برسوں تک تنکا تنکا جوڑ کر بنایا تھا۔ طوفان کے ایک ہی تھپیڑے میں بہہ گیا۔ پری خالہ اپنا ہی کیا اپنے پہلے بچے کا نام تک بھول جا سکتی تھیں لیکن وہ منحوس شام —— جو ان کی زندگی میں تاریکیاں ہی تاریکیاں لے کر آئی؟

ربیع کا موسم تھا۔ کاظم کھیت کو سینچنے کے بعد گھر واپس آ گیا تھا۔ اس

www.taemeernews.com

کا بیٹا ناظم بھی اپنے دوست چرواہوں کے ساتھ مویشیوں کو چراگاہ سے لا چکا تھا اور اب گھر میں کمر سیدھی کرتے لیٹا تھا۔ آج ان کی ۱۰ سالہ بچی طیبلی بھی جو پیدائش ہی سے بیمار رہا کرتی تھی، خلافِ معمول ہشاش بشاش نظر آرہی تھی اور کچھ معصومانہ شرارتیں بھی کر رہی تھی۔ اس شام سب ہی کو خوش دیکھ کر پری خالہ کا دل پھولوں نہیں سما رہا تھا ۔ وہ گھر سے باغ اور باغ سے گھر میں یوں دوڑ دوڑ کر کام کر رہی تھیں جیسے کہ ان کے ہاتھ پاؤں میں بجلی کی روسرائت کر گئی ہو ــــ

شام بڑی پر کیف اور سہانی تھی۔ سبھوں نے مل کر رات کا کھانا اسی سیب کے درخت کے نیچے کھایا۔ پری خالہ نے جلدی جلدی سماوار سلگایا اور برتن دھونے کے لئے جمع کرنے لگیں۔ اچانک نواب شہباز، دو چوبداروں کے ساتھ اندر آیا۔ اس کو دیکھتے ہی کاظم اور ناظم ہڑبڑا کر کھڑے ہو گئے اور جھک جھک کر سلام کرنے لگے۔ پری خالہ نے فوراً منھ پر نقاب ڈال لی اور کچھ دور ہٹ کر کھڑی ہو گئیں۔

"تشریف رکھئے، آقا! ــــ غریب کے جھونپڑے کی قسمت جاگی کہ بندہ پرور چلے آئے۔ چائے نوش فرمائیے!" ــــ

کاظم اور ناظم نے بڑے ہی مودبانہ انداز میں شہباز سے التجا کی لیکن شہباز بیٹھا نہیں اور یوں ہی کھڑے کھڑے کاظم کو اپنے پاس بلا کر دبی آواز میں اس سے کچھ کہنے لگا۔ پری خالہ نے اس کی بات تو نہیں سنی لیکن انھوں نے نقاب میں سے دیکھا کہ ان کا شوہر یکایک چونک کر پیچھے ہٹ گیا۔

"نہیں، نہیں، مالک! ــــ ایسا ظلم نہ کیجئے" ــــ کاظم کانپتی

www.taemeernews.com

ہوئی آواز میں گڑگڑانے لگا ــــــ "میں عمر بھر آپ کی اور آپ کے بال بچوں کی غلامی کر لوں گا۔ میرے حال پر رحم فرمائیے" ــــ

"لیکن اس میں تیرا جاتا ہی کیا ہے؟" ــ شہباز نے غصیلی آواز میں کہا "میں تجھے اتنی ہی زمین دے دوں گا۔ وہاں جھونپڑی ڈال لینا۔ باغ لگا تے سکے لیئے بھی میں تیری مدد کروں گا ــــ لیکن یہ بات کان کھول کر سن لے کہ یہ جگہ مجھے پسند آ گئی ہے اور میں یہاں ایک نیا مکان بنانا چاہتا ہوں۔ بہت بڑا مکان جس کی چھت اونچی ہوگی۔ شہ نشین ہوں گے سمجھا؟"

"مر جاؤں گا لیکن یہ، دا تو ہرگز نہیں کروں گا" ــ کاظم بھی نواب پر عاجزی اور منت کا کوئی اثر نہ ہوتا دیکھ کر اڑ گیا۔

"لاتوں کے بھوت باتوں سے نہیں مانتے" ــ شہباز نے حقارت آمیز لہجے میں کہا اور اس کے نوکر خوشامدانہ انداز میں کھلکھلا پڑے ــــ دیکھتا ہوں کہ کیسے راضی نہیں ہوتا۔ ابھی تو یہ زمین میری ہی ہے۔ اس پر تو نے جو قرض لیا تھا وہ اب تک ادا نہیں ہوا ــــ ہماری بلی، ہمارے ہی سے میاؤں! ــــ حقیقت بھول گیا اپنی! ــ سودا نہیں کرے گا! میری زمین کا۔

"یہ سراسر جھوٹ ہے! ــ ناظم نے جواب تک بالکل خاموش کھڑا تھا، بلند آواز سے کہا۔ "ہم نے تو مدت ہوئی آپ کا قرض چکا دیا"

"کیا کہا تو نے، بالشویک کتے؟" شہباز غصے سے لال بھبوکا ہو کر چلایا "زبان درازی کرتا ہے؟ تو سمجھتا ہے کہ میں بہرہ ہوں مجھے کسی بات کی خبر نہیں ہوتی ــــ میں سب کچھ جانتا ہوں ــــ مجھے اچھی طرح معلوم ہے کہ تو چرواہوں کے ساتھ کیا کیا باتیں کرتا ہے؟" ــ

ناظم کا چہرہ پیلا پڑ گیا لیکن اس نے نظریں نیچے نہیں کیں۔

www.taemeernews.com

میں بھی جانتا ہوں، نواب صاحب، کہ آپ کے نوکروں کے کان بڑے تیز ہیں ــــ" اس نے شہباز کی نفرت اُگلتی ہوئی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر طنزیہ انداز میں کہا

کاظم نے اپنے لڑکے کو فوراً ٹوک دیا۔ وہ جانتا تھا کہ تانت کو اتنا ہی کھینچنا چاہیئے جتنی کہ اس میں لچک ہے ورنہ وہ چٹخ کر ٹوٹ جائے گی۔

"خاموش رہ، بیٹا۔ خاموش رہ! ــــ نواب صاحب ہمارے آقا ہیں ہمارے والی ہیں۔ تو تو کدھر، عمر میں وہ مجھ سے بھی بڑے ہیں سمجھا۔ بزرگوں کے سامنے زبان نہیں کھولتے بیٹا! ــــ خاموش ہو جا ــــ"

"اولاد کی تربیت کا وقت گزر گیا، کاظم!" ــــ شہباز نے دھمکی آمیز لہجے میں کہا اور غصہ میں بھرا ہوا، وہاں سے چلا گیا۔

اس کے کچھ ہی دنوں بعد ناظم کو گرفتار کر لیا گیا اور پھر اس گھرانے پر ایک کے بعد ایک مصیبت نازل ہونے لگی۔ بیچارے کاظم کو تفتیش کے لئے بار بار پولیس اور وکیل سرکار طلب کرتے۔ اقتدار کے نشے میں چور، مغرور عہدیدار اس کے گھر آتے اور جائیداد کی سرکاری دستاویزیں دکھانے کا حکم دیتے۔ بعض کا غذات ملے، بعض نہیں ــــ اور ملتے بھی کیوں کر؟ ان دنوں گاؤں میں زیادہ تر معاملے لکھائی پڑھائی کے بغیر محض ایک دوسرے کے بھروسے کی بنیاد پر طے کر لئے جاتے تھے۔

ابھی یہ اتھل پتھل جاری ہی تھی کہ ایک گھوڑ سوار آیا اور کاظم کو اپنے ساتھ قصبہ لے کر چلا گیا۔ اس کے بعد نواب کے نوکروں نے گھر میں گھس کر پرکھے خالہ اور ان کی بچی طیلی کو باہر نکال دیا۔ پھر چند دنوں بعد

www.taemeernews.com

گاؤں میں کاظم کی موت کی خبر آئی۔ مشہور تو یہ کیا گیا کہ جیل میں اچانک دل بند ہو جانے سے کاظم مر گیا لیکن لوگوں کو یقین کی حد تک یہ گمان تھا کہ کاظم کو مار مار کر ہلاک کیا گیا ہے۔ ابھی یہ صدمہ تازہ ہی تھا کہ پری خالہ کی گود اجڑ گئی اور ان کی نظروں کے سامنے طیلی نے یوں سسک سسک کر دم توڑ دیا جیسے کہ ہوا کے جھونکوں کی تاب نہ لاکر شمع کی تھرتھراتی لو یکایک بجھ جاتی ہے۔

اب زندگی کی پُرپیچ اور سنسان راہوں میں پری خالہ یکا و تنہا رہ گئیں۔ نہ حلق بھگانے کا کوئی ذریعہ، نہ سر چھپانے کا کوئی ٹھکانہ ——— اوپر حدِ نظر تک خزاں کا تپتا ہوا آسمان اور نیچے چاروں طرف کانٹوں بھری زمین ——— اللہ کے اتنے سارے بندوں میں کوئی ان کا ہمدرد نہیں ——— کوئی ان کا غمگسار نہیں ——————— جس کو دیکھو نواب ولی کے قہر و غضب سے ڈرا ہوا کسی میں اتنی ہمت نہیں کہ اس دکھیاری کو سہارا دے لیکن یہ کھیت مزدور ولی ہی تھا جس نے پری خالہ کو پناہ دی اور اپنی جھونپڑی میں لے آیا۔

پری خالہ پیٹ پالنے کے لئے محنت مزدوری کرنے لگیں کبھی کسی کے نگلے کی رکھوالی کرتیں، کبھی کسی کے جانوروں کا سائبان صاف کرتیں، کبھی کسی کے باغوں میں گڑھے کھودتیں۔

ولی نواب کے کھیت سے بچھڑے کو بھگا کر واپس آیا اور پری خالہ کے نزدیک ہی گھاس پر بیٹھ گیا۔ اس نے پیوند لگی ہوئی جھولی سے جَو کی روٹی اور دو ابلے ہوئے انڈے نکالے اور اپنے چوڑے چکلے کھردرے ہاتھوں

www.taemeernews.com

سے روٹی کو توڑا۔

"انکار نہ کیجئے، پری خالہ! تھوڑا سا کھا لیجئے ـــ آپ کو طاقت کی ضرورت ہے۔" اس نے روٹی کا ایک ٹکڑا اور ایک اُبلا ہوا انڈا پری خالہ کو دیتے ہوئے کہا۔ "اس دُنیا میں بُرائی کا انجام بُرا ہی ہوگا۔ آپ مانیں یا نہ مانیں، پری خالہ! مگر یہ میرا ایمان ہے۔ آپ پر ظلم کرنے والے بچیں گے نہیں۔ انھیں ایک نہ ایک دن اپنی کرنی کی سزا ضرور ملے گی" ـــ

ولی ایک سعادت مند بیٹے کی طرح پری خالہ کی خبر گیری کیا کرتا تھا۔ اس نے اصرار کر کر کے انھیں روٹی کھلائی۔

"نا اُمید نہ ہو ئیے پری خالہ! دیگ پر مضبوطی سے سرپوش ڈھانک دیا گیا ہے تو کیا ہوا، بھانپ تو باہر نکلنے لگی ہے۔ ہمارے دن ضرور پلٹیں گے اور ان آقاؤں کو پیتے ہوئے میدانوں میں بھگا دیا جائے گا" ـــ

"کونسے آقا؟" پری خالہ نے اپنے گھروندے اور باغ سے نظریں ہٹائیں اور نوجوان کھیت مزدور کو حیرت سے گھورتے ہوئے پوچھا۔

"اور کون ہو سکتا ہے؟" ـــ ولی نے جواب دیا ـــ "یہی نواب شہباز اور سلطانوف جیسے بھیڑ کی کھال میں چھپے ہوئے بھیڑیئے"۔

"میں کیا جانوں، بیٹا!" ـــ پری خالہ نے ایک ٹھنڈی آہ بھری ـــ "مجھے تو بس اتنا معلوم ہے کہ اللہ دُنیا کی حالت سے بے خبر نہیں ہے۔ وہ سب کچھ جانتا ہے شیطان کے مکر و فریب کے سنہرے مندر کو گرنا چاہیئے چیونٹی کی موت قریب آتی ہے تو اس کے پر پھوٹتے ہیں اور ہمارے آقاؤں ـــ ان نوابوں، جاگیرداروں کو بھی پَر اور زہریلے سینگ نکل آئے ہیں لیکن بیٹا! جب میں لوگوں کی مصیبتوں کو دیکھتی ہوں تو بس دنگ رہ جاتی ہوں۔ یہ قسمت کے کھیل بھی

www.taemeernews.com

کتنے نرالے ہوتے ہیں۔ ایک پکے مومن کو بلندی پر لے جا کر اتھاہ کھائیوں میں پھینک دیتی ہے۔ تم اس دغاباز قسمت کو کیسے زیر کر سکتے ہو؟ کیسے جان سکتے ہو کہ کل کیا ہوگا؟ میں تو سمجھتی ہوں کہ اس نواب شہباز سے کوئی ٹکر نہیں لے سکے گا۔"

"ارے — پری خالہ! مضبوط سے مضبوط پیڑ بھی کاٹ دئے جاتے ہیں — لینن — آپ نے لینن کا نام سنا ہے؟ انھوں نے سارے روس کی کایا پلیٹ دی ہے اور آج پتہ وگراڈ میں مزدوروں اور کسانوں کی حکومت ہے — سوویت اقتدار!" — ولی نے انتہائی جذباتی آواز میں کہا۔ "ان نوابوں اور جاگیرداروں کو تو لینن کا نام سنتے ہی سر سے پیر تک ٹھنڈے پسینے چھوٹنے لگتے ہیں۔ پہاڑوں کے اس پار ہمارے داغستانی بھائیوں نے لینن کا پرچم بلند کر دیا ہے۔ آج نہیں تو کل باکو کے تیل مزدور بھی یہی راستہ اختیار کریں گے — میں جانتا ہوں کہ آپ میری باتوں پر یقین نہیں کریں گی لیکن لینن — ہاں! ہاں! خود لینن ہی آپ کو آپ کا بیٹا، آپ کا گھر، آپ کا باغ، سب کچھ واپس دلائیں گے۔"

ایک دو مرتبہ نہیں۔ سرما کی کئی شامیں ایسی گزریں جب گایوں اور بچھڑوں کی آوازیں گاؤں کی گہری کہر آلود خاموشی کو توڑ رہی ہوتیں تو وہ پری خالہ کے بازو بیٹھا ہوا، اپنی پوری لسانی قوت سے انھیں لینن کی باتیں سنایا کرتا۔ یوں معلوم ہوتا تھا جیسے کہ یہ کھیت مزدور، یہ کھاد کے گڑھے کھودنے والا جس نے بھیڑوں کی کیچڑ میں لت پت دموں کے سوا اور کچھ نہ دیکھا ہو، بلا کی تیز نظر رکھتا ہے۔ ایسی تیز نظر جو خدا کے اس بھلائے ہوئے گاؤں سے دیکھ سکتی ہے کہ دنیا میں کیا ہو رہا ہے۔ شائد اللہ نے ولی کو دنیا میں محض اس لئے بھیجا تھا کہ

www.taemeernews.com

وہ مصیبتوں کے زمانے میں پری خالہ کا سہارا اور مددگار رہے۔ ان کے دل میں حوصلے اور اُمید کی شمع جلائے رکھے ـــــ پری خالہ بھی اس بے غرض محسن کی بے حد ممنون تھیں اور دن رات اپنے دل کی گہرائیوں سے دُعائیں کرتی رہتیں کہ خدا اس نوجوان کھیت مزدور کی عمر دراز کرے۔ اس کو ہمیشہ خوش و خرم رکھے۔

"بھلا میں تمہاری باتوں پر کیوں یقین نہ کروں گی؟ برابر یقین کرتی ہوں۔ ارے بیٹا! میں تو سمجھتی ہوں کہ خود خدا بھی تمہاری زبان سے یہ خوشخبری سُن کر خوش ہوا ہوگا ـــــ" پری خالہ نے کہا لیکن ان کی آواز میں یقین کی قوت اور پختگی نہیں تھی ـــــ انھوں نے اپنی گفتگو جاری رکھی۔

"پھر بھی ایک بات ہے بیٹا! میں دیکھتی ہوں کہ ایسے ہی لوگ لینن کی باتیں کرتے ہیں جن کے پاس چراغ کا تیل تک خریدنے کے لئے پھوٹی کوڑی نہیں ہے۔ لینن وہ طاقت اور وسائل کہاں سے لائیں گے جو سارے غریبوں کا پیٹ بھر سکیں۔ سارے دُکھیوں میں سُکھ بانٹ سکیں۔ اللہ تعالیٰ انھیں طاقت اور ہمت عطا فرمائے اور اس کمینی جادوگرنی کے مکر اور دشمنی سے محفوظ رکھے جو انسانوں کی قسمتوں کو اُلجھاتی رہتی ہے ـــــ بہرحال جب بھی تم لینن کا ذکر کرتے ہو تو میرے دل میں ایک روشنی سی چمک اُٹھتی ہے۔ ایک اُجالا سا ہو جاتا ہے۔"

پری خالہ کھڑی ہوگئیں اور تیزی سے گیہوں کے کھیت کی طرف چل پڑیں جس میں بچھڑا گھس گیا تھا۔

(۳)

اس دن کے بعد نہ تو نواب شہباز گاؤں آیا اور نہ اس ٹھینگنے تاجر کی صورت دکھائی دی جو فراک کوٹ اور اُونچی ٹوپی پہنے فٹن میں دبکا بیٹھا تھا۔

www.taemeernews.com

گاؤں سے ان کی روانگی کے بعد کھیت مزدور ولی اور وہاں کے چرواہے بھی ایک رات اچانک کہیں چلے گئے۔ نہ جانے کہاں؟ شائد کسی دوسری جگہ اپنی قسمت آزمائی کے لئے نکل پڑے ہوں! لیکن کس جگہ؟ ایک دن گزر گیا اور دوسرا دن بھی ڈھلنے کو ہے لیکن اب تک ان نوجوانوں کی کوئی خبر نہیں ملی۔ کیا انھیں آسمان کھا گیا یا زمین نگل گئی؟ ——

گاؤں میں پھر ایک مرتبہ متضاد افواہیں اور قیاس آرائیاں شروع ہوگئیں جتنے منھ اتنی باتیں۔ بعض لوگوں کا خیال تھا کہ ولی اور دوسرے چرواہے روزگار کی تلاش میں تیل کے مرکز باکو چلے گئے ہیں۔

"بہت اچھا کیا ان بچوں نے!" —— جعفر چچا نے حامی بھری —— "اس گاؤں میں غریبوں کے لئے رکھا ہی کیا ہے؟ جس کو دیکھو، ہاتھ پھیلائے مانگا ہی کرتا ہے۔ مجھے دو! مجھے دو! لیکن میں نے آج تک کوئی ایسا اللہ کا بندہ نہیں دیکھا جو کہتا ہو کہ لو!" —— کسان ہمیشہ سے بھوکے ہیں۔ ہمیشہ سے غریب اور تباہ حال ہیں۔ اگر آج ہمارے بچے مزدور بن جائیں، تیل مزدور بن جائیں تو تم دیکھ لینا، کچھ نہ کچھ تو ان کا مستقبل سدھر جائے گا" ——

دوسروں کا یقین تھا کہ ولی اور اس کے دوستوں کو گرفتار کر لیا گیا ہے اور اب وہ جیل کی کال کوٹھڑیوں میں سڑ رہے ہیں ——

حاجی گلو جو گاؤں کا ایک معزز اور صائب الرائے شخص سمجھا جاتا تھا، بار بار کہتا —— "دیکھو تو سہی، اس چیتھڑے لگے بدمعاش آوارہ کے بچے نے دن دھاڑے بھرے مجمع میں نواب والاشان کی توہین کی" ——

لیکن حیرت تو اس بات پر تھی کہ پری خالہ یہ ساری گالیاں خاموشی کے ساتھ سنا کریں حالانکہ اس سے پہلے وہ ایسی باتیں سنتیں تو ولی کی

www.taemeernews.com

طرفداری میں کچھ نہ کچھ تو ضرور کہتیں۔ لیکن اس کا مطلب یہ نہیں تھا کہ ان کے دکھی دل میں ہمدردی کی کوئی لہر ــــ کوئی ہوک اُٹھتی ہی نہ ہو بلکہ اس خاموشی کی اصل وجہ یہ تھی کہ گاؤں بھر میں صرف وہی اس راز سے واقف تھیں۔ ولی اور اس کے ساتھی چروا ہے، جب ایک روشن مستقبل کی لڑائی پر جا رہے تھے تو ایک پری خالہ ہی تھیں جنھوں نے ان لوگوں کو گاؤں سے ہزاروں دُعائیں دے کر رُخصت کیا تھا۔

رات دم توڑ رہی تھی۔ ولی نے اپنے چھپر کے دروازے کی کنڈلی لگا کر مٹی کا دَیا روشن کیا۔

"ستارے ڈوب رہے ہیں۔ پری خالہ! اور اب کچھ ہی دیر میں سویرا ہونے والا ہے۔ ہوا کے جھونکے ہمارے کواڑوں کو کھٹکھٹا رہے ہیں۔ اب ہم ہاتھ پر ہاتھ دھرے گھروں میں نہیں بیٹھ سکتے۔ ہمیں جانا چاہیئے اب ہمارے آذربائیجان کی باری ہے۔ فیصلہ کی گھڑی سر پر آ پہنچی، پری خالہ! یا تو ہم انھیں کچل دیں گے یا پھر وہ ہمارا صفایا کر دیں گے۔ اگر میں مر جاؤں تو آپ مجھے بھول نہ جانا، پری خالہ! کبھی کبھی پیار سے یاد کر لینا۔ اور اگر میری کسی بات سے آپ کو تکلیف پہنچی ہو، تو مجھے معاف کر دینا کیوں کہ آپ میری ماں ہیں، پری خالہ! ــــ میری ماں!"ــــ

"اور میں بھی یہی سمجھتی رہی ولی! کہ میرے دو بیٹے ہیں۔ ایک ناظم اور دوسرے تم!"ــــ پری خالہ نے ولی کو رخصت کرتے ہوئے کہا ــــ "خدا حافظ، بیٹا! ــــ اللہ تمہیں کامیاب و کامران کرے"ــــ

"لیکن پری خالہ! کسی سے کچھ نہ کہنا"ــــ

"میں کیوں کہنے چلی، بیٹا! تم اطمینان رکھو، یہ راز اپنے ساتھ قبر

www.taemeernews.com

میں لے جاؤں گی"۔۔۔

ولی نے چراغ بجھا دیا اور ساری جھونپڑی میں گھُپ اندھیرا پھیل گیا۔ دروازے کی چرچراہٹ کی ہلکی سی آواز آئی اور ولی دبے پاؤں جھونپڑی سے نکل گیا۔

پری خالہ ہانپتی کانپتی ولی کے پیچھے دوڑ پڑیں اور قریب پہنچ کر اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ دیا۔

"کیا بات ہے، ماں! ۔۔۔ ولی نے پوچھا

"ماں" کا لفظ سُنتے ہی پری خالہ کا چہرہ پھول کی طرح کھِل اُٹھا ۔۔۔ کتنے زمانے سے کسی نے ان کو ماں کہہ کر نہیں پکارا تھا۔

"میں سب کچھ سمجھتی ہوں، بیٹا! تم لینن کے پاس جارہے ہو نا؟"۔

پری خالہ پھولی ہوئی سانسوں کے ساتھ کہنے لگیں ۔۔۔ "دیکھو! لینن سے کہنا کہ آذربائیجان کے ایک دُور دراز گاؤں الما میک میں میری ماں پری رہتی ہے جس نے آپ کے لئے اپنے دل کی گہرائیوں سے نیک تمنائیں بھیجی ہیں اور کہنا کہ وہ چاروں پہر یہی دُعائیں مانگتی رہتی ہے کہ آپ اس سفاک جادوگرنی کی دشمنی سے محفوظ رہیں جو انسانی قسمت کے دھاگوں کو اُلجھاتی رہتی ہے"۔

یُوں تو ولی کو یہ جواب دینا چاہئے تھا کہ "پری خالہ! میں بھلا لینن سے کیسے مل سکتا ہوں؟"۔۔۔لیکن وہ اُنھیں مایوس نہیں کر سکتا تھا۔ اور پھر یہ ناممکن بھی نہیں تھا کہ کھیت مزدور ولی لینن سے ملے۔

"ضرور، ماں! میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ آپ کا یہ پیغام لینن تک پہنچا دوں گا"۔ ولی نے کپکپاتی ہوئی آواز میں جواب دیا اور سویرے کی تلاش میں، رات کی دُھند میں غائب ہو گیا۔

www.taemeernews.com

دن پر دن گزرتے جا رہے تھے۔ اور روزانہ گاؤں میں بھانت بھانت کی خبریں پہنچ رہی تھیں لیکن اب تک ولی اور ناظم کی کوئی خبر نہیں آئی۔ جانے وہ کہاں ہیں؟ کس حال میں ہیں؟ میری خالہ کو دن رات بس یہی فکر اور یہی غم کھائے جا رہا تھا۔ ان دنوں لوگوں میں ایک ایسا مسرت آگیں جوش و خروش پایا جاتا تھا جیسے کہ وہ کوئی عظیم جشن منانے کی تیاریاں کر رہے ہوں۔ کسانوں کے چہروں پر ایک چمک سی آگئی تھی اور ان کے دل کی دھڑکنیں تیز ہو گئی تھیں۔ ساری فضا میں ایک ایسی ترنگ چھائی ہوئی تھی جیسے کہ پہاڑوں کے دامن سے موسلا دھار بارش میں نہائی ہوئی ہوا کے ٹھنڈے ٹھنڈے جھونکے پہلے پہل گاؤں میں آئے ہوں۔

آخر وہ دن آپہونچا جس کا ایک زمانے سے انتظار تھا۔ پہاڑی پر شعلوں کی طرح لال لال جھنڈے لپکنے لگے۔ اور اس سڑک پر شہسواروں کا ایک دستہ نمودار ہوا جس پر ایک دن نواب شہباز کی فلٹن دکھائی دی تھی۔ دور سے ان کے چہرے پہچانے نہیں جا رہے تھے۔ اس کے باوجود گاؤں بھر میں ایک غل سا مچ گیا۔

"بالشویک آگئے۔ انقلابی مجاہد آگئے۔"

چند ہی لمحوں میں سارا چوک پسینہ میں شرابور گھوڑوں سے بھر گیا۔ ان پر وضع وضع کے لباس پہنے ہوئے مجاہدین بیٹھے ہوئے تھے۔ قمیض، کرتے، چغے، آستین دار صدریاں، لمبے لمبے بوٹ، گھریلو چمڑے کی جوتیاں۔ کہنے کو تو یہ لوگ مسلح تھے لیکن ان کے پاس کافی بندوقیں اور پستول تک نہیں تھے۔ بعض مجاہدوں کی کمروں میں تو ان کے داداؤں کی تلواریں اور کٹاریں لٹکی ہوئی تھیں۔ اس دستے کی قیادت دو نوجوان کر رہے تھے۔ ایک تو وہی زندہ دل اور ہنس مکھ کھیت مزدور ولی تھا اور دوسرا کچھ اجنبی اجنبی سا معلوم ہو رہا تھا۔ درویشوں کی طرح لانبی لانبی زلفیں، خوب صورت اور صاف ستھری داڑھی۔ ان دونوں کے پیچھے اصطبل کا نگران کارندر بے ڈھنگے پن سے گھوڑے پر بیٹھا ہوا تھا۔

پری خالہ انکساری کے ساتھ مجمع میں سب سے پیچھے خاموش کھڑی تھیں

www.taemeernews.com

لیکن لوگوں نے انھیں دیکھتے ہی اپنے آپ راستہ بنا دیا۔ وہ جانتے تھے کہ پری خالہ کے لئے آج کا دن کتنی خوشی اور کتنی اہمیت رکھتا ہے۔

ولی گھوڑے سے کود پڑا اور بے تحاشہ لپک کر پری خالہ سے لپٹ گیا۔ "دیکھا، پری خالہ! میں نہ کہتا تھا؟ آخر آپ کے دن پھر گئے نا! لیکن میں آپ سے معافی چاہتا ہوں کہ میں خود آپ کا پیغام لینن تک پہونچا نہیں سکا۔ اس مرتبہ مجھے ماسکو جانے کا موقع نہیں ملا لیکن میں نے کامریڈ نریمانوف[1] کے ذریعے آپ کی نیک تمنائیں لینن تک پہونچا دیں۔ آپ کو معلوم پری خالہ! لینن بہت خوش ہوئے اور کہا کہ میری طرف سے پری خالہ کا شکریہ ادا کرنا اور کہنا کہ میں بھی ان کی صحت، سلامتی اور خوشی کا متمنی ہوں۔ اور خود لینن ہی نے میرے بھائی، آپ کے بیٹے ناظم سے کہا کہ وہ اپنے گاؤں، اپنے گھر واپس جائے۔"

ولی پری خالہ کو تھامے ہوئے ایک نوجوان کے پاس آیا۔ دبلا پتلا جسم، لانبے لانبے بال، آنکھوں میں راستبازی اور بے باکی کی چمک۔

"پہچانا نہیں اس کو؟ دیکھئے تو یہ کون ہے؟"

"میرے لال! میرے ناظم!" پری خالہ بے ساختہ پکار اٹھیں اور بیٹے کی طرف دونوں ہاتھ پھیلا دیئے۔

ان کا دل وفورِ محبت سے بے قابو ہوگیا۔ اور وہ غش کھا کر گرنے لگیں۔ لیکن ناظم نے جھپٹ کر ان کو اپنے سینے سے لگا لیا۔

---

[1] نریمان نریمانوف۔ (۱۹۲۵ - ۱۸۷۱ء) آذربائیجان کے انقلابی رہنما اور ادیب

www.taemeernews.com

(۴)

جب پری خالہ کو ہوش آیا تو انھوں نے اپنے آپ کو بیٹے کی گود میں نیم دراز پایا۔ گاؤں والوں کا جلسہ ابھی ابھی ختم ہوا تھا جس میں ولی نے بڑی پرجوش تقریر کرتے ہوئے کسانوں کو آواز دی تھی کہ وہ سوویت اقتدار کے جھنڈے تلے متحد ہو جائیں اور اب وہ سرخ پرچم لہرانے کے لئے نواب کی حویلی پر چڑھ رہا تھا۔

چھت پر پہونچنے کے بعد اس نے پرچم کو بڑی عقیدت و احترام کے ساتھ بوسہ دیا اور اس کو ایک کلہاڑی کے دستے سے باندھ کر حویلی پر نصب کر دیا۔ پھر سیدھا کھڑے ہو کر اپنی پوری قوت کے ساتھ نعرہ لگایا۔

"لینن — زندہ باد!" — "سوویت آذربائیجان — پائندہ باد!"

اس کے ساتھ ہی چوک کی فضا — "لینن — زندہ باد —" "مرحبا!" "آفریں —" کے فلک شگاف نعروں سے دہل اٹھی۔

ہوا کے دوش پر سرخ پرچم پوری آب و تاب کے ساتھ لہرا لہرا کر بڑے فخر کے ساتھ ہر دل کو خوشی اور ہر روح کو مسرت بانٹ رہا تھا۔

پری خالہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر چاروں طرف دیکھنے لگیں۔ ان کو اپنی نگاہوں پر یقین نہیں آ رہا تھا لیکن کچھ دیر بعد جب ان کے ہوش و حواس سنبھلے

www.taemeernews.com

تو انھوں نے محسوس کیا کہ وہ کوئی خواب نہیں دیکھ رہی ہیں۔ ان کا بیٹا زندہ ہے اور اس وقت ان کے پاس ہی ہے۔ یکایک وہ اٹھ کر کھڑی ہو گئیں اور بڑے اطمینان سے اپنے گھر کی طرف چل پڑیں۔ ناظم اور ولی چپ چاپ انھیں دیکھتے رہے۔ گھر کے سامنے پہونچ کر وہ رک گئیں اور جھک کر چوکھٹ کی زمین کو چومنے لگیں۔ کل تک اس گھر کے لئے ان کی آنکھوں میں آنسوؤں کے طوفان امڈا کرتے تھے لیکن آج ان میں ایک بھی آنسو نہیں تھا۔ باغ میں پھولدار سیب کا درخت یوں ان کا انتظار کر رہا تھا جیسے کہ ایک نئی نویلی دلہن سج دھج کر اپنے ساجن کی راہ تکا کرتی ہے۔ پری خالہ اپنا پیار نچھاور کرنے کے لئے اس کے قریب چلی گئیں اور جھریاں پڑے ہوئے رعشہ دار ہاتھوں سے اس کے تنے اور شاخوں کو سہلانے لگیں۔ اتنے میں ولی اور ناظم بھی وہاں پہونچ کر سیب کے درخت کی گھنی شاخوں کے سائے میں بیٹھ گئے۔ اس وقت وہ دونوں بھی وقتی کے سکوت کو توڑنا نہیں چاہتے تھے۔ پری خالہ باغ اور گھر کا چپہ چپہ دیکھنے کے بعد واپس آئیں اور ان کے پاس ہی گھاس پر بیٹھ گئیں۔ ان کی آنکھوں میں سکون اور اطمینان کا احساس چھلک رہا تھا۔

"تو یوں انسان کے خواب بھی حقیقت بن سکتے ہیں۔" انھوں نے آہستہ سے کہا۔ "میں نے تو سوتے میں بھی ایسے مبارک دن کا خواب نہیں دیکھا تھا۔" ولی نے بھی اتنے ہی نرم لہجے میں انھیں جواب دینا چاہا لیکن اس نے اپنی آواز کا صحیح اندازہ نہیں کیا اور ایک بگل کی طرح اس کی آواز گونج اٹھی۔

"یہ تو صرف آغاز ہے، پری خالہ! ہم اس سے بھی زیادہ اچھے دن دیکھیں گے۔ میں جب اس زمانے کا تصور کرتا ہوں، پری خالہ! تو میرے دل کی دھڑکن رک جاتی ہے!"

www.taemeernews.com

(۵)

نواب شہباز کی حویلی پر سرخ پرچم کیا لہرایا کہ گاؤں کے گاؤں کی زندگی ہی بدل گئی۔ البتہ شہباز کا اکھل کھرا بغل بچہ نکھیا ان نئی تبدیلیوں کو دیکھ دیکھ کر دل ہی دل میں کڑھتا اور منحوس قسم کی پیشین گوئیاں کرتا رہتا۔

"قسمت کا پہیہ بعض وقت پیچھے بھی گھوم جاتا ہے۔ صبر کرو، بہت جلد امام مہدی ظہور فرمائیں گے اور ہمارے رسم و رواج کے ان غارت گروں کو۔ ہمارے آباد اجداد کے دستوروں کی بے حرمتی کرنے والوں کو عبرتناک سزا دیں گے۔"

حاجی گلو کچھ دنوں تک تو اپنا منہ چھپائے گھر ہی میں بیٹھا رہا لیکن ایک دن ہمت کر کے باہر نکلا اور راستہ میں ولی کو دیکھ کر جو کمر میں پستول باندھے کہیں جا رہا تھا، جلے پھپھولے پھوڑنے لگا۔

"دیکھو تو، کیسا اکڑ کر چل رہا ہے۔ چار دن میں حلیہ ہی بدل گیا۔ آج اس کو دیکھ کر کون کہے گا کہ یہ وہی کھیت مزدور ہے جس کی پسلی کی ہڈیاں بازاری کتے کی طرح نکلی ہوئی تھیں۔ اب تو یوں لگتا ہے کہ بھی خیرلے[۱] اد گلی ہے۔

---

[۱] ایک آذربائیجانی رزمیہ کا ہیرو۔

www.taemeernews.com

آگ لگے زندگی کے اس نظام کو۔"

لوگ حاجی گلو کے گرد جمع ہو گئے تھے۔ ولی بھی قریب آ گیا اور حاجی گلو کی موٹی توند کو تھپتھپاتے ہوئے کہنے لگا۔

"فکر نہ کرو! ہم بہت جلد یہ ساری چربی گلا دیں گے اور پھر دیکھیں گے کہ حاجی صاحب کی پسلی کی ہڈیاں کیسی دکھائی دیتی ہیں؟"

"یہ تمہارے سورج مکھی کے تیل کی نہیں، گوشت کی چربی ہے، گوشت کی! سمجھے۔ یہ اتنی آسانی سے پگھلنے والی نہیں۔" حاجی نے بڑے اطمینان سے جواب دیا اور اس تصور سے اپنا دل بہلانے کی کوشش کرنے لگا کہ یہ بڑی نبیلیوں کی ایک پرشوق خواہش کا اظہار نہیں بلکہ ایک گستاخ اور بدتمیز شخص کا محض ایک بھونڈا مذاق ہے۔ پھر وہ گھر لوٹ گیا اور مرغن "بوزباش"[1] زہر مار کر کے بچھونے پر لیٹ گیا۔

جب سے گاؤں والوں نے ولی کو غریب کسانوں کی کمیٹی کا صدر منتخب کیا تھا اور اس نے نواب اور دوسرے دولت مندوں کی زمین اور مویشی تقسیم کرنے کا سوال اٹھایا تھا، حاجی گلو کی نیند یں حرام ہو گئی تھیں اور کھانا حلق سے نہیں اتر رہا تھا۔

"بھئی! اب تو دنیا کے خاتمے کے دن قریب آ گئے۔" اس نے کھیا اور اپنے دوسرے دوست زمینداروں سے کہا۔ "تم نے سنا، ان لوگوں نے اس بیوقوف اور سنکی پری خالہ کو گاؤں کی سوویت کا رکن بنا دیا ہے۔ ایک عورت اور ہم مردوں پر حکم چلائے۔ ذرا سوچو تو۔ خدا کی نظروں میں اس سے زیادہ قہر آلود اور کون سی بات ہو گی؟"

ایک دن گاؤں والوں کے جلسے میں حاجی گلو کو بلانے کے لئے بھی

---

[1] بٹانے اور آلوؤں کے ساتھ گوشت کا قورمہ

www.taemeernews.com

ہر کارہ آیا۔ اب تو روزانہ ایسی بیٹھکیں ہونے لگی تھیں۔ اس جلسے میں پری خالہ نے تقریر کی۔

"کل تک ہم کسان کیسی زندگی بسر کیا کرتے تھے؟ آج ان دنوں کی یاد تک ہمارے دلوں کو خون کے آنسو رلا دیتی ہے۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ ان لوگوں نے ہمارے ٹوٹے ہوئے ہاتھوں پیروں کو باندھ کر ہمیں کسی قلعہ کے تاریک تہ خانہ میں بند کر دیا تھا۔ ہم نے عمر بھر زندگی بخش سورج کو نہیں دیکھا۔ لیکن میں تو کہتی ہوں یہ بدترین بات نہیں تھی۔ بدترین بات تو یہ تھی کہ ہم اندھے بن گئے تھے۔ ہم نے اپنی مصیبتوں اور تکلیفوں کو اپنی تقدیر کا لکھا سمجھا اور اپنی نجات کے لئے اپنے دلوں میں امید کا کوئی چراغ نہیں جلایا۔ اس دانشمند ہستی نے جس نے ہمیں ان زنجیروں سے رہائی دلائی اور غریب عوام کو آزادی بخشی، کہا ہے کہ۔" تعلیم حاصل کرو اور اپنے چہرے پر پڑے ہوئے اس نقاب کی دھجیاں دھجیاں کر دو جس نے تمہاری آنکھوں کو ڈھانپ رکھا ہے۔" اس لئے آج میں پری خالہ یہ تجویز پیش کرتی ہوں کہ ہمیں لینن کی ہدایت پر فوراً عمل کرنا چاہئے اور جہالت کے خاتمے کے لئے عورتوں کی تعلیم کا بندوبست کرنا چاہئے۔"

حاجی گلو نے سوچا کہ اگر اس تجویز پر کوئی اعتراض کیا جائے تو ولی یا نادر یا پھر وہ ناظم گلا ہی دبوچ دیں گے۔ اس لئے اس نے خاموشی ہی میں خیر سمجھی اور بھیگی بلی بن کر پوچھنے لگا:

"کیا یہ کام راضی خوشی سے ہوگا یا زبردستی؟"

"کونسا کام؟" پری خالہ نے پوچھا۔

"یہی عورتوں کو پڑھانے لکھانے کا کام!"

پری خالہ کو کوئی جواب سجھائی نہیں دیا۔ اس نیک دل خاتون کے خواب و خیال میں بھی کبھی یہ بات نہیں آئی تھی کہ کوئی عورت ایسی بھی ہو سکتی ہے جو لینن

www.taemeernews.com

کی ہدایت پر کان نہ دھرے۔

"یقیناً رضا کارانہ طور پر ہی یہ کام انجام دیا جائے گا۔" ولی نے جو پری خالہ کے بازو کھڑا ہوا تھا، حاجی گلو کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا۔ "لیکن یاد رکھو! اگر کوئی شوہر یا باپ اپنی بیوی یا لڑکی کو ان نصابوں میں شرکت سے روکے تو اس سے انقلابی قانون کی تمام سختی کے ساتھ نمٹا جائے گا۔"

حاجی گلو نے اپنے چغے کا گریبان کس کر باندھا اور وہاں سے تیز تیز گھر کی طرف چل دیا۔ چند دنوں تک وہ پھر باہر نہیں نکلا اور گھر میں بیٹھے بیٹھے گاؤں کی خبریں سنتا رہا۔ کسی نے بتایا کہ زمین کو غیر قانونی اور من مانے طور پر نئے سرے سے تقسیم کرنے کے لئے اس گستاخ ولی نے چھاپہ مار دستے کے کچھ لوگوں کو ساتھ لے کر پیمائش شروع کر دی ہے اور ادھر پڑھائی کے لئے وہ نکمی بھکارن پری خالہ گھر گھر جا کر مردوں، عورتوں اور نوجوانوں کی فہرستیں بنا رہی ہے۔ پھر ایک دن حاجی گلو کو معلوم ہوا کہ نادر پڑوس کے قصبہ کو گیا ہے تاکہ وہاں سے نصابی کتابیں، کاپیاں اور پنسلیں ہی نہیں، پڑھنا لکھنا سکھانے کے لئے ایک استاد کو بھی گاؤں لے آئے۔ ایسی خبریں سن سن کر حاجی کے سینے پر سانپ لوٹنے لگتے اور وہ دل ہی دل میں پیچ و تاب کھا کر رہ جاتا۔

ان دنوں پری خالہ اور ولی کی مصروفیتوں کا عالم تو پوچھئے ہی مت۔ ان بیچاروں کو گھڑی بھر چین لینے یا سکون سے بیٹھ کر بات چیت کرنے کی فرصت تک نہ تھی۔ ڈھیر کا ڈھیر کام پڑا تھا۔ اب ولی بڑا ہوش مند اور پختہ کار ہو گیا تھا۔ جسمانی اعتبار سے بھی پہلے کی بہ نسبت زیادہ طاقت ور اور کسی قدر لمبا تڑنگا دکھائی دینے لگا تھا۔ بڑے بوڑھے کسان بھی اب اس کو "کھیت مزدور ولی" نہیں بلکہ "کامریڈ ولی" کہنے لگے تھے۔ پری خالہ بھی بالکل بدل گئی تھیں۔ نوجوان لڑکیاں ان سے مشورے لینے کے لئے آتیں۔ بیوائیں اپنا دکھڑا سناتیں۔ انھیں قصبہ میں کانفرنسوں کے لئے بلایا جاتا۔ جب نواب کی زمین

www.taemeernews.com

کے حصے بخرے کئے گئے تو وہ بھی گاؤں کی سوویت کے نمائندے کی حیثیت سے موجود تھیں لیکن صبح سویرے سے لے کر رات گئے تک کاموں کے انبار میں دبی رہنے کے باوجود پری خالہ نے اپنے گھر کو ٹھیک ٹھاک کرنے کے لئے کچھ نہ کچھ وقت نکال ہی لیا۔ دیواروں کی استر کاری کی۔ چھت بھی بنا دیا اور ہرے بھرے باغ کے اطراف باڑھ لگا دی۔ گاؤں میں پہلے کبھی گھروندوں کی آہک پاشی نہیں کی جاتی تھی لیکن اب پری خالہ نے اپنے گھروندے کو جو چونا ڈالا تو پڑوسیوں پر بھی اس کا بڑا خوش گوار اثر پڑا۔ لوگ راستہ چلتے چلتے رک کر پری خالہ کے گھروندے کی سفید دیواروں کو دیکھنے لگتے۔ دوسری عورتوں نے بھی پری خالہ کی تقلید کی اور یوں گاؤں میں ایک نئی ریت قائم ہو گئی۔ جب گھر کی دیواریں چمک اٹھیں تو صحن میں پڑا کوڑا کرکٹ یوں لگتا ہے جیسے کہ نفاست کا منہ چڑا رہا ہو۔ پری خالہ نے اپنے صحن میں جھاڑو دی اور سارا کچرا ایک جگہ اکٹھا کر کے جلا دیا۔ پڑوسیوں نے جو دیکھا تو انھوں نے بھی اپنے اپنے گھروں کا کوڑا کرکٹ جلانا شروع کر دیا۔ اب گاؤں کا گاؤں یوں صاف ستھرا، فرحت بخش اور خوب صورت دکھائی دینے لگا جیسے کہ گندے کپڑے اتار کر نیا لباس پہن لیا ہو۔

بہار کا موسم نسبتاً گرم ہو چلا تھا اور دھوپ بڑی فیاضی کے ساتھ ہر کسی پر اپنی حیات افروز تمازت نچھاور کرنے لگی تھی۔ ایسا ہی ایک خوش گوار دن تھا جب پری خالہ نے اپنے باغ کے سب سے اونچے درخت کی شاخوں پر اخروٹ برابر چھوٹے چھوٹے ہرے سیبوں کو جھولتے ہوئے دیکھا۔ ان کا دل خوشی سے بلیوں اچھلنے لگا۔ کتنا تسکین بخش تھا یہ نظارہ۔ جیسے کہ ان کی برسوں کی پیاسی روح کو میٹھے چشمے کا تازہ تازہ پانی مل گیا ہو۔ آج وہ یوں محسوس کر رہی تھیں کہ سوکھے پیڑوں پر سرسبزی اور شادابی نہیں بلکہ خود ان کی کھوئی ہوئی جوانی لوٹ آئی ہے۔ یہ باغ

www.taemeernews.com

کتنے ہی دنوں سے اپنی مالکن کا انتظار کر رہا تھا اور اب وہ موسم خزاں میں اپنی رکھوالی کو مادر انہ خبر گیری کا صلہ دینے والا تھا۔ اب نہ تو رات کے پالے یا گرم ہواؤں کا ڈر تھا، نہ راہ گیروں کے لا ابالی ہاتھوں کا خوف۔ جب سیب شہد جیسے میٹھے میٹھے رس سے لبریز ہو گئے تو پری خالہ نے سوچا کہ میں ٹوکری بھر سیب لینن کو تحفہ بھیجوں گی۔ یہ تمنا اتنی شدید تھی کہ وہ دم بخود ہو گئیں۔ اور دل ہی دل میں کہنے لگیں۔ "کاش! میں صرف ایک مرتبہ کامریڈ لینن سے مل کر ان سے کچھ بات چیت کر سکتی۔" یہ خواب اتنا گراں قدر تھا کہ پری خالہ نے اس کو ولی یا خود اپنے بیٹے کے سامنے تک بیان نہیں کیا کہ کہیں وہ اسے سن کر مذاق اڑانے نہ لگیں۔

وقت گزرتا گیا۔ دن ہفتوں میں اور ہفتے مہینوں میں تبدیل ہوتے رہے۔ صبح آنکھ کھلنے سے لے کر رات آنکھ گرم ہوتے تک کام ہی کام۔ کبھی تنظیمی سرگرمیاں ہیں تو کبھی جلسے۔ کبھی تعلیمی مصروفیات۔ پھر بھی یہ خواب دھندلایا نہیں۔ ایک سلگتی ہوئی آرزو بن کر ذہن کے گوشے میں انگڑائیاں لیتا رہا۔ انسان تو ہر چیز کا خوگر ہو جاتا ہے، چاہے وہ کتنا ہی من چلا خواب کیوں نہ ہو۔ پری خالہ نے سوچا: "کیا سچ مچ اس خواب کی تعبیر اتنی ناممکن ہے؟ لینن کوئی خان تو نہیں۔ کوئی نواب، جاگیر دار یا رئیس تو نہیں جن کے مسلح پہرہ دار عام آدمیوں کو ان تک رسائی پانے نہ دیں۔ وہ تو ہمارے استاد ہیں۔ ہماری امیدوں اور آرزوؤں کے نقیب ہیں۔ ولی تو کم از کم یہی کہتا ہے۔"

پری خالہ کو ولی پر بے پناہ یقین تھا۔

"اگر کوئی لینن کو بتائے کہ آذربائیجان کی ایک کسان عورت آپ سے ملنا چاہتی ہے اور اپنے دل کی ساری باتیں آپ سے کہنا چاہتی ہے تو وہ خود مجھ کو بلائیں گے۔" پری خالہ نے اپنے آپ کو دلاسہ دیا۔

لیکن وہ کمینی جادوگرنی ابھی سوئی نہیں تھی۔ اس نے پھر ایک مرتبہ

www.taemeernews.com

انسانی قسمتوں کو اجھیڑوں میں ڈالنے کی کوشش کی۔

ایک دن صبح سویرے ہی پری خالہ کی آنکھ چیخ و پکار کی آوازوں سے کھل گئی۔ "دوڑو ۔۔۔ دوڑو ۔۔۔ آگ لگ گئی ۔۔۔! آگ لگ گئی۔"

وہ بستر سے ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھیں اور دوڑتی ہوئی باہر نکلیں۔

ان کی سانس پھول گئی تھی۔ گرام سوویت کی عمارت پر جو پہلے نواب کی حویلی تھی، لال پرچم نہیں لہرا رہا تھا اور اس کی چھت کے نیچے سے دھوئیں کے ملگجی بادل اٹھ رہے تھے۔ دیکھتے ہی دیکھتے سارے کسان وہاں پہنچ گئے تھے۔ اور انھوں نے آگ بجھا دی تھی لیکن کسی کو بھی یہ معلوم نہیں تھا کہ جھنڈے کا دستہ کس نے اکھیڑا۔ ولی اور ناظم بہت دیر تک اس سوال پر غور کرتے رہے پھر انھوں نے جعفر چچا اور رنگا کو بھی اپنی بات چیت میں شریک کر لیا۔

بہرحال اس میں تو کوئی شک ہی نہیں تھا کہ یہ محض ایک حادثہ نہیں بلکہ ایک فیصلہ کن لڑائی کا آغاز تھا۔

اس شام پڑھائی کے لئے بھی صرف پانچ عورتیں ہی آئیں ورنہ عام طور پر سبق میں روزانہ تیس بلکہ اس سے بھی زیادہ عورتیں شریک رہا کرتی تھیں۔ اور یہ پانچ عورتیں بھی ڈری سہمی اور برقعے اوڑھی ہوئی تھیں۔

"وہ کہتے ہیں، پری خالہ! کہ ہم لکھنا پڑھنا سیکھ کر اپنا دین ایمان کھو رہی ہیں اور بے حیا بے شرم بن رہی ہیں۔" ایک نے کہا۔

"اور یہ بھی کہتے ہیں کہ لینن کا اقتدار بہت جلدی ختم ہو جائے گا۔" دوسری بولی۔

تیسری نے کہا: "اور یہ بھی کہتے ہیں کہ بہت جلد ایک نئی حکومت قائم ہو گی اور ان سب کو پھانسی پر لٹکا دیا جائے گا۔ جو پڑھنے لکھنے کے لئے جاتی ہیں۔ آپ خفا نہ ہوں، پری خالہ! مگر ہم آئندہ سے یہاں نہ آ سکیں گی۔"

یوں نئی نئی افواہیں گشت کر رہی تھیں۔ کسی نے یہ تک اڑا دیا کہ گیا نجہ[1] اور

---

[1] موجودہ خیرد ت آباد

www.taemeernews.com

تو قریہ میں سوویت اقتدار کا تختہ الٹ دیا گیا ہے اور ان لوگوں کو سر بازار پھانسی دے دی گئی ہے جنھوں نے غریبوں میں نوابوں جاگیرداروں کی زمین بانٹ دی تھی۔

ولی اور ریری خالہ کے لئے یہ ایک نئی الجھن پیدا ہو گئی تھی۔ انھیں سجھائی نہیں دے رہا تھا کہ ڈھلمل عناصر سے کیا کہا جائے اور کھلے دشمنوں کا کس طرح مقابلہ کیا جائے۔ اسی کشمکش و پیچ کے عالم میں ولی نے گھوڑے پر زین کسی اور اس کو سرپٹ دوڑاتا ہوا، مدد حاصل کرنے کے لئے قصبہ کی طرف چل پڑا۔

ضلع انقلابی کمیٹی کا صدر خود گاؤں آیا۔ وہ ایک نوجوان شخص تھا۔ اونچا قد، کالی کالی چمکدار آنکھیں، فوجی لباس میں ملبوس، ٹوپی پر چمک چمک کرتا ہوا سنہری ستارہ۔

سارے گاؤں والوں کا جلسہ بلایا گیا۔ کسان لمبے دلی کے ساتھ آہستہ آہستہ آنے لگے۔ شاید انھیں نواب کے مخبروں کا ڈر تھا یا زمین پانے کے بعد تقریروں سے ان کی دلچسپی ختم ہو چکی تھی۔ کون جانے!

انقلابی کمیٹی کے صدر نے ان کے سامنے بڑے صاف سیدھے انداز میں نوخیز سوویت جمہوریہ کی صورت حال پر روشنی ڈالی۔ انھیں بتایا کہ نئے نظام کے خلاف انقلاب دشمن عناصر کیسی کیسی دیوانہ وار کوششیں کر رہے ہیں اور اس یقین کے ساتھ اپنی تقریر ختم کی کہ:

"سارے عوام، سارے مزدور اور کسان ایک جان اور ایک جسم کی کی طرح کمیونسٹ پارٹی کے ساتھ ہیں۔ کامریڈ لینن کے ساتھ ہیں۔ دنیا کی کوئی طاقت لینن کے منصفانہ مقصد کو شکست نہیں دے سکتی۔"

لوگوں نے خوب زور زور سے تالیاں بجا کر انقلابی کمیٹی کے صدر کا شکریہ ادا کیا کہ انھوں نے حالات کی بڑی ہی دلچسپ تصویر کشی کی لیکن یہ ولی کی تقریر تھی جس نے لوگوں کے دلوں کو جھنجوڑ دیا۔

"ساتھیو! ایک دن جنگل میں شاہ بلوط کے ننھے سے پودے نے اپنے

www.taemeernews.com

باپ سے شکایت کی: "دیکھو تو باپو! یہ کلہاڑی ہمارے ساتھ کتنی بے رحمی کا سلوک کرتی ہے۔" بڑے درخت نے اپنی بلونت اور بھاری بھرکم ٹہنیاں پھڑپھڑائیں اور کہنے لگا: "ہاں بیٹا! اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ اس کا دستہ ہم ہی میں سے ایک مہیا کرتا ہے۔ وہ شاہ بلوط کی لکڑی ہی سے تو بنتا ہے نا۔"

ولی کی آنکھیں چمک اٹھیں اور لوگوں نے بھی قہقہے لگا کر اس کی داد دی۔

ولی نے اپنی تقریر جاری رکھی۔

"ہمیں نواب شہباز سے ڈرنے گھبرانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ وہ تو خود کسی بل میں دبکا بیٹھا ہے۔ اصل خطرہ تو اس کے خدمت گاروں سے ہے اس کے کرائے کے ٹٹوؤں سے ہے، جو ہمارے اندر چھپے ہوئے ہیں۔"

ولی کا یہ فقرہ گویا ایک اشارہ تھا۔ سب کی نگاہیں حاجی گلو اور مکھیا پر جم گئیں جو کچھ دور کھڑے تھے۔

"ساتھیو! یہ خود نواب نہیں بلکہ اس کے یہی زرخرید غلام تھے جنھوں نے لال جھنڈے کو پھاڑا۔ جنھوں نے اپنے گندے ہاتھوں سے لینن کے پرچم کو آلودہ کیا۔"

سارا مجمع ہمہ تن گوش بنا ہوا تھا۔ ولی نے جب یہ محسوس کیا کہ اس کی باتیں سننے والوں کے دلوں میں اتر رہی ہیں تو اس کے لہجے میں بھی جوش اور اعتماد سا پیدا ہوگیا۔

"لیکن اب وہ زیادہ دنوں تک چھپے نہیں رہ سکتے۔" ولی نے گرجدار آواز میں کہا۔ "ہم انھیں ڈھونڈ نکالیں گے۔ انھیں قانون اور عوام کے سامنے اپنے کرتوتوں کا جواب دینا ہوگا۔ لیکن ساتھیو! اگر آپ بھی کبھی کسی غدار کے ہاتھوں کو لال پرچم تک پہونچتے دیکھیں تو ان ذلیل ہاتھوں کو پکڑ لیجئے۔ انھیں چھوڑیئے نہیں۔ دشمن کو ہمارے غصہ، ہمارے غیظ، و غضب کے آگے گڑگڑانے اور گھگھیانے پن کی خوشامد کرنے دیجئے۔"

حاجی اور مکھیا نے ایک دوسرے کو کنکھیوں سے دیکھا اور کچھ پیچھے

www.taemeernews.com

ہٹ گئے لیکن چوک سے گئے نہیں۔

پری خالہ سے بھی تقریر کرنے کی خواہش کی گئی اور وہ فوراً کھڑی ہوگئیں۔ انھوں نے اس بات کا انتظار نہیں کیا کہ ان سے اصرار کیا جائے اور التجا پر التجا کی جائے کہ پری خالہ! آپ بھی مخاطب کیجئے۔ وہ جانتی تھیں کہ ایسے نازک وقتوں میں خاموش نہیں رہنا چاہئے۔ دو ٹوک باتیں بندوق کی طرح کارگر ہوتی ہیں۔

ان کے ذہن میں پرانی زندگی کی تلخ یادیں اب تک تازہ تھیں۔ مصیبتیں جلد بھلائی نہیں جاتیں۔ اور گاؤں میں صرف وہی ایک تو نہیں تھیں جن کے سر پر آفتوں کے پہاڑ ٹوٹے ہوں۔ پری خالہ نے سوچا کہ یہی موقع ہے کہ کسانوں کو ان تاریک دنوں کی یاد دلائی جائے جب بدنصیبی اور غم والم ان کے گھروں میں ڈیرہ جمائے ہوئے تھے۔ وہ کہتی چلی گئیں اور جوش کی رو میں انھیں یہ تک محسوس نہ ہوا کہ وہ کیا کر رہی ہیں۔ انھوں نے لینن سے ملنے اور انھیں الما میک کا میٹھا میٹھا اور رس بھرا میوہ تحفہ دینے کے جس خواب کو ولی اور ناظم سے تک راز بنا کر اپنے دل میں پالا تھا، آج بھرے جلسے میں بیان کر دیا۔

"لیکن میں آپ سے صاف صاف کہہ دینا چاہتی ہوں۔" وہ یکایک سنبھل کر کہنے لگیں۔ "آج جب میں اس خواب کے بارے میں سوچتی ہوں جو میری زندگی کا عزیز ترین خواب ہے، تو میرا سر شرم سے جھک جاتا ہے۔ کیوں؟ اس لئے کہ لینن مجھ سے پوچھیں گے کہ سرخ پرچم کس نے اکھیڑا؟ ایک مقدس چیز کی کس نے توہین کی؟ اور تم ——! کس طرح تم نے مدرسے پر تالا ڈالا؟ کیا تم نہیں جانتی تھیں کہ تعلیم روشنی اور جہالت تاریکی ہے؟ اور مجھے ان سب سے کہنا پڑے گا کہ کامریڈ لینن! ہم گاؤں والے سو رہے ہیں۔ ابھی ہم اپنی میلی کچیلی رضائی میں جی بھر کر نیند کے مزے نہیں لوٹے۔ کچھ اور خراٹے لے لے کر کروٹیں بدلتے رہیں تو اصحاب کہف کی نیند سو جائیں گے۔

کیا اسی دن کے لئے میں نے یہ خواب دیکھا تھا؟ نہیں! لینن کے سامنے

www.taemeernews.com

ایسی باتیں کہنے سے تو بہتر ہے کہ موت آجائے اور میں زمیں میں دفن ہو جاؤں۔"
پری خالہ خاموش ہوگئیں۔ ان کے ہونٹوں پر طنز بھری مسکراہٹ کھیل رہی تھی۔ اور سارے مجمع پر یوں سکتہ سا چھایا ہوا تھا جیسے کہ سانپ سونگھ گیا ہو۔ کسانوں کی گردنیں شرم سے جھکی ہوئی تھیں اور وہ نظریں نیچے کئے ہوئے اپنے ضمیروں کو ٹٹول رہے تھے۔ یہ دیکھ کر پری خالہ کی ڈھارس بندھی۔ اگر عوام میں ابھی ندامت کا احساس باقی ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ بے راہ نہیں ہوئے ہیں۔

انقلابی کمیٹی کے صدر نے پری خالہ کو ایک نیا پرچم دیا۔

"یہ لو، بیٹا! اس کو گرام سوویت پر دوبارہ لہرا دو۔" انھوں نے ولی سے کہا۔

"یہ لینن کا لازوال پرچم ہے اور مجھے یقین ہے کہ ہر دیانت دار شخص اپنی آنکھ کی پتلی کی طرح اس جھنڈے کی پاسبانی کرے گا۔"

www.taemeernews.com

(۶)

گرمی کا موسم ختم ہو چکا تھا۔ اور خزاں کی سرد ہوائیں چلنے لگی تھیں۔ باغوں میں پتے سوکھ سوکھ کر جھڑ گئے تھے۔ اور سیب کے درختوں کے نیچے ایسے بکھرے پڑے تھے جیسے کہ کسی نے تانبے کے سکوں کا فرش بچھا دیا ہو۔ پری خالہ کے باغ میں پکے ہوئے سیب چھوٹے چھوٹے کہربائی سورجوں کی طرح چمک رہے تھے۔ انھوں نے اب تک اپنے درختوں سے سیب نہیں توڑے تھے اور صرف ان ہی سیبوں کو چنا تھا جو ہوا کے جھکڑوں سے نیچے گر گئے تھے۔

ناظم اور اس کے دوست چرواہے بہت جلد مویشیوں کے گلے وادی میں لے جانے والے تھے۔ پری خالہ نے اپنے بیٹے کے ساتھ سیبوں کی فصل توڑنے کا فیصلہ کیا۔ اور اس دن ولی کو بھی بلا لیا تاکہ وہ سب مل کر لینن کو بھیجنے کے لئے بہترین سیب پسند کریں۔

لیکن خوشیوں کے دن بہار کے پھولوں کی طرح ہوتے ہیں۔ ایک سے بڑھ کر ایک حسین۔ ایک سے بڑھ کر ایک خوش رنگ۔ ایک سے بڑھ کر ایک نظر نواز۔

اسی دن ضلع انقلابی کمیٹی کا صدر گھوڑا دوڑاتا ہوا پری خالہ کے گھر آیا۔

"ہم آپ ہی کے لئے یہاں آئے ہیں پری خالہ! سفر کی تیاری کیجئے۔"

"خوش آمدید! اندر آئیے۔" پری خالہ نے اس کی بات ٹھیک سے

www.taemeernews.com

نہیں سمجھی۔

"آپ قالین پر تشریف رکھئے۔ میں ابھی آپ کے لئے چائے لاتی ہوں۔"

"شکریہ! لیکن ہمارے پاس وقت بالکل نہیں ہے۔ کیا آپ نے میری پوری بات نہیں سنی؟ آپ کو سفر پہ جانے کے لئے فوراً تیار ہو جانا چاہیئے۔ باکو سے ٹیلیفون آیا تھا۔ اکتوبر انقلاب کی سالگرہ میں شرکت کے لئے سوویت آذربائیجان کا ایک وفد ماسکو جا رہا ہے اور آپ بھی اس وفد کی ایک رکن ہیں۔"

اس غیر متوقع خوش خبری کو سن کر پری خالہ کی آنکھوں کے سامنے ہر چیز گھوم گئی۔ ان کے پیر ڈھیلے پڑ گئے اور انھیں اپنے آپ کو سنبھالنے کے لئے دروازے کے پٹ کا سہارا لینا پڑا۔ ان کا دل خوشی سے پھولے نہیں سما رہا تھا۔ ان کے خواب کی تعبیر ملنے کو تھی۔ آج وہ لینن کے پاس ماسکو جا رہی تھیں۔

انقلابی کمیٹی کے صدر نے انھیں کچھ سوچنے کی بھی مہلت نہیں دی۔

"جلدی کیجئے، پری خالہ! باکو سے ٹرین نکلنے کے لئے صرف تین گھنٹے باقی رہ گئے ہیں۔ اور ہمارے پاس مشکل ہی سے اتنا وقت ہے کہ ہم اسٹیشن پہنچ سکیں۔"

پری خالہ کے دروازہ پہ گھوڑا کھڑا دیکھ کر ولی اور ناظم بھی وہاں پہنچ گئے۔ ان دونوں نے سامان سفر باندھنے میں خوشی خوشی پری خالہ کا ہاتھ بٹایا۔ باغ سے بڑے بڑے بہترین سنہرے پھل چنے اور انھیں خوب احتیاط سے ایک ٹوکری میں رکھ دیا۔ یہ شاید ولادیمیر الیچ لینن کے لئے تھے۔

اتنے میں نذر ایک شریف اور تیز رفتار گھوڑا لے آیا اور ولی اور ناظم نے سہارا دیکر پری خالہ کو اس پر بٹھا دیا۔

"سفر مبارک ہو، پری خالہ! لینن کو اپنے گاؤں کے سارے حالات سنانا۔ یہاں یکا دکا ناخوشگوار واقعات تو ضرور رہ گئے ہیں لیکن ہمارے پاس انقلابی مجاہدوں کا ایک پورے کا پورا دستہ ہے جو سوویت اقتدار

www.taemeernews.com

کے لئے اپنے خون کا آخری قطرہ تک بہا دے گا۔ یہ کوئی معمولی بات نہیں۔ اور یہ بھی کہنا کہ غریبوں میں نواب کی زمین بانٹ دی گئی ہے۔ اور اب وہ کم از کم اپنی غریبی کو بھولتے جا رہے ہیں۔ دیکھئے، پری خالہ! لینن کو ہماری دلی محبت اور آداب پہونچانا۔ بھولنا نہیں! اور انھیں یقین دلانا کہ ہم ہمیشہ ان کے، ان کے مقصد کے اور ان کے پرچم کے وفادار رہیں گے۔"

www.taemeernews.com

(۷)

پری خالہ اپنے ہوٹل کے کمرے میں ایک آئینہ دار کھڑکی کے سامنے بیٹھیں ستائشی نظروں سے اس پر شکوہ شہر کو دیکھ رہی تھیں۔

باکو بھی بڑا شہر تھا لیکن ماسکو کو دیکھ کر تو ان کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ راستے میں ہم سفروں نے ماسکو کے بارے میں بہت کچھ بتایا تھا لیکن پری خالہ کے تصور میں بھی نہیں تھا کہ اس عظیم شہر کے دامن میں اتنے سارے عجائبات اور دلکشیاں بکھری پڑی ہیں۔ ماسکو کے جلال وجمال نے انھیں تصویر حیرت بنا دیا تھا۔ جب سے انھوں نے سرخ چوک میں قدم رکھا اور کریملن کی اونچی اونچی دیواریں دیکھی تھیں اسی لمحے سے ان کے دل میں ایک انجانی قوت، ایک نیا جوش لہریں مارنے لگا تھا۔ یہیں تو لینن رہتے اور ساری دنیا کے عوام کے لئے کام کیا کرتے ہیں۔

کل شام ہی کی تو بات ہے۔ وہ آذربائیجان کے وفد کے ساتھ اکتوبر انقلاب کی سالگرہ کے جلسے میں شرکت کے لئے بالشوائی تھیٹر گئی تھیں۔ سارا ہال مزدوروں، کسانوں، فوجیوں، پارٹی عہدیداروں اور سرکاری افسروں سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ سب ہی لوگ بڑی بے چینی اور اشتیاق سے اپنے عظیم رہنما کا انتظار کر رہے تھے۔ ہال سرد تھا۔ سرخ مخملی پردوں

www.taemeernews.com

کا رنگ اور ان پر پڑے ہوئے سنہری حروف کے ٹھپے پھیکے پڑ گئے تھے۔ بلوریں جھاڑوں میں روشنیاں مدھم مدھم جل رہی تھیں۔ لیکن اس وقت پری خالہ ہی نہیں سب لوگوں کے دلوں میں لینن کے نام کی شمع پوری آب وتاب سے جگمگا رہی تھی۔ اور اس کے نور کے ہالے میں انھیں ماحول کی ساری چیزیں یوں دکھائی دے رہی تھیں جیسے کہ سورج چمک رہا ہو۔

آخر وہ مسرت آگیں لمحہ آ گیا۔ شہ نشین کا پردہ آہستہ آہستہ اٹھنے لگا اور اس کے ساتھ ہی مجمع پر ایک سکوت طاری ہو گیا اور پھر یکا یک ہال میں تالیوں کا ایک طوفان پھٹ پڑا اور سارا ماحول۔ "زندہ باد! زندہ باد! ۔ کامریڈ لینن ۔۔۔ زندہ باد!" کے پرجوش نعروں سے گونج اٹھا۔ شہ نشین پر لینن نمودار ہوتے ہی سب لوگ اٹھ کر کھڑے ہو گئے اور وہ کسی قدر سر آگے کو جھکائے تیز تیز قدم ڈالتے ہوئے اپنی نشست پر جا بیٹھے۔

فرط عقیدت سے پری خالہ کی آنکھیں دھندلا گئیں لیکن دوسرے ہی لمحے انھوں نے اپنے آپ پر قابو پالیا۔ ان کی آنکھیں پھر چمک اٹھیں اور دل پر لینن کی تصویر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے نقش ہو گئی۔

اگر لینن پراتی لوک کہانیوں کے سورماؤں کی طرح لحیم شحیم انسان ہوتے، تو پری خالہ کو بالکل حیرت نہ ہوتی لیکن جوں جوں وہ لینن کے چہرے بشرے کو دیکھتی گئیں، ان کو یہ احساس ہوتا گیا کہ لینن ایسے ہی ہو سکتے تھے جیسے کہ وہ ہیں۔ پھرتیلے، چاق و چوبند، گٹھا ہوا جسم، تیز اور چمکدار آنکھیں، ابھری ہوئی پیشانی، ہونٹوں پر سدا کھیلتی ہوئی کبھی شفیق اور کبھی بیباک مسکراہٹ۔ جلسہ ختم ہونے تک بس پری خالہ ٹکٹکی باندھے لینن کے چہرے کو دیکھتی رہیں جس کی جبین کے پیچھے اتنی دانش و تدبر، اتنی ذہین اور زود فہم بصیرت چھپی ہوئی تھی۔

پری خالہ کو اچانک ولی کی بات یاد آ گئی جس کی کسانوں نے بھی گرمجوشی سے تائید کی تھی "آپ کو لینن سے بات کرنی چاہئے۔" ان کے دل میں پھر وہی

www.taemeernews.com

معصوم تمنا موجیں مارنے لگی۔ اور کانوں میں ایک ساتھ ولی اور کسانوں کی آوازیں گونج اٹھیں۔ "آپ کو لینن سے بات کرنی چاہیئے۔ آپ کو لینن سے بات کرنی چاہیئے۔"

"اگر میں ان لوگوں کی خواہش کی تکمیل نہ کروں تو گھر واپس جاکر گاؤں والوں کو کیا منہ دکھاؤں گی؟" پری خالہ نے دل ہی دل میں کہا اور اپنے وفد کے قائد سے جو باکو کے ایک انقلابی رہنما تھے، سرگوشی کے انداز میں کہنے لگیں۔ "کوشش کیجئے کہ کامریڈ لینن ہم آذربائیجان والوں کو ملاقات کا موقع دیں۔ ایک منٹ ہی کے لئے سہی۔" اور پھر سوچنے لگیں کہ اگر اس ملاقات کا انتظام ہو جائے تو دل کی ساری باتیں کہوں گی۔"

www.taemeernews.com

(۸)

"اندر تشریف لائیے۔ ولادیمیر ایلیچ آپ ساتھیوں کا انتظار کر رہے ہیں۔"
سکریٹری نے کہا اور اس کے ساتھ ہی پری خالہ کو آگے آگے چلنے کے لئے راستہ بناتے ہوئے سب لوگ اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔

پری خالہ نے اپنے آسمانی ساٹین کے کرتے کی شکنیں صاف کیں۔ سر پر بندھی ہوئی کالی اوڑھنی کو ٹھیک کیا اور چھوٹے چھوٹے قدم ڈالتے ہوئے لینن کے دفتر میں داخل ہوئیں۔

لینن کچھ کاغذات دیکھ رہے تھے اور ان پر پنسل سے نشانات کرتے جا رہے تھے۔ ان لوگوں کی آہٹ سنتے ہی وہ نوجوانوں جیسی پھرتی کے ساتھ اٹھ کر کھڑے ہو گئے اور مسکراتی ہوئی نگاہوں سے پری خالہ کو دیکھتے ہوئے اپنے میز سے آگے بڑھے۔ پری خالہ کا ہاتھ تھام کر انھیں ایک آرام کرسی پر بٹھا دیا اور بڑی ہی خوش اخلاقی کے ساتھ وفد کے دوسرے ارکان سے بھی بیٹھنے کی خواہش کی۔

"میں سمجھتا ہوں کہ ہمیں ایک ترجمان کی ضرورت ہے۔" لینن نے سکریٹری کو سوالیہ نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

سکریٹری فوراً ہی باہر گئیں اور دوسرے ہی لمحے ایک سیاہ فام نوجوان کو جو فوجی لباس میں ملبوس تھا، اپنے ساتھ لئے ہوئے واپس آئیں۔

www.taemeernews.com

پری خالہ کا دل بیٹھا جا رہا تھا۔ لینن کچھ ایسی متوقع نگاہوں سے انھیں دیکھ رہے تھے جیسے کہ وہ یہ چاہتے ہوں کہ پری خالہ بات چیت کا آغاز کریں۔ وفد کے دوسرے ارکان کی آنکھیں بھی پری خالہ ہی پر جمی ہوئی تھیں لیکن پری خالہ کا کچھ عجیب عالم تھا۔ وہ کرسی پر بالکل گم سم بیٹھی تھیں۔ سفر کے دوران اور پھر ہوٹل میں انھوں نے جو کچھ بھی سوچا تھا، وہ سب ذہن سے نکل گیا تھا۔ لینن نے ان کی پریشانی کو بھانپ لیا اور خود ہی گفتگو شروع کر دی۔

"کامریڈ زیانوف نے مجھے آذربائیجان کے بہت سے حالات بتائے ہیں۔ میں جانتا ہوں کہ وہاں کی عورتوں کی زندگیاں کتنی کٹھن ہیں۔" انھوں نے پری خالہ کو دوستانہ نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ "لیکن یہ کوئی غیر متوقع بات نہیں ہے۔ صدیوں سے روس میں اور مشرق میں کسان عورتیں تقریباً ایک ہی قسم کی زندگی گزارتی چلی آئی ہیں محنت کش عورتوں کی زندگیاں ہر جگہ لازمی طور پر یکساں ہی تھیں۔"

پری خالہ کی وہ پہلی سی گھبراہٹ اب ختم ہو چکی تھی۔ لینن نے اتنی سادگی اور خلوص سے بات چیت کی جیسے کہ وہ پری خالہ کے بہت پرانے دوست ہوں۔ ایسے گہرے دوست ہوں جو ان کے بارے میں سب کچھ جانتا ہے۔ جو ان کے دکھ درد اور مصیبتوں سے اچھی طرح واقف ہے۔ ان کی نظروں اور رویہ میں کچھ ایسی مشفقانہ سادگی تھی کہ پری خالہ کی جھجک دور ہو گئی۔ اور وہ یوں محسوس کرنے لگیں کہ وہ تو اپنے ناظم اور ولی کی طرح لینن سے بھی بے تکلفی کے ساتھ بات چیت کر سکتی ہیں۔

"بہت بہت شکریہ، کامریڈ لینن! ہم غریبوں کے لئے آپ کی فکرمندی کا بہت بہت شکریہ!" پری خالہ نے کہا۔ "آپ اور سوویت اقتدار نے ہمارے لئے ایک نئی اور اچھی زندگی کے دروازے کھول دیئے ہیں۔"

"اوہ! لیکن ہم ابھی حقیقی معنوں میں اچھی زندگی کی منزل تک نہیں

www.taemeernews.com

پہونچے۔" لینن کے لہجے میں ذمہ داریوں کا شدید احساس اور ان کی کھنچی ہوئی آنکھوں میں تردد جھلک رہا تھا۔ "ہمیں کئی مشکلات کا سامنا ہے۔ ہمارے پاس روٹی کی کمی ہے۔ کپڑے کی کمی ہے۔ سردی شروع ہو چکی لیکن ہمارے پاس ہسپتالوں اور بچوں کی پرورش گاہوں کو گرم رکھنے کے لئے لکڑی تک نہیں ہے۔ ٹرانسپورٹ نظام پراگندگی کا شکار ہے۔ ریلیں رینگتی گھسیٹتی چل رہی ہیں۔ یہ ساری باتیں آپ لوگ مجھ سے زیادہ بہتر جانتے ہیں۔ اور پھر یہ ان پڑھ پن، جہالت، توہمات۔ سب ہی ہمارے خطرناک دشمن ہیں۔ نہیں، نہیں! صحیح معنوں میں اچھے دن لانے کے لئے ہمیں بڑا لمبا راستہ طے کرنا ہے۔"

پری خالہ نے لینن کی اس تشویش کو تو پوری طرح محسوس کیا لیکن ان سے مکمل اتفاق نہ کرتے ہوئے کہنے لگیں:

"آذربائیجان کے کسانوں کے پاس زمین ہے اور انھوں نے اپنے آپ کو نوابوں اور جاگیرداروں کے چنگل سے چھڑا لیا ہے۔ یہ بہت بڑی بات ہے۔ آج ہم خود اپنے مالک آپ ہیں۔"

"اچھا! تو کیا آذربائیجان کی دوسری ساری عورتیں یہ محسوس کرتی ہیں کہ سوویت اقتدار نے انھیں صدیوں پرانی تاریکی سے نجات دلائی ہے؟ کیا اس کا جواب ہاں میں ہے؟ اور کسان سوویتوں کو حقیقی معنوں میں اپنا اقتدار، عوام کا اقتدار سمجھتے ہیں؟ مجھے بتائیے، پری خالہ!" لینن نے ترجمان کو دیکھا جس نے اپنے سر کو جنبش دیکر لینن کی تائید کی۔ "کہئے! کیا گاؤں کے کمیونسٹوں اور سوویت اقتدار کے غیر کمیونسٹ ہمدردوں کو یہ احساس ہے کہ سارا مشرق آذربائیجان کو امید بھری نگاہوں سے دیکھ رہا ہے؟ یہ سوالات ہماری پالیسی کے لئے بے حد اہمیت رکھتے ہیں۔ آپ کے مزدوروں، آپ کے کسانوں اور آپ کے سرخ سپاہیوں نے ہی مشرق میں سب سے پہلے سوشلزم کا پرچم بلند کیا ہے۔"

www.taemeernews.com

پری خالہ یہ تو ٹھیک طور پر نہیں سمجھتی تھیں کہ سوشلزم کیا ہے؟ لیکن انھیں اچھی طرح یاد تھا کہ کس طرح دلی نے گرام سوویت کی عمارت پر جو پہلے نواب شہباز کی حویلی تھی، سرخ پرچم لہرایا تھا۔ اور کس طرح دشمنوں نے مزدوروں اور کسانوں کے اقتدار کے اس مقدس نشان پر دست درازی کی تھی لیکن ضلع انقلابی کمیٹی کا صدر اپنے ساتھ دوسرا سرخ پرچم لایا تھا جو اب فخر کے ساتھ ہمیشہ لہراتا رہے گا۔

"یہ آپ لوگوں کا کام ہے، ساتھیو! کہ آپ آذربائیجان کو ایک مثالی سوویت جمہوریہ بنائیں تاکہ مشرق کے محکوم اور کچلے ہوئے عوام آپ کی کامرانیوں سے اپنا مستقبل سنوار سکیں۔ آپ کی کامیابیوں کو اپنی کامیابیاں سمجھ کر خوش ہوں۔" لینن نے پرجوش لہجے میں اپنی بات جاری رکھی۔ ان کی آنکھوں میں وہی عزم پرور چمک تھی جو سننے والوں کے دلوں کو مسخر کر لیتی تھی۔

"اور اس عظیم کام میں عورتوں کا بھی ایک نمایاں حصہ ہے۔ ہماری مثالی جمہوریہ میں عورتوں کو اوج ثریا تک بلند کیا جانا چاہیئے۔ انھیں سماج میں عزت، اثر اور کامل آزادی حاصل ہونی چاہیئے۔ تہذیب کے تمام فیوض و برکات عورتوں کے لئے بھی عام کئے جانے چاہئیں۔ ساتھیو! یہ مشرق میں بیداری کے لئے انتہائی اہمیت رکھتا ہے۔"

اس مرتبہ بھی پری خالہ نے ان سارے الفاظ کے معنی نہیں سمجھے جو لینن نے کہے تھے لیکن انھیں یہ محسوس ہوا کہ ان پر سورج کی حیات آفرین کرنوں کی موسلا دھار بارش ہو رہی ہے۔

لینن نے آذربائیجان کے وفد سے کھوج کھوج کر سوالات کئے۔ نوابوں اور جاگیرداروں کی زمینات کس طرح تقسیم کی گئیں؟ کیا غریب کسانوں کے پاس گھوڑے، ہل اور بیل ہیں؟ آیا وہ اپنی زمینوں پر مشترکہ کھیتی باڑی کرنا نہیں چاہتے؟ پری خالہ کے لئے ان سوالوں کا جواب دینا کچھ مشکل نہیں تھا۔

www.taemeernews.com

یہ تو اپنی بھی آپ بیتی تھی۔ لیکن انھیں اس بات پر بڑی حیرت ہو رہی تھی کہ لینن ایسی چیزوں میں دل چسپی لے رہے ہیں جنھیں وہ ادنیٰ اور معمولی سمجھ رہی تھیں۔ اور لینن کے لئے یہی باتیں اہم تھیں۔

انھوں نے مدرسوں کے بارے میں بھی دریافت کیا۔ پری خالہ نے بتایا کہ گرام سوویت نے تعلیم عام کرنے کے لئے نصابوں میں تمام عورتوں کو شریک کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ چاہے ان کی عمریں چالیس سال ہی کیوں نہ ہوں۔ باتوں باتوں میں پری خالہ نے اس مشکل دور کا بھی ذکر کیا جب بچیاں تک پڑھنے نہیں آتی تھیں۔ اور کہا کہ آج بھی بعض شوہر اپنی بیویوں کو تعلیم پانے کی اجازت نہیں دیں گے۔

"جی ہاں! میں جانتا ہوں۔ یہ تو آپ لوگوں کے لئے 'عادت' ہے۔"

وفد کے تمام ارکان نے سر ہلا کر لینن کی رائے سے اتفاق کیا۔

"پرانے دستور آج تک بھی زبردست طاقت رکھتے ہیں۔ کوئی پرواہ نہیں۔ یہ دن بھی گزر جائیں گے۔ اور وقت کے ساتھ ساتھ ایسی ساری لعنتیں ختم ہو جائیں گی۔"

لینن نے کہا۔ "اچھا! یہ تو بتائیے کہ آذربائیجان میں نصابی کتابوں اور کاپیوں کی کیا حالت ہے؟"

لینن کو اس بات کا بھی خیال ہے! پری خالہ کو پہلے تو اس حقیقت کا اظہار کرتے ہوئے شرم محسوس ہوئی کہ آذربائیجان کے مدرسوں میں پانچ پانچ چھ چھ طالب علموں کے لئے ایک ابتدائی کتاب ہے۔ انھوں نے سوچا کہ یوں بھی لینن کو کچھ کم فکریں نہیں۔ اب یہ دکھڑا سنا کر ان کا جی اور کیوں جلایا جائے۔ لیکن ایک باپ سے بھی کہیں حقیقت چھپائی جا سکتی ہے۔

"ہمارے پاس کتابوں کی کمی ہے، کامریڈ! ایک ایک کتاب کو کئی کئی طالب علم باری باری پڑھا کرتے ہیں۔ لیکن ہم تو آپ سے کچھ اور

www.taemeernews.com

مانگنا چاہتے ہیں۔"

"ضرور کہئے! کیا چیز ہے وہ؟"

"ہمارے ضلع میں تین سو گاؤں ہیں اور اب کافی لوگ پڑھ لکھ سکتے ہیں لیکن آذربائیجان میں کوئی اخبار نہیں۔ ہمارے ضلع میں تو چھپائی کی ایک مشین تک نہیں ہے۔ اگر آپ ہمارے پاس ایک مشین بھیج دیں تو ہم کم از کم ایک ماہانہ اخبار شائع کر سکتے ہیں۔ اور اس میں اپنے گاؤں کے مسائل اور ضرورتیں لکھ سکتے ہیں۔ جو لوگ خود نہیں پڑھ سکتے، انھیں یہ اخبار شام میں پڑھ کر سنایا جا سکتا ہے۔ اخبار نکل جائے تو آپ جانیں، اس سے ہمیں بہت مدد ملے گی۔ بہت مدد ملے گی۔"

لینن نے اپنی نوٹ بک میں جلدی جلدی کچھ لکھ لیا اور پھر وفد کے دوسرے ارکان سے مخاطب ہو گئے۔

اتنے میں سکریٹری نے لینن کی آنکھ بچا کر انھیں اشارہ کیا کہ وقت ختم ہو چکا ہے۔ لینن تھکے ہوئے تھے اور ابھی انھیں بہت کچھ کام کرنا تھا۔ وفد کے ارکان رخصت ہونے لگے۔

"کامریڈ لینن!" پری خالہ نے کپکپاتی آواز میں کہا۔ "اللہ آپ کو اس جادوگرنی 'وقت' کے مکر و فریب سے محفوظ رکھے جو انسانی قسمتوں سے کھیلتی رہتی ہے۔ پروردگار آپ کی عمر دراز کرے۔"

"انسانی قسمتوں سے کھیلنے والی جادوگرنی! اور آپ لوگ اس کو وقت کہتے ہیں۔" لینن کی آنکھوں میں ہنسی کی جھلک رقص کرنے لگی۔ "بڑی دلچسپ بات ہے۔ جادوگرنی!"

لینن کی دل چسپی دیکھ کر پری خالہ کا دل بڑھا اور انھوں نے لینن کو شروع سے آخر تک اس جادوگرنی کی ساری کہانی سنا ڈالی۔

"واقعی بہت ہی دلچسپ کہانی ہے۔" لینن نے پورے انہماک کے

www.taemeernews.com

ساتھ اس کہانی کو سننے کے بعد کہا۔" پرانے زمانوں میں بھی لوگ اس تصور کا اظہار کرنا چاہتے تھے کہ قدیم سماج میں ایک شخص کی قسمت حالات کی ایک اتفاقی اکجائی پر، ایک حادثاتی امتزاج پر منحصر ہوتی تھی اور تمام حسین خواب بکھر جاتے تھے۔ لیکن آئندہ سے وقت انسانی قسمت کے دھاگوں کو توڑیگا اور الجھائے گا نہیں۔ وہ ہمارا دوست اور ساتھی ہوگا۔ ہم کمیونسٹ اس جادوگرنی کو عوام کی خادمہ بنائیں گے۔ اب رہا انقلاب دشمنوں کا سوال؟ تو ہم ان سے نمٹیں گے۔ ان کو مزہ چکھائیں گے۔" اور لینن ہنسنے لگے۔

اچانک پری خالہ کو سیبوں کی ٹوکری کا خیال آگیا جو باہر کے کمرے ہی میں دھری تھی اور وہ وفد کے ارکان کو بازو ہٹاتے ہوئے تیز تیز قدموں سے باہر چلی گئیں۔

"یہ میرے باغ کے سیب ہیں، کامریڈ لینن! وہی باغ جو آپ نے مجھے واپس دلایا۔" پری خالہ نے لینن کو ٹوکری پیش کرتے ہوئے پرجوش لہجے میں کہا۔ "اس باغ کی زمین خود میں نے اپنے ہاتھوں سے کھودی اور جب پانی نہ ملا تو اس کے درختوں کو میں نے اپنے پسینے سے سیراب کیا۔ میں جانتی ہوں، کامریڈ! کہ یہ حقیر تحفہ آپ کے قابل تو نہیں ہے، پھر بھی میں دلی خلوص اور عقیدت کے ساتھ آپ کی خدمت میں پیش کر رہی ہوں۔ بڑی مہربانی ہوگی اگر آپ اس کو قبول فرمائیں۔" پری خالہ نے ایک بڑا سا سیب نکال کر لینن کے ہاتھ میں تھما دیا۔ سیب جو سرما کی ہواؤں میں کسی پہاڑی دوشیزہ کے سرخ رخساروں کی طرح لال لال تھا۔

لینن نے سیب پر ہاتھ پھیرا اور اس کی خوش بو سونگھنے لگے۔ پری خالہ نے دیکھا کہ لینن کے ہاتھ چھوٹے ہونے کے باوجود کافی مضبوط ہیں۔

"کتنی میٹھی میٹھی خوش بو ہے۔" لینن نے ایک ٹھنڈی سانس بھری "آپ کو معلوم! ماسکو میں ہمارے ایک مزدور ساتھی تھے۔ ایوانوف۔

www.taemeernews.com

میں انھیں شخصی طور پر جانتا تھا۔ بہت اچھی طرح۔ وہ ایک پکے کمیونسٹ اور بہترین آدمی تھے۔" لینن پری خالہ سے یوں باتیں کر رہے تھے جیسے کہ کمرے میں ان دو کے سوا اور کوئی نہیں ہے۔" چند ہی دنوں پہلے وہ محاذ پر شہید ہو گئے۔ ان کی بیوہ اور چار بچے ہیں۔ سوچتا ہوں آپ کا یہ تحفہ پا کر وہ کتنے خوش ہوں گے! ایوانوف گھرانے کی طرف سے آپ کا شکریہ۔ بہت بہت شکریہ۔"

لینن کے دفتر سے نکلتے ہوئے پری خالہ سوچنے لگیں کہ اب موت بھی آ جائے تو کوئی غم نہیں۔ ان کی آنکھوں میں آنسو تیر رہے تھے۔ لیکن وہ مرنے کی ہرگز آرزو مند نہیں تھیں۔

ماسکو سے آذربائیجان کا وفد واپس آ کر ابھی ایک مہینہ بھی گزرنے نہ پایا تھا کہ ایک دن ولی قصبہ سے گھوڑا دوڑاتا ہوا آیا اور پری خالہ کے باغ کے پاس رک کر زور زور سے پکارنے لگا۔

"پری خالہ! او پری خالہ! کچھ سنا آپ نے؟ وہ لوگ چھپائی کی مشین لائے ہیں۔ اور ٹائپ بھی۔ ہر چیز لائے ہیں پری خالہ! ہر چیز۔ چھپائی کا کام جاننے والے بھی آ گئے ہیں۔ لینن نے ہمیں نہیں بھلایا پری خالہ! انھوں نے اپنا وعدہ پورا کر دیا۔"

"ہاں بیٹا! لینن کا قول و فعل ایک ہے۔" پری خالہ نے دروازے میں کھڑے کھڑے جواب دیا اور بڑے اطمینان کے ساتھ سر اٹھا کر دور افق پر ڈوبتے ہوئے سورج کو دیکھنے لگیں جس نے حدِ نظر کو گلنار بنا دیا تھا۔

"ذرا سوچو تو بھلا! لینن نے۔ خود لینن نے ہمیں نہیں بھلایا۔ ایک کسان نے کل کی کھیت مزدور عورت نے جو مانگا وہ انھوں نے دیا۔ اس فکر مندی کا شکریہ ادا کرنے کے لئے مجھے کام کرنا چاہئے۔ سخت محنت کرنی چاہئے۔"

www.taemeernews.com

اسی محویت کے عالم میں ڈوبی ہوئی جانے کب تک وہ اپنے دل سے باتیں کرتی رہیں۔

اور دو ہفتے بعد ضلع کے اخبار کا پہلا شمارہ منظر عام پر آگیا۔ اس اخبار کا نام تھا۔ "لینن کے راستے پر"

www.taemeernews.com

ہماری تازہ مطبوعات

قانون اور عوام:

از: دی۔آر۔کرشنا ائیر۔ قیمت۔ ۱۸ روپے

بنگال میں کسان بغاوت: (۱۷۸۳ء)

از: نرہری کویراج قیمت۔ ۱۲ روپے ۵۰ پیسے

تری مورتی: (سائنس، ٹکنالوجی اور سماج)

از: اے۔رحمٰن قیمت ۳۰ روپے

ہندستان میں سرمایہ داری:

از: ڈاکٹر لیو کووسکی قیمت ۴۰ روپے

ہندستانی کمیونسٹ پارٹی کی تاریخ کی دستاویزات،

جلد اوّل (۱۹۱۷ء - ۱۹۲۲ء)

مرتب: ڈاکٹر جی۔ ادھیکاری قیمت ۴۰ روپے

بنگال میں زرعی جدوجہد: (۱۹۴۶ء - ۱۹۴۷ء)

از: سنیل سین قیمت ۱۵ روپے

پیپلز پبلشنگ ہاؤز۔ ۵۔ رانی جھانسی روڈ نئی دہلی

www.taemeernews.com

اردو میں لینن کی اہم تصانیف

مارکسزم۔ لینن ازم کے اصولوں کو سمجھنے کیلئے ان کتابوں کا مطالعہ ضروری ہے،

• **لینن:** منتخب تصانیف (حصہ اول) صفحات ۲۹۵ قیمت ۲ روپے

اس کتاب میں لینن کے اہم مضامین جیسے مارکسزم کے تین سرچشمے اور تین اجزائے ترکیبی جمہوری انقلاب میں سوشل ڈیموکریسی کے دو طریقہ کار۔ پارٹی کی تنظیم اور پارٹی کا لٹریچر اور کارل مارکس کے نظریات کا تاریخی مقدر۔ وغیرہ یکجا کر دیئے گئے ہیں۔

• **پرامن بقائے باہم:** صفحات ۱۸۵، قیمت ایک روپیہ ۲۰ پیسے

اس کتاب میں کئی غیر ملکی اخباری نمائندوں سے لینن کے انٹرویو پارٹی اجتماعات میں اور کانگریسوں میں لینن کی تقاریر کے ذریعہ پرامن بقائے باہم کی پالیسی کے خدوخال واضح کئے گئے ہیں۔

• **اکتوبر انقلاب کی سالگرہوں پر مضامین اور تقریریں**، صفحات ۱۲۵ قیمت پچاس پیسے

اس کتاب میں سوویت اقتدار ہے کیا، سوویت اقتدار اور عورتوں کا درجہ۔ روسی انقلاب کے پانچ سال اور عالمی انقلاب کے امکانات۔ جیسے اہم موضوعات پر لینن کی تقریریں اور رپورٹیں شامل ہیں۔

اپنے آرڈر اس پتے پر بھیجئے:

پیپلز پبلشنگ ہاؤز (پرائیویٹ) لمیٹڈ۔ ۵، رانی جھانسی روڈ نئی دہلی ۵۵

ADMARK

www.taemeernews.com

ویرا دریدزو[۱]

وہ دونوں

مجھے اچھی طرح یاد ہے۔ بھلا میں ان باتوں کو کیسے بھول سکتی ہوں جو خود نادیژدا[۲] کانستنتینونا کروپسکایا نے مجھے بتائی تھیں۔

فروری ۱۸۹۴ کی بات ہے۔ سرما کی ایک سہانی شام تھی۔ سارا سینٹ پیٹرسبرگ "جشن بہاراں" کے ہنگاموں میں مدہوش تھا۔ جدھر دیکھو ایک [illegible] فضا چھائی ہوئی تھی۔ جگہ جگہ رنگ رلیاں، ناچ گانا قہقہے چہچہے۔ گھر گھر مہمانوں کی دھوم دھام۔ انجنیئر رابرٹ کلاسن کے مکان میں بھی خوب چہل پہل تھی۔ مہمانوں کا ایک جمگھٹا سا لگا تھا اور رقص و سرود کی محفل گرم تھی لیکن راگ رنگ کی اس محفل میں پیٹرسبرگ کے کچھ مارکسی ایسے تھے جو اپنے مہمان نواز میزبانوں

۲ـ نادیژدا کانستنتینونا کی صد سالہ سالگرہ فروری ۱۹۶۹ء میں منائی گئی۔

www.taemeernews.com

کے گھر ناچنے گانے کے لئے نہیں بلکہ نوجوان مارکسی ولادیمیر اولیانوف سے ملنے کے لئے اکٹھا ہوئے تھے۔ ان دنوں پیٹرسبرگ کے مارکسیوں میں ایک نیا رجحان اُبھرنے لگا تھا جس کو بعد میں "قانونی مارکسزم" کا نام دیا گیا۔ ان لوگوں کے درمیان خوب گرما گرم بحث چھڑ گئی تھی اور یہ نوجوان جو والگا سے آیا تھا، انقلابی مارکسزم کی بڑی پُرجوش وکالت کر رہا تھا۔ —— بحث کا انداز ایسا نپا تُلا اور ایسا دلنشین کہ مخالفین کا جواب درہم برہم کر اٹھیں سیدھے سادے مگر ٹھوس اور چبھتے ہوئے الفاظ۔ مدلل اور برجستہ فقرے —

کرپسکایا ہمہ تن گوش بنی ہوئیں بحث کو سُن رہی تھیں۔ وہ خود بھی بڑی پکی انقلابی مارکسی تھیں اور اس وقت یوں محسوس کر رہی تھیں کہ یہ نوجوان انہی کے ذہن کی ترجمانی کر رہا ہے لیکن خود انھوں نے اس بحث میں کوئی حصّہ نہیں لیا اور سارا وقت یوں بیٹھی رہیں جیسے کہ ان کے منہ میں زبان ہی نہ ہو۔

ایک دن کرپسکایا نے بہت ہی جھینپتے جھینپتے مجھ سے کہا: "ویرا۔ میں اس دن بہت شرما گئی تھی"۔

اس بحث میں کوئی اتفاق رائے نہ ہوسکا۔ والگا کے نوجوان نے مخالفین کی تصوراتی بنیادوں کو جھنجوڑ ڈالا تھا لیکن ہٹ دھرمی کا کیا علاج؟ ہزاروں برس بھی کتے کی دُم کو شکنجے میں جکڑے رکھو، وہ ٹیڑھی کی ٹیڑھی رہے گی۔ پھر بھی بحث میں اس نوجوان کے اصولی رویہ کی گہرائی اور گیرائی، مارکس کی تعلیمات پر اس کی دسترس —— پھر ان تعلیمات کی کسوٹی پر روسی زندگی کے تجزیہ کی قابلیت اور مزدور طبقہ کی فتح کے لئے انقلابی سوشیل ڈیموکریٹوں

www.taemeernews.com

کے بتائے راستے کی صداقت پر اس کے اعتماد نے کر وپسکایا کو بے حد متاثر کیا اور وہ دل ہی دل میں اس نوجوان کے تبحر اور ذہانت کی قائل ہو گئیں۔

گھر واپس جاتے ہوئے راستے میں نکولائی لیو ند ووچ مُیشچیریا کوف نے کر وپسکایا سے لینن اور ان کے خاندان کا غائبانہ تعارف کرایا اور جب یہ بتایا کہ اولیانوف کے بڑے بھائی الگزینڈر اولیانوف کو زار الگزینڈر سوم کے قتل کی سازش کے الزام میں پھانسی دی گئی تو کر وپسکایا کا دل غم و غصہ کے ملے جلے جذبات سے تڑپ اٹھا۔

"تو یہ ہے ان کی زندگی! کتنی کڑی آزمائشوں سے گزرنا پڑ رہا ہے ان کو!" کر وپسکایا سارا راستہ اسی سوچ میں کھوئی رہیں اور لمحہ بہ لمحہ اولیانوف کے ساتھ ہمدردی کا احساس گہرا۔ . . . اور گہرا ہوتا چلا گیا۔ اس کے کئی سال بعد کر وپسکایا نے لکھا:

"ایلیچ اور میں، اس وقت ایک دوسرے سے ملے جب ہم دونوں پختہ انقلابی مارکسی بن چکے تھے ـــــ اور اس بات نے ہماری زندگی اور سرگرمی دونوں کو متاثر کیا۔"

کر وپسکایا، اکثر مزدوروں کے اسکول کا تذکرہ کیا کرتی تھیں جہاں وہ ایک معلمہ کی حیثیت سے پڑھاتی بھی تھیں اور مارکس واد کا پرچار بھی کیا کرتی تھیں یہ اسکول، کر وپسکایا کی یادوں کا ایک عزیز ترین سرمایہ تھا

---

۱ نکولائی لیوندووچ میشچیریاکوف، بعد میں بالشویک پارٹی کے ایک اہم عہدیدار منتخب ہوئے۔

www.taemeernews.com

یہاں کے اُستادوں کو تنخواہ تک نہیں ملتی تھی اور بچوں کی تعلیم و تدریس، جیسا کہ آج ہم کہا کرتے ہیں بالکل ایک سماجی خدمت تھی۔ کروپسکایا کو زندگی گزارنے کے لئے کمانے کی ضرورت تھی لیکن اُنھوں نے اس ضرورت کو بھی پسِ پشت ڈال دیا تھا۔ مزدوروں سے ربط ضبط..... ان کی حرماں نصیب زندگی اور ان کے جان لیوا کام کے حالات سے گہری واقفیت نے کروپسکایا کے مارکسی نظریاتی علم کو لازوال توانائی بخشی اور ان کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے پرولتاریہ سے وابستہ کر دیا۔ نادیژدا اور ان کے ہمخیال ساتھیوں کے لئے یہ مصروفیت ایک ایسا عظیم تجربہ تھی جس نے ان کے ایقان کو فولاد کی طرح سخت اور چٹان کی طرح اٹل بنا دیا۔

اس زمانے میں نادیژدا کانستینوونا کافی قبول صورت لڑکی تھیں۔ سرو قد متناسب اعضا، کشادہ پیشانی، پُرکشش، تیز اور چمکدار بھورا پن لی ہوئی نیلگوں آنکھیں گھنی نوکدار بھنویں۔ لانبے لانبے بال، معصوم بیضوی چہرہ ـــــ وہ ہمیشہ سیدھے سادے اور معمولی کپڑے پہنا کرتی تھیں لطف کی بات تو یہ ہے کہ خود کروپسکایا کو اپنی وجاہت کا احساس نہیں تھا۔ وہ ہمیشہ کڑھتی رہتیں کہ وہ اپنے باپ کی طرح نہیں ہیں۔ وہ کافی خوبصورت اور خوش شکیل و جمیل تھے۔ کالے کالے چمکدار گھنگھریالے بال نیلی نیلی آنکھیں ـــــ "لیکن میں ـــ میں تو بالکل اپنی ماں پر گئی ہوں"۔ وہ کہا کرتیں "میری آنکھوں اور بالوں کا رنگ "پیٹرسبرگ" والوں کا ہے۔"

نادیژدا کانستینوونا، پیٹرسبرگ ہی میں پیدا ہوئیں اور پروان چڑھیں یہیں انھوں نے اعلیٰ اسکول کی تعلیم مکمل کی یہیں مارکسی بنیں اور یہیں ولادیمیر الیچ سے ان کی ملاقات بھی ہوئی۔ انھیں اپنے

www.taemeernews.com

اس آبائی شہر سے بے حد محبت تھی اور انھیں زندگی بھر اس بات کا ملال رہا کہ وہ اس شہر میں جی بھر کے نہ رہ سکیں۔

نادیژدا ایک محنت کش دانشور گھرانے کی چشم و چراغ تھیں۔ تاریخ اور ادب سے تو انھیں گرویدگی کی حد تک دلچسپی تھی۔ اُنھوں نے خوب جی لگا کر پڑھا اور امتیازی کامیابی کے ساتھ اسکول کی تعلیم مکمل کی۔

ان کے والد، کانسنتن اگناتیوچ کروپسکی ایک ترقی پسند شخص تھے اور انقلابی رجحانات رکھتے تھے۔ ان کی ماں بھی اپنے شوہر کی ہمخیال تھیں۔ انقلابی اشخاص اکثر ان کے گھر آیا جایا کرتے تھے۔ نادیژدا اوائل عمری ہی میں اپنے باپ کے سایہ سے محروم ہوگئیں۔ وہ بھی ۱۴ برس ہی کی تھیں کہ کروپسکی دق میں مبتلا ہو کر انتقال کر گئے۔ کروپسکایا، اپنے ماں باپ کی اکلوتی لڑکی تھیں۔ نہ کوئی بھائی نہ بہن ـــــ فطرت نے انھیں غیر معمولی صلاحیتیں عطا کی تھیں۔ آہنی عزم .... غیر متزلزل یقین .... انھوں نے اپنی ساری زندگی مزدور طبقہ کی خدمت کے لئے وقف کر دی۔ انقلاب سے ان کی پروانہ صفت وفاداری صرف کتابی نہیں تھی بلکہ عقلی تھی جس کے سوتے راست انقلاب اور سماجی بنا وٹ میں تبدیلی کی ناگزیریت کی تصور پذیری سے پھوٹتے ہیں۔ اس وفاداری کا سرچشمہ صرف انقلابی مارکسزم کے نظریہ کی تاریخی صداقت کا ادراک ہی نہیں تھا بلکہ ظلم و ستم کا شکار محنت کش عوام کے لئے بے پناہ محبت ..... انھیں احتیاج اور فاقہ کشی سے نجات حاصل کرنے میں مدد دینے کی بے پناہ خواہش بھی تھی۔

نادیژدا کانستنتینوونا کو کئی کڑے وقتوں کا سامنا کرنا پڑا۔ انھوں نے جو پیشہ ورانہ انقلابی راستہ منتخب کیا تھا، وہ کوئی آسان

www.taemeernews.com

راستہ نہیں تھا۔ زندگی میں کئی دشوار گزار مرحلے اور نشیب و فراز آئے لیکن کسی بھی وقت انھیں اپنے انتخاب کی صداقت پر شبہ نہیں ہوا۔

نادیژدا کانستنتینوونا کی زندگی میں جو بھی بہترین اور تابناک ترین تھا، وہ ولادیمیر ایلیچ سے وابستہ تھا۔ ان دونوں کی ۳۰۔ سالہ مشترکہ انقلابی جدوجہد، تخلیقی رفاقت، دوستی اور محبت مسرتوں سے بھرپور تھی۔ نادیژدا کانستنتینوونا اکثر کہا کرتی تھیں کہ وہ اپنی نجی زندگی میں بے حد خوش ہیں۔

ایک عظیم انسان کی شریکِ حیات ہوتے ہوئے اپنی انفرادیت گم نہ کر دینا، بڑا مشکل ہے اور پھر لینن جیسی عصر ساز شخصیت کے سامنے اپنا چراغ جلائے رکھنا، جوئے شیر لانا ہی تو ہے ـــ اگر نادیژدا کانستنتینوونا، ولادیمیر ایلیچ کی صرف بیوی ہی ہوتیں، صرف اپنے شوہر کی خدمت اور خبر گیری کرتیں اور ایسا ماحول مہیا کرتیں جس میں وہ قلبی اطمینان اور ذہنی سکون کے ساتھ کام کر سکیں، تب بھی ہم سب سوویت عوام ان کے بے انتہا شکر گزار اور ممنون احسان ہوتے لیکن وہ صرف بیوی ہی نہیں تھیں۔ کئی اعتبار سے وہ لینن کا جوڑ تھیں۔ وہ اپنے شوہر کی صبر آزما زندگی میں ہر موڑ پر ان کی وفادار دوست، رفیق کار اور پارٹی ساتھی بنی رہیں۔

فطری صلاحیتیں، متجسس ذہن، وسیع تعلیم، گہرا مارکسی علم، پارٹی کام کا غیر معمولی تجربہ، انقلاب کے مقصد سے بے پناہ وفاداری، محکم عزم جرأت و بیباکی ..... نادیژدا کانستنتینوونا کی شخصیت کی یہ امتیازی خصوصیات تھیں۔

www.taemeernews.com

لینن بھی کروپسکایا کی بے حد عزت اور احترام کیا کرتے تھے۔ ہر معاملہ میں ان سے مشورہ کرتے۔ اپنے افکار اور منصوبوں پر سب سے پہلے کروپسکایا کے ساتھ تبادلۂ خیال کرتے۔ ان دونوں کی رفاقت مکمل اور ہم آہنگ تھی۔

پیٹرسبرگ کے مارکسیوں کے ایک اجتماع میں پہلی ملاقات کے بعد ولادیمیر ایلیچ اور ناديژدا کانستنتینوونا ایک دوسرے کے دوست بن گئے۔ مشترکہ مقاصد، مشترکہ تصورات، سوشیل۔ڈیموکریٹک تنظیم میں مشترکہ کام... فکر و عمل کی اس اشتراکیت نے ان دونوں کو ایک دوسرے سے قریب کر دیا اور ان کے دلوں میں دبے پاؤں ایک دوسرے کی محبت گھس آئی لیکن ابھی انھیں اس نئے مہمان کی موجودگی کا احساس ہونے بھی نہ پایا تھا، کسی نے دوسرے سے دل کی بات کہی بھی نہ تھی کہ گرفتار کر لئے گئے۔ پہلے ولادیمیر ایلیچ اور اس کے چھ مہینے بعد ناديژدا کانستنتینوونا جوان سال اولیانوف سے جدائی کے اسی زمانے میں کروپسکایا کو محبت کا احساس ہوا اور وہ شدت کے ساتھ محسوس کرنے لگیں کہ ولادیمیر ایلیچ ان کی زندگی، ان کی قسمت بن چکے ہیں۔

ادھر جیل میں لینن کا بھی یہی حال تھا۔ وہ بھی اکثر ناديژدا کانستنتینوونا کی یاد میں کھوئے رہتے۔ ہر وقت انھیں یہ فکر ستاتی رہتی کہ کہیں کروپسکایا بھی تو گرفتار نہیں کر لی گئیں۔ ایک مرتبہ انھوں نے خط کے ذریعہ اپنے رشتہ داروں سے دریافت کیا کہ "کیا کتب خانے میں مورنیہ کے بارے میں کوئی کتاب ہے؟" پارٹی میں مورنیہ یا مچھلی، کروپسکایا کا فرضی نام تھا۔ اولیانوف کے رشتہ دار بھی سمجھ گئے کہ وہ یہ جاننا چاہتے ہیں کہ آیا کروپسکایا بھی گرفتار

www.taemeernews.com

ہو گئی ہیں؟ چنانچہ جب اولیانوف کو اپنے خط کا جواب ملا اور یہ معلوم ہوا کہ کتب خانے میں مورنیما کے بارے میں کتاب ہے، تو وہ بے حد خوش ہوئے۔ نادیژدا کانستنتینووناابھی گرفتار نہیں ہوئی تھیں وہ نادیژدا سے ملنا چاہتے تھے لیکن بعض مجبوریاں ایسی تھیں کہ نادیژدا ان سے ملنے کے لیے جیل نہیں آسکتی تھیں۔

——— اگر وہ ایک منگیتر کی حیثیت سے آتیں تو پولیس کو پارٹی کے ساتھ اُن کے ربط و تعلق کا پتہ لگ جاتا

——— ولادیمیرا یلیئچ نے اُنھیں ایک خفیہ پیغام بھیجا اور خواہش کی کہ وہ شپالیرنایا اسٹریٹ آئیں جہاں ابتدائی جیل خانہ واقع تھا اور جیل کے سامنے سڑک کے کنارے کھڑی رہیں۔ ولادیمیرا یلیئچ کو عام طور پر دن کے سوا دو بجے غلام گردش میں ٹہلنے کے لئے ان کی کوٹھری سے باہر نکالا جاتا تھا اس غلام گردش کی کھڑکیاں سڑک کی طرف تھیں جن میں سے وہ سڑک کے دوسرے کنارے پر دیکھ سکتے تھے۔ نادیژدا کانستنتینووناسلسل تین دن تک شپالیرنایا اسٹریٹ جاتی اور وہاں روزانہ ایک ایک گھنٹہ تک کھڑی رہتی رہیں اتفاق سے ان ہی دنوں لینن کو ٹہلنے کے لیئے کوٹھری کے باہر نہیں لایا گیا اور یہ بات نادیژدا کانستنتینووناکو صرف شہر بدری کے زمانے میں معلوم ہوئی جب وہ اور لینن ایک ساتھ رہتے تھے۔

روس میں کپڑا مزدوروں کی بے مثل ہڑتال کے فوراً بعد کس وسپکایا گرفتار کرلی گئیں "انجمن جدوجہد برائے آزادی مزدور" کے پرچم تلے

www.taemeernews.com

تیس ہزار مزدوروں نے حصّہ لیا۔ کرہ ویسکایا اس انجمن کی سرگرم رکن تھیں۔ گرفتاری کے بعد انھیں بھی اسی جیل میں رکھا گیا جہاں ولادیمیر ایلیچ نظر بند تھے۔ یہاں ملاقات کے لئے آنے والے رشتہ داروں کے توسط سے ان دونوں کی آپس میں خط وکتابت ہوتی رہی۔

اسی اثنا میں لینن کو شہر بدری کی سزا ہوئی اور وہ سائبریا بھیج دیے گئے۔ اس وقت تک کرہ ویسکایا کے مقدمہ کا فیصلہ نہیں ہوا تھا۔

ایک دن لینن نے کرہ ویسکایا کی ماں الیزا ویتاواسیلیئونا کے توسط سے کرہ ویسکایا کو ایک خط بھیجا جو "کیمیا" کی مدد سے لکھا گیا تھا۔ اس خط میں لینن نے کرہ ویسکایا سے اظہارِ محبّت کیا تھا۔ اس کے بعد جب وہ شہر بدر ہوکر سائبریا میں شوشنسکوئے گاؤں پہنچ گئے تو پھر انھوں نے "کیمیا" کی مدد سے کرہ ویسکایا کو ایک خط لکھا کہ وہ ان کے پاس چلی آئیں اور ان کی شریکِ زندگی بن جائیں۔

نادیژدا کانستنتینووناکو صوبہ اوفا میں تین سال کے لئے شہر بدری کی سزا دی گئی لیکن انھوں نے ولادیمیر ایلیچ کی منگیتر کی حیثیت سے اپنی شہر بدری کی میعاد بھی شوشنسکوئے گاؤں میں گزارنے کی اجازت حاصل کرلی۔

اس کے بعد ولادیمیر ایلیچ اور نادیژدا کانستنتینوونا ایک جان دو قالب بن گئے۔ یہ محبّت ہی تھی حقیقی محبّت، جس نے ان دونوں کو ایک ہی بندھن میں جکڑ دیا۔ نادیژدا کانستنتینوونا نے اپنی شہر بدری کی زندگی کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا کہ: "ہم دونوں کی ابھی ابھی شادی ہوئی تھی .... ہم نئے نئے دولھا دولہن تھے —— زندگی کے اس

www.taemeernews.com

نئے دور نے ہماری شہر بدری کو درخشاں بنا دیا تھا ـــــ اگر میں اپنی یادداشتوں میں ان دنوں کا تذکرہ نہیں کرتی ہوں تو اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں ہے کہ ہماری زندگی میں کوئی شاعرانہ احساس، کوئی جوان جذبہ ہی نہیں تھا۔"

ان دونوں کی زندگی میں شاعری بھی تھی اور بے پناہ محبت بھی ـــــ اور یہ دونوں باتیں عمر بھر ساتھ ساتھ رہیں۔

کروپسکایا کی ازدواجی زندگی کا یہ ایک معمول بن گیا تھا کہ وہ دن بھر کی ایک ایک بات ولادیمیر ایلیچ کو سنایا کرتی تھیں اور وہ بڑی ہمدردی ـــــ اور بڑی توجہ کے ساتھ کروپسکایا کی باتیں سنا کرتے تھے، انھیں ڈھارس دیتے، مشورے دیتے، دل بڑھاتے لینن کی موت کے بعد کروپسکایا کو یہ کمی ہر وقت ڈسنے لگی۔ انھوں نے ستمبر ۱۹۳۰ء میں گورکی کو لکھا:

"کاموں کا ایک بے شمار انبار لگا ہے اور کارکنوں کی بے پناہ کمی ہے۔ ہمارا سارا عملہ تاؤ پیچ کھا رہا ہے، ہر ایک کی ہمت جواب دے گئی ہے ہر قسم کی تعلیم کے لئے نیچے سے زبردست مانگ ہو رہی ہے۔ بہت ساری انتہائی دلچسپ چیزیں ہیں۔ اور میں زندگی کی اس ہماہمی سے سکون کا ایک لمحہ بھی نکال نہیں پاتی ـــــ وہ جو ایک شاعر نے اپنی نظم میں کہا ہے: میں متحرک ہونٹوں میں، ان ہونٹوں کو تلاش کرتا ہوں جنھیں خاموش ہوئے ایک زمانہ بیت گیا اور جیتی جاگتی آنکھوں میں وہ آگ ڈھونڈتا ہوں جو عرصہ ہوا کہ بجھ گئی۔ اب تو میرے لئے یہ بے قرار زندگی، لینن کی یاد کے ساتھ وابستہ ہو کر رہ گئی ہے ہیں تو بس ہر وقت یہی سوچتی رہتی ہوں کہ آج اگر وہ زندہ ہوتے تو فلاں معاملہ میں کیا رائے دیتے؟ مزدور اکثر میرے پاس آیا کرتے ہیں۔ ایک

www.taemeernews.com

مرتبہ منطقہ ریوانو وو سے مزدوروں کا ایک وفد مجھ سے ملنے کے لئے آیا ۔۔۔ کسی مسئلہ پر بات چیت کرنے، مشورہ لینے، کچھ کہنے، کچھ سننے ۔۔ کافی دیر تک ہماری بات چیت جاری رہی۔ جب وہ رخصت ہو کر جانے لگے تو ان میں سے ایک شخص نے کہا: ہم ایک زمانے سے آپ کے ساتھ بات چیت کے خواہشمند تھے لیکن ہمارے خواب و خیال میں بھی یہ بات نہیں تھی کہ آپ کے ساتھ ہماری گفتگو اتنی مفید اور کار آمد ثابت ہوگی۔ اور آج میں یہ سوچ رہی ہوں کہ اگر ایلیچ زندہ ہوتے اور میں انھیں یہ واقعہ سناتی تو وہ کتنے خوش ہوتے۔"

نادیژدا کانستنتینوونا نے جو راستہ اختیار کیا تھا اس کو گورکی نے "دشوار گزار اور عظیم الشان" قرار دیا ہے لیکن خود کروپسکایا کی نظروں میں یہ کوئی غیر معمولی کارنامہ نہیں تھا۔ وہ اپنے آپ کو پارٹی کے عظیم جسم کا محض ایک خلیہ تصور کرتی تھیں اور یہ سمجھتی تھیں کہ وہ جو کچھ بھی کر رہی ہیں وہ ایک مخصوص وقت کا اہم ترین تقاضہ ہے۔

لیکن ہم نادیژدا کانستنتینوونا کے رول اور کام کی اہمیت کو اچھی طرح جانتے ہیں۔ پہلے "اسکرا" پھر بالشویک اخبار "فپریود" اور "پرولتاری" کی مجلس ادارت کی سکریٹری اس کے بعد ۱۹۰۵ء-۱۹۰۷ء کے دوران روس اور بیرون روس میں، ہماری پارٹی کی مرکزی کمیٹی کی سکریٹری کی حیثیت سے ایک طرف مرکز اور مقامی پارٹی تنظیموں اور دوسری طرف انفرادی پارٹی عہدیداروں کے درمیان تحریری رابطہ کا محور اور مرکز کروپسکایا ہی کی ذات تھی ۔۔۔ خطوط، ہدایت نامے، پیامات، مراسلے، نہ جانے انھوں نے کتنے لکھے! اور پھر کیا کچھ نہ ہوتا تھا ان میں ۔۔۔ مقامی پارٹی تنظیموں

www.taemeernews.com

اور عہدیداروں کے نام مرکزی کمیٹی کے فیصلے، ساتھیوں کے لئے لینن کی ہدایتیں، حکمت عملی، تدبیریں، مشورے ـــــ پاسپورٹ، خفیہ پتے، پارٹی لٹریچر کی ترسیل، روسی سرحد میں پارٹی ارکان کی غیر قانونی آمدورفت کا انتظام ..... یہ ساری ذمہ داریاں بھی کروپسکایا ہی کے سر تھیں۔ ان سارے کاموں کی خوش اسلوبی کے ساتھ تکمیل ہر کسی کے بس کی بات نہیں۔ اس کے لئے بے پناہ توانائی، وقت، دلجمعی اور دلچسپی کی ضرورت تھی وہ کیمیا کی مدد سے خطوط لکھا کرتی تھیں۔ اس قسم کے خطوط کے اہم حصے خفیہ تحریر میں لکھے جاتے تھے ـــــــــ لیکن سرحد پر ڈاک کی تنقیح کرنے والی پولیس کو مشکوک نہ بنانے کے لئے "دکھاوے" کا مضمون بھی لکھنا پڑتا تھا۔ چنانچہ غیر اہم باتیں عام روشنائی میں لکھی جاتی تھیں اور ان کے بین السطور میں "کیمیا" ہوتی تھی۔ پھر روس سے وصول ہونے والے خطوں کی "خفیہ تحریر" کو پڑھنا ہی نہیں بلکہ موصولہ اور جاریہ خطوط کو خصوصی کاپیوں میں نقل بھی کرنا پڑتا تھا اب یہ کاپیاں مارکسزم۔لینن ازم انسٹی ٹیوٹ میں محفوظ کردی گئی ہیں اور اس دور کی پارٹی تاریخ کا مطالعہ کرنے والوں کے لئے انتہائی قیمتی دستاویزات کی حیثیت رکھتی ہیں۔

کروپسکایا نے ترکِ وطن کے زمانے میں اپنی فرصت کا وقت بیرونی ملکوں کے تعلیمی نظام اور تعلیماتی ڈھانچے کے مطالعہ میں گزارا۔ وہ مستقبل کے اسکول کا نقشہ تیار کررہی تھیں اور یہی سوال ان کا مرکز نظر بنا ہوا تھا کہ مزدور طبقہ کی فتح کے بعد اسکول کیسے ہونے چاہئیں؟ انھیں مارکس اور اینگلز کی تصنیفوں میں تعلیمات کے سوالوں پر صحیح رویہ کی کلید مل گئی اور انھوں نے علم تعلیم کے بارے میں ماضی کے عظیم استادوں کے

www.taemeernews.com

تصورات کی رُوح کی گہرائیوں کو چھان ڈالا۔

تعلیمی اُمور کے بارے میں ان کے افکار کا ثمر ان کی کتاب "جمہوریت اور تعلیم عامّہ" ہے جو اُنھوں نے ترکِ وطن کے دور ہی میں لکھی تھی اسی تصنیف پر اُنھیں ۱۹۳۶ء میں علوم وفنونِ تعلیم کی ڈاکٹریٹ دی گئی سولادیمار ایلیئچ نے گورکی کے نام ایک خط میں اس کتاب کی بے حد تعریف کی ہے۔ یوں تو یہ تصنیف ۱۹۱۵ء میں مکمل کر لی گئی تھی لیکن ۱۹۱۷ء سے پہلے شائع نہ کی جا سکی۔

فروری انقلاب کے بعد لینن کے ساتھ کروپسکایا بھی روس واپس آگئیں اور آتے ہی سیاسی سرگرمیوں میں جٹ گئیں۔

جولائی واقعات کے بعد لینن کو روپوش ہو جانا پڑا اس عرصہ میں کروپسکایا ہی پارٹی کی مرکزی کمیٹی اور لینن کے درمیان رابطہ کی کڑی بنی رہیں —— وہ سیستورتسکی فیکٹری کی ایک مزدور اگافیا اتمانووا کے بھیس میں دو مرتبہ فن لینڈ گئیں اور لینن سے ملیں اس کے بعد انھوں ہی نے لینن کے پیتروگراڈ میں ایک پکی بالشویک فوفانووا کے مکان میں روپوش قیام کا بندوبست کیا ———— جہاں وہ روزانہ جایا کرتی تھیں اُسی مکان سے لینن اکتوبر کی ایک رات کو اسمولنی آگئے۔

اکتوبر ہی کے دنوں کروپسکایا بھی اقتدار پر مزدور طبقہ کے قبضہ کے لئے وائبورگ ضلع کے مرد اور عورت مزدوروں کے دوش بدوش لڑیں۔

سوویت ریاست کے قیام کے اوّلین دور ہی میں کروپسکایا روسی سوویت وفاقی سوشلسٹ جمہوریہ کی عوامی کمیساریت برائے تعلیم کے کالجیم

www.taemeernews.com

کی رُکن مقرر کی گئیں اور ۱۹۲۹ء سے نائب عوامی کمیسار برائے تعلیم کے عہدے پر فائز رہیں۔ سوویت مزدور پالی ٹیکنیکل اسکولوں کا قیام، بالغ آبادی کے لئے تعلیمی اور سیاسی کام کے ایک مکمل نظام کی تخلیق اور کمیونسٹ تعلیم کے مسئلہ سے کروپسکایا کو گہری دلچسپی تھی اور انھوں نے ان امور کی تکمیل کے لئے اپنی ساری صلاحیتیں اور توانائیاں وقف کردی تھیں۔ اسی لئے تو ان کو عوامی کمیساریت برائے تعلیم کی "روحِ رواں" کہا جاتا ہے۔

کروپسکایا کی سرگرمیاں بڑی گوناگوں اور متنوع تھیں اور تعجب ہوتا ہے کہ ایک گوشت پوست کا انسان آخر کس طرح ان مسائل پر جو بیک نظر ایک دوسرے سے بالکل مختلف دکھائی دیتے ہیں، تخلیقی اور بارآور کام کرسکتا ہے! لیکن اگر آپ ان پر غور کریں تو یہ بات صاف ہو جاتی ہے کہ یہ سارے مسائل بنیادی طور پر ایک دوسرے سے مربوط تھے اور سارا کام عوام کی کمیونسٹ تعلیم، اور کمیونسٹ سماج کی تعمیر کی اوّلین شرائط کی تخلیق پر مرکوز تھا۔

کروپسکایا نے عوام کو لینن کی زندگی اور سرگرمیوں سے واقف کرانے اور ان کے نظریات و تصورات کا پرچار کرنے میں زبردست حصّہ لیا۔ ولادیمیر ایلیچ کے بارے میں ان کی یادداشتیں، ان کے مضامین اور انکی تقریریں آج تک بھی ایک جیتے جاگتے لینن کو محسوس کرنے میں مدد دیتی ہیں۔ اس ماحول کو نگاہوں کے سامنے متحرک کردیتی ہیں جس میں لینن زندہ اور سرگرم رہے پارٹی ساتھیوں کے ساتھ لینن کے تعلقات اور ان کی جرأت آفریں زندگی کے عظیم مفہوم کا ادراک بخشتی ہیں۔

کروپسکایا ہی لینن کی پہلی سوانح نگار تھیں۔

وہ ہر سوال کو اصولی نقطۂ نظر سے جانچتیں پرکھتیں... ہر مسئلہ کو انقلاب

www.taemeernews.com

اور مزدور طبقہ کے مفادات کے معیار پر حل کرتیں۔

ایک انقلابی کی جتنی بیش قیمت اوصاف ہوسکتی ہیں، وہ سب کی سب نادیژدا کانستنتینوونا میں بدرجہ اتم موجود تھیں۔ خلق و مروت، شرافت اور کریم النفسی کے ساتھ ساتھ جرات و دلاوری اور حق گوئی و بیباکی تو ان کی فطرتِ ثانیہ تھی۔ جوانی ہی کی طرح آخر عمر تک وہ غیر متزلزل عزم و ثبات اور سرگرمی و استقلال کا پیکر بنی رہیں۔ زندگی کی سب سے زیادہ کٹھن گھڑیوں میں بھی انھوں نے صبر و ضبط کا دامن ہاتھ سے جانے نہیں دیا۔ لینن کی موت اور جنازے کے وقت ہوش و حواس قائم رکھنا، عام انسان کے بس کی بات نہ تھی۔ اس صدمے کو خندہ پیشانی کے ساتھ برداشت کرنے کے لئے فولاد کا دل اور لوہے کا جگر چاہئے تھا لیکن اس وقت بھی کروپسکایا میں اتنی ہمت تھی کہ انھوں نے سوویتوں کی دوسری کل۔ یونین کانگریس کے ماتمی اجلاس کو اسی شان سے مخاطب کرتے ہوئے کمیونسٹوں کو لینن کے علم اور پارٹی کے پرچم تلے متحد ہو جانے کی آواز دی۔ لینن کے لئے مزدوروں اور کسانوں کی محبت، انقلاب کے مقصد کے ساتھ ان کی وفاداری اور پارٹی ـــــ یہی کروپسکایا کی طاقت کے سرچشمے تھے۔ پارٹی کا نظم و ضبط اور پارٹی کے فیصلوں کی تعمیل ان کے لئے ایک قانون کی حیثیت رکھتے تھے ـــــ وہ کسی مجبوری کے تحت نظم و ضبط کی پابندی نہیں کرتی تھیں بلکہ نظم و ضبط کے خمیر ہی سے ان کا کردار گوندھا گیا تھا۔ ایسا کبھی نہیں ہوا کہ وہ کسی جلسے یا اجلاس میں دیر سے پہنچی ہوں عام طور پر وہ مقررہ وقت سے پانچ دس منٹ پہلے ہی آجایا کرتی تھیں اور انھیں دوسروں میں نظم و ضبط کی کمی کے باعث انتظار میں اپنا قیمتی وقت ضائع کرنا پڑتا تھا۔ اگر وہ کسی خاص تاریخ تک کوئی کام کرنے کا

www.taemeernews.com

وعدہ کرلیتیں تو پھر وہ وقت ٹلنے نہیں پاتا۔

کمیونسٹ پارٹی کی ۱۳ سویں کانگریس نے فیصلہ کیا کہ لینن کی تمام قلمی تحریریں اور ان کی زندگی یا سرگرمیوں سے متعلق تمام دستاویزیں اور مواد لینن انسٹی ٹیوٹ میں یکجا کر دیا جائے۔ چنانچہ کانگریس نے تمام پارٹی ارکان کو ہدایت کی کہ اگر ان کے پاس ایسی کوئی چیز ہو تو وہ اس کو انسٹی ٹیوٹ میں داخل کر دیں۔ کروپسکایا نے انسٹی ٹیوٹ کو ایک ہزار سے زیادہ دستاویزیں دیں ان میں لینن کے قلمی مضامین، نوٹ، نظریاتی مقالے، شارٹ ہینڈ تقریریں شامل تھیں۔ کروپسکایا کے پاس لینن کے دو شخصی خطوط بھی تھے جو لینن نے انھیں ۱۹۱۹ء کے موسم گرما کے دوران اس وقت لکھے جبکہ وہ والگا اور کاما پر جہاز "سرخ ستارہ" میں سفر کر رہی تھیں۔ پچیس سالہ ازدواجی زندگی میں شاید ہی کبھی ولادیمیر ایلیچ اور نادیژدا کانستنتینوونا نے ایک دوسرے کو خط لکھا ہو خط لکھنے کی ضرورت ہی کب پیش آئی؟ وہ دونوں تو سایہ کی طرح ایک دوسرے کے ساتھ ساتھ رہے۔ اُنیسویں صدی کی آخری دہائی میں —— جو تھوڑے بہت خطوط ایک دوسرے کو لکھے، سو وہ رکھے نہ جا سکے اور اسی زمانے میں تلف ہو گئے۔ اب لے دیکے صرف یہی دو خطوط رہ گئے تھے جن میں محبت کی گرمی و گرمجوشی بھی تھی اور دلسوزی و فکرمندی بھی۔ ان خطوط میں لینن نے کروپسکایا کو "پیاری نادیوشکا" کہہ کر مخاطب کیا ہے اور انھیں اپنی سرگرمیوں سے واقف کراتے ہوئے لکھا ہے کہ وہ ان کی صحت کے بارے میں انتہائی فکرمند رہتے ہیں۔ پھر لینن نے کروپسکایا کو تاکید کی ہے کہ وہ اپنی صحت کا خیال رکھیں۔ یہ خطوط کروپسکایا کو جان سے زیادہ

www.taemeernews.com

عزیز تھے۔ وہ اکثر ان خطوں کو پڑھتیں اور لینن کو یاد کر کے زار و قطار
رونے لگتیں۔

کساویسکایا کی اس وارفتگی کو دیکھ کر ایک دن میں نے اُن سے کہا:
"نادیژدا کانستنتینووِنا! آپ ان خطوط کو لینن انسٹی
ٹیوٹ کے حوالے نہ کیجئے۔ انھیں اپنے ہی پاس رہنے دیجئے۔"
"نہیں! دیروچکا تم نہیں سمجھتیں!" انھوں نے مجھے گھورتے
ہوئے کہا "یہ پارٹی کانگریس کا فیصلہ ہے اور پارٹی کانگریس کا فیصلہ پارٹی
کے ہر رکن کے لئے واجب التعمیل ہوتا ہے ــــ مجھ پر بھی اس کی پابندی
واجب ہے۔ سمجھیں۔"

اور انھوں نے یہ دونوں خطوط بھی لینن انسٹی ٹیوٹ کے حوالے
کر دیئے۔ یہ خطوط کلیاتِ لینن، جلد ۵۔ میں شامل ہیں۔

نادیژدا کانستنتینووِنا اپنے ساتھ کام کرنے والوں کو کبھی
بھی زبانی نصیحتیں نہیں کیا کرتی تھیں۔ کبھی بھی وعظ نہیں پلایا کرتی تھیں۔
انھوں نے اپنے طرزِ زندگی اور طریقِ عمل سے ہمیں یہ سکھایا کہ ایک کمیونسٹ
کو کیسا ہونا چاہیئے۔

وہ عوام کے ساتھ گہرا ربط رکھتی تھیں۔ مزدور اور کسان عورتوں مردوں
سے ملنا، ان سے بات چیت کرنا، کچھ سمجھنا، کچھ سمجھانا تو ان کا معمول سا
تھا۔ وہ ان کی زندگی، ان کی تمناؤں اور ان کی فکروں سے بخوبی واقف
تھیں۔ وہ کہا کرتی تھیں کہ ہر عہدیدار کو عوام سے بات چیت کرنے اور
سیدھی سادی واضح اور ناقابلِ فہم زبان میں لکھنے کے قابل ہونا چاہیئے۔
خود نادیژدا کانستنتینووِنا سلیس زبان میں لکھتی اور بولتی تھیں۔ انھیں

www.taemeernews.com

پیچیدہ مسائل کو بھی شرح وبسط کے ساتھ ایسی سیدھی سادی زبان میں لکھنے کا ملکہ حاصل تھا جس کو ہر مزدور آسانی کے ساتھ سمجھ جائے۔ اور یہی وجہ تھی کہ ان کے الفاظ ذہن نشین ہو جاتے اور زبان وقلم سے نکلتے ہی پڑھنے سننے والوں کے دلوں میں اتر جاتے۔

وہ بڑی منکسر المزاج اور سادگی پسند تھیں۔ ان کی فطرت میں خودستائی اور بناوٹ نام کو نہیں تھی۔ وہ اپنے لئے کسی بھی قسم کی مراعات یا امتیازات کو قطعاً گوارا نہیں کرتی تھیں۔

جون ۱۹۳۸ء میں روسی سوویت وفاقی سوشلسٹ جمہوریہ کی اعلیٰ سوویت کے انتخابات ہو رہے تھے۔ ان دنوں کروپسکایا اور میں ماسکو کے قریب ایک آرام گھر میں تھے۔ جہاں سے رائے دہی کا مرکز لگ بھگ دو کیلو میٹر دور تھا۔ اس وقت ان کی عمر ۶۹ سال تھی اور صحت بھی کچھ اچھی نہیں تھی۔ ان کا دل کمزور تھا۔ اس کے باوجود جب میں نے ان سے یہ کہا کہ رائے دہی کا مرکز آپ کو لانے کے لئے موٹر بھیجنا چاہتا ہے تو انھوں نے اس سہولت کو قبول کرنے سے قطعاً انکار کر دیا اور کہنے لگیں "نہیں! یہ میرے لئے بڑی سوہانِ روح بات ہے"۔

جارج برنارڈ شا ۱۹۳۱ء کے موسم گرما میں سوویت یونین آئے تھے۔ انھوں نے نادیژدا کانستنتینوونا سے بھی ملاقات کی۔ اس موقع پر میں بھی موجود تھی ان دنوں نادیژدا کانستنتینوونا اور ماریا ایلئیچنا گورکی میں مقیم تھے۔ برنارڈ شا ان سے ملنے کے لئے

۱؎ لینن کی بہن۔

www.taemeernews.com

وہیں آئے۔ ان کے ساتھ برطانوی پارلیمنٹ کی رکن لیڈی ایستر بھی تھیں رسمی بات چیت کے بعد تہذیب اور عوامی تعلیم کے موضوع پر کچھ دیر گفتگو ہوتی رہی۔

"اچھا! یہ تو بتائیے کہ آپ کے شوہر نے آپ کے لئے کیا آذوقہ چھوڑا؟" برنارڈ شا نے اچانک سوال کیا۔

"میرے شوہر نے کوئی آذوقہ نہیں چھوڑا" کروپسکایا نے بڑی حیرت سے برنارڈ شا کو دیکھتے ہوئے کہا: "میں خود کام کرتی ہوں اور کافی کما لیتی ہوں"

برنارڈ شا نے پھر اسی سوال کو انگریزی میں دہرایا۔ ان کا خیال تھا کہ نادیژدا کانستینوونا نے ان کے سوال کو نہیں سمجھا ہے لیکن اس مرتبہ بھی انھیں یہی جواب ملا پھر انھوں نے فرانسیسی میں یہی سوال کیا نادیژدا کانستینوونا نے پھر وہی جواب دیا۔

"میں خود کام کرتی ہوں اور کافی کما لیتی ہوں"

"آپ کے شوہر کی کتابیں لاکھوں کی تعداد میں چھپتی ہیں۔ ان کی رائلٹی تو یقیناً آپ کو ملتی ہی ہوگی؟"

"میرے شوہر کی تمام تصانیف عوام کی ملکیت ہیں، میری نہیں"

"شاید آپ کو اس کے معاوضہ میں کوئی وظیفہ ملتا ہو" لیڈی ایستر نے پوچھا

"جی نہیں!"

برنارڈ شا نے جب یہ سنا کہ کروپسکایا کو وظیفہ بھی نہیں ملتا تو انھوں نے اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف بلند کرتے ہوئے کہا:

"نہیں! نہیں! میں یہ بات تو انگلینڈ میں کبھی کہہ ہی نہیں سکوں گا بھلا کون اس بات پر یقین کریگا کہ لینن کی شریک حیات اپنی گزر بسر کے لئے خود ہی کماتی ہیں"

..... اور برنارڈ شا آخری الفاظ کو زور دیکر بار بار دہراتے رہے۔

"خود ہی کماتی ہیں ـــــ خود ہی کماتی ہیں ـــــ"

www.taemeernews.com

اپنے بین الاقوامی زاویئے

خریدار بنیئے

سوویت لینڈ: ہر ۱۵۔ روز میں اردو، انگریزی، ہندی، پنجابی، تامل، تیلگو، ملیالم، کنٹری، بنگالی، اڑیا، آسامی، گجراتی اور مراٹھی میں شائع ہوتا ہے۔ اس کا مطالعہ ہندستان اور سوویت یونین کے عوام کے درمیان لافانی دوستی، فہم اور بہتر تعلقات کے قیام کا موقع دیتا ہے۔ اس کے علاوہ سوویت عوام کی قومی زندگی کے ہر شعبے میں حاصل کی ہوئی کامیابیوں سے جانکاری حاصل کرنے کا موقع فراہم کرتا ہے۔

شرح خریداری

انگریزی	ایک سال کیلئے ۷ روپے	تین سال کیلئے ۱۴ روپے
قومی زبانوں میں	ایک سال کیلئے ۶ روپے	تین سال کیلئے ۱۲ روپے

دفتر: سوویت لینڈ
۲۵۔ بارہ کھمبا روڈ
نئی دہلی

دفتر: سوویت دیس
۱/۱۔ ووڈ اسٹریٹ
کلکتہ۔۱۶

www.taemeernews.com

نگاہ کو وسعت دیجئے!

اور مطالعہ کیجئے

سوویت ریویو: سوویت پریس کا ڈائجسٹ ہے جو اردو، ہندی انگریزی، پنجابی، بنگالی، تامل، ملیالم، مراٹھی، گجراتی اور تیلگو میں ہر مہینہ پانچ مرتبہ شائع ہوتا ہے۔ اس کے ذریعہ آپ سوویت یونین کی داخلی اور خارجہ پالیسی سے واقفیت حاصل کرسکتے ہیں۔ اس میں ہند سوویت معاشی تعاون اور تہذیبی تعلقات کے متعلق بھی مکمل معلومات ہوتی ہیں۔

ایک سال کیلئے: ۴ روپے دو سال کیلئے: ۷ روپے

تین سال کیلئے: دس روپے

براہِ مہربانی اپنا چندہ ہمیں یا ہماری برانچ آفسوں، بمبئی، کلکتہ مدراس کو بھیجیں۔ منی آرڈر/ کراس پوسٹل آرڈر/ کراس بینک ڈرافٹ سوویت لینڈ نئی دہلی، بمبئی، کلکتہ یا مدراس کے نام پر ہی بنائے جائیں۔

دفتر: سوویت دیس
"پیراڈائز"
۵۱-ایل بھولا بھائی ڈیسائی روڈ بمبئی -۲۶

دفتر: سوویت ناڈو
۴۴-تھیاگاریا روڈ
ٹی نگر- مدراس - ۱۷

www.taemeernews.com

اقلیتوں کے حقوق اور مفادات کا بیباک علم بردار

مزدوروں، کسانوں اور محنت کشوں کی آواز

ہندستانی کمیونسٹ پارٹی کا ترجمان

ہفتہ وار — نئی دہلی

حیات

ایڈیٹر: مہدی عابدی

شرح چندہ: ۱۲-روپے سالانہ ، ۶ روپے ششماہی

اپنے ایجنٹ سے حاصل کیجئے یا اس پتے پر خط لکھیئے

منیجر ہفتہ وار "حیات"

۱۵-کوٹلہ روڈ، اجے بھون، نئی دہلی ۱

ٹیلیفون نمبر: ۲۷۹۶۷۶

www.taemeernews.com

افسانوں اور افسانہ نگاروں کا تعارف

زویا ووسکریسینسکایا: مشہور سوویت ادیبہ کے اس شہ پارے "دودھیا اندھیرا" کا پس منظر ۱۹۰۵ء کا پہلا "روسی انقلاب" ہے۔ اس میں عظیم لینن کی زندگی اور انقلابی سرگرمیوں کا صرف ایک واقعہ بیان کیا گیا ہے جبکہ لینن بالشویک پارٹی کو مستحکم اور اس کی صفوں کو مضبوط و منظم بنانے اور زارشاہی پر ایک اور حملہ کی تیاریاں کرنے کے کام کو جاری رکھنے کے لئے روس سے ترک وطن کرکے عارضی طور پر سوئٹزرلینڈ چلے گئے تھے۔

ایم۔ فوفانووا: (پیدائش ۱۸۸۳ء)۔ انھوں نے ۱۹۰۲ء ہی سے انقلابی تحریک میں عملی حصہ لینا شروع کردیا تھا۔ وہ ۱۹۱۷ء کے دوران کمیونسٹ پارٹی میں شریک ہوئیں "فروری انقلاب" کے بعد انھیں پیتروگراد سوویت کی رکن منتخب کیا گیا۔ اکتوبر ۱۹۱۷ء میں انھوں نے وائبورگ ضلع پارٹی کمیٹی کی ہدایت پر لینن کو فن لینڈ سے آنے کے بعد اپنے فلیٹ میں روپوش رکھا ۔۔ "۲۴ اکتوبر"

www.taemeernews.com

انھی کی یادوں کی ایک جھلک ہے

ایوان ارامیلیف: (۱۸۹۶ء-۱۹۵۱ء) یہ مشہور سوویت مصنف گزرے ہیں۔ انھوں نے یہ کہانی شکار ایک ماہر شکاری ای۔وی سالیابئیف کی زبانی سن کر لکھی جو ان کی مشہور کتاب "شکاری کا راستہ" میں شامل ہے۔

اسٹیفن گل: یہ لینن کے شوفر تھے اور ۱۹۱۷ء سے ۱۹۲۴ء تک لینن کے بہت قریب رہے۔ "قاتلانہ حملہ" ان کا آنکھوں دیکھا حال ہے جس کو انھوں نے اپنی تصنیف "چھ سال لینن کے ساتھ" میں قلمبند کیا ہے۔

عوامی ادیب مرزا ابراہیموف: ۱۹۱۱ء کے دوران جنوبی آذربائیجان کے ایک گاؤں کے غریب کسان گھرانے میں پیدا ہوئے۔ وہ اوائل عمر کا ہی میں باکو چلے گئے اور تیل کے چشموں پر کام کرتے تھے۔

ان کی نظمیں، فیچر اور افسانے ۱۹۳۰ء سے چھپ رہے ہیں اور اب تک کئی کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔ انھیں ان کی ناول "وہ دن ضرور آئے گا" پر ریاستی ایوارڈ بھی مل چکا ہے۔

وہ آذربائیجان کی ایک ممتاز عوامی شخصیت اور وہاں کے ادیبوں کی یونین کے معتمد اول ہیں۔

ویرا دریدزو: یہ کئی برسوں تک لینن کی رفیقۂ حیات نادیژدا کروپسکایا کی سکریٹری رہ چکی ہیں۔

www.taemeernews.com

اپنے عزیز دوست

ڈکٹر فلیمینوف کے نام

جو

اُردو کے پرستار ہیں۔ اہلِ زبان کی طرح سلیس اور شستہ اُردو بولتے ، لکھتے اور پڑھتے ہیں۔ اُردو کو بڑی رسیلی ، نکھری ستھری ، مال دار اور شریف زبان سمجھتے ہیں اور اس اہتمام سے اُردو میں بات چیت کرتے ہیں کہ اگر آپ روانی میں کوئی انگریزی لفظ استعمال کریں تو وہ انتہائی نرم لہجے میں پوچھتے ہیں : "کیا اس کے لئے اُردو میں کوئی متبادل لفظ نہیں ہے ؟"